کعبہ کی سمت درخت
حالت رکوع میں

Tree
Doing Ruku
Facing Kaba

فلسفہ عبادات

آسٹریلیا کے دارالحکومت سڈنی کے قریب
جنگل میں ایک ایسا درخت ہے جسکا نچلا
حصہ اسطرح جھکا ہوا ہے کہ جیسے کوئی شخص
حالت نماز میں رکوع کی ادائیگی کر رہا ہوں

In a forest near Sidney, the bottom of a tree trunk is bowed in such a way that it resembles a person in a posture of Islamic prayer the "Ruku".

ایم ۔ ایچ ۔ شاہدی

فلسفہ عبادات

از

ایم۔ ایچ۔ شاہدی

احمد بک ڈپو

[illegible]

فہرست

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
۱	طہارت کی اہمیت	۷
۲	لباس کی طہارت	۱۱
۳	اذان	۱۳
۴	اذان کا مفہوم	۱۶
۵	اذان کے کلمات کا مفہوم امام کی زبانی	۲۰
۶	وضوء	۲۶
۷	بندگی کی حقیقت	۳۰
۸	مراتب عبادت	۳۴
۹	نماز کی فرضیت وافادیت	۳۶
۱۰	ارکان نماز کی وضاحت وحقیقت (نیت)	۵۹
۱۱	جمع بین الصلاتین	۷۶
۱۲	نماز جنازہ	۷۹
۱۳	روزے کی تاریخ وحقیقت	۸۱
۱۴	روزہ کی سہولت وفضیلت اور مسائل	۹۳
۱۵	رمضان کی فضیلت اور اہمیت	۹۸
۱۶	زکوٰۃ وصدقات	۱۰۷
۱۷	مسائل زکوٰۃ	۱۲۰
۱۸	حج کا عالمگیر فلسفہ اور اعمال حج	۱۳۳
۱۹	قربانی	۱۵۰
۲۰	ارکان حج کا فلسفہ	۱۵۱
۲۱	حج کی اہمت وفضائل	۱۵۷
۲۲	حج کا طریقہ	۱۶۶
۲۳	خمس کی اہمت وفضیلت	۱۸۰
۲۴	مسائل خمس	۱۸۹

بسمہ تعالیٰ

پیش لفظ

وجود انسان کی ترکیب و تکمیل دو اجزاء سے ہے ظاہری جسمانی اور باطنی روحانی روحانی جزء اصل انسانیت اور افضل و متصرف ہے جس کی بنا پر ایمان وایقان اور علم وعرفان کا تعلق روحانی جزء سے ہے جبکہ عقیدہ وایمان کا عملاً اظہار کا تعلق ظاہری جسمانی پہلو سے ہے انسانی تخلیق کا اصلی مقصد توحید کی معرفت یعنی خالق کائنات کا عرفان وایقان یعنی ایمان ہے حدیث قدسی میں خود خالق کائنات کا فرمان ہے کہ ''میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا'' اور چونکہ کائنات کی تخلیق توحید کے عرفاں وایقان کے لئے ہے اور توحید کا علم وقدرت کے عین ذات ہونے اور اس کے ہر نقص سے پاک ہونے کی بنا پر اول مخلوق توحید کی معرفت کے لئے تمام کائنات سے اتم اور اکمل واشرف ذریعہ ہوگی اسی بنا پر دوسری حدیث قدسی میں وضاحت کردی گئی ہے کہ ''میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو اے محمدؐ میں نے تجھے خلق کیا'' یعنی پوری کائنات کی تخلیق اور خود وجود انسانی کا مقصد توحید کا عرفان وایقان ہے اور معرفت توحید کے لئے کامل ترین ذریعہ حقیقت محمدیہؐ کی معرفت بھی لازم ہے یعنی دائرہ امکان میں توحید کے صفات وکمالات کے حصول کی جس قدر گنجائش وصلاحیت تھی خلاق عالم نے مکمل طور پر ان کمالات وصفات سے اپنے حبیبؐ کو آراستہ کر کے اپنی معرفت تامہ کا کامل ذریعہ قرار دے کر پوری کائنات کو حضور اکرمؐ کے طفیل میں وجود عطا کیا چونکہ کائنات کی تخلیق کا مقصد توحید کی معرفت ہے اسی بناء پر معرفت توحید دین الٰہی کی اساس ہے جیسا کہ امیرالمومنینؑ نے ایک خطبے میں توحید کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ ''دین کی اصل واساس توحید کی معرفت ہے اور کمال معرفت خدا کی وحدانیت و یکتائی کی معرفت ہے...... الخ اور چونکہ حقیقت محمدیہؐ معرفت توحید کے لئے صفات الٰہیہ کا

مظہر اتم ہے اسی بناء پر حقیقت نورانیہ ورسالت محمدیہؐ کی معرفت بھی اصول دین سے ہے اور اسی طرح حقیقت محمدیہؐ نورانیہ کے شرکاء کی معرفت بھی اصول دین سے قرار پائی یعنی توحید کے ساتھ نبوۃ وامامۃ کا عرفان وایمان اصول دین سے قرار پایا۔ یعنی محمدؐ وآل محمدؐ کی معرفت وعقیدت کے بغیر نہ ہی توحید کی معرفت کامل حاصل ہوسکتی ہے اور نہ ہی الٰہی دین و شریعت کی تکمیل ہوسکتی ہے اور نہ ہی انسانی تخلیق کا مقصد حاصل ہوسکتا۔ لہٰذا اہل عقیدہ وایمان اور عرفان وایقان کے حامل اور اس سے محروم دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ اسی بناء پر ان کے درمیان عدل واحسان کے اظہار کے لئے اور اجر وجزاء کے لیے روز حساب پر ایمان وایقان کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح دین اسلام کی اساس واصول پانچ قرار پائے توحید و عدل اور نبوۃ وامامت اور قیامت، تمام انبیاء کی تعلیمات کا محور ومقصد عقیدہ توحید کی تعلیم و ترویج تھی تمام عبادات واعمال کی صحت وقبولیت کی اساس بھی ایمان وایقان ہے لہٰذا نجات اخروی کا استحقاق صحیح ایمان وایقان پر ہے کیونکہ فرمان نبویؐ کے مطابق امۃ مسلمہ ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی جنھیں ایک فرقہ (ایمان وعقیدے کی صحت کی بناپر) نجات پائے گا''۔

تمام انبیاء کی تعلیمات یعنی دین اسلام کو بقاء اہلبیتؑ رسالت کی قربانیوں سے حاصل ہوئی جس کی بناء پر آیہ موَدّت میں اہلبیتؑ رسالت کی محبت وموَدّت کو خدا نے اجر رسالت قرار دے کر تمام امت پر فرض قرار دیتے ہوئے اہلبیتؑ کی محبت کو تمام عبادات کی قبولیت کا ذریعہ قرار دیا ہے جیسا کہ مسند احمد ابن حنبل اور شواہد التنزیل ابوالقاسم حسکانی میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا خدا نے انبیاء کو مختلف اشجار وحقیقت سے پیدا کیا اور مجھے وعلیؑ کو ایک شجرہ حقیقت سے پیدا کیا اس شجر کی اصل میں ہوں اور علیؑ اس کی شاخ ہیں اور فاطمہؑ اس کا پھول ہیں اور حسنؑ وحسینؑ اس کا پھل اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں جو اس شجر سے متمسک ہوا وہ نجات پا گیا اور جو منحرف ہوا ابدی ہلاک ہوا۔ اور اگر کوئی صفاء ومروہ کے درمیان ہزار سال

تک عبادت کرتا رہے اور یہاں تک کہ کثرت عبادت کی وجہ سے پرانی شاخ خرما کی طرح ہو جائے اور ہم اہلبیتؑ سے محبت نہ رکھتا ہو تو خدا اسے منہ کے بل دوزخ میں دھکیل دے گا۔ اور مناقب اخطب خوارزمی میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ "اگر تمام انسان علیؑ بن ابی طالبؑ کی محبت وعقیدہ پر متفق ہو جاتے تو خداوند عالم دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔ لہٰذا اسلامی عبادات کی فرضیت واہمیت کے باوجود اگر اہلبیت رسالت کی محبت ومؤدت نہ ہوئی تو کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی اس طرح اہلبیتؑ رسالت کی محبت ومودۃ تمام عبادات کے لئے روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور پھر نماز جیسی افضل عبادت میں جب تک محمدؐ وآل محمدؐ پر درود نہ بھیجا جائے تو قبول نہیں ہو سکتی اور اگر کسی غیر کا ذکر درود کے ساتھ نماز میں شامل کیا جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ یعنی نماز کو بھی بارگاہ الٰہی میں قبولیت حاصل کرنے کے لئے اہلبیت رسالت کے وسیلے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں نماز کی فرضیت واہمیت اور افادیت پڑھنے کے ساتھ اہلبیتؑ رسالت کی محبت ومودت کی فرضیت کی طرف ذہن متوجہ رہے کہ جو تمام عبادات کی قبولیت کا وسیلہ اور ذریعہ نجات ہے۔ اور زرارہ کے اسناد سے ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "اسلام کی بنیاد پانچ باتیں ہیں نماز' روزہ' حج' زکوۃ' اور ہم اہلبیت کی ولایت۔ عرض کیا گیا ان میں سے افضل کون سی ہے؟ فرمایا ہماری ولایت کیونکہ ہماری ولایت ان کی مفتاح و (صحۃ وقبولیت کی دلیل) ہے۔ کیونکہ باقی چار میں سہولت ولچک ہے لیکن ہماری ولایت کے معاملے میں کوئی لچک نہیں اور صاحب ولایۃ ان پر نگران ہے نماز میں سہولت ہے کہ ہر ماہ صنف نازل پر نماز چند روز کے لئے (بحالت نجاست) معاف ہے اور روزے میں بھی یہ سہولت ہے کہ مریض وضعیف پر معاف ہے اور اسی طرح نصاب کے مطابق اگر مال ہے تب زکواۃ ہے ورنہ نہیں اور اسی طرح حج کے مصارف ہوں تب حج فرض ہے ورنہ نہیں "۔ (جس کے پاس مال نہیں ہے اس پر نہ ہی زکوۃ ہے اور نہ ہی حج ہے اور جو

مریض ہے وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا اور رمضان کا روزہ نہیں رکھے گا) لیکن آل محمدؐ کی ولایت صحت مند ہو یا مریض صاحب مال ہو یا نہ ہو ہر ایک پر ہر حالت میں فرض ہے۔ (الوسائل) اور انس بن عبدالرحمٰن نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اہلبیت کی ولایت و محبت کو خدا نے ہم پر آپ کا حق قرار دیا ہے اور میرے لئے یہ نعمت محبتہ دنیا و مافیھا تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ امامؑ نے یہ سن کر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایاؑ تم نے غلط قیاس کیا ہے دنیا اور دنیا کی تمام اشیاء کیا ہیں کچھ وقتی کھانے پینے اور پہننے کے علاوہ کیا ہے اور تم ان کا مقابلہ ہماری محبت سے کر رہے ہو جو کہ دائمی و لامتناہی حیات ہے۔ (سفینۃ البحار)

طہارت کی اہمیت

ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين ......الخ (222 - بقرة)

""یقیناً خدا توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ وصاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ ہر نقص و عیب سے پاک ذات توحید نے انسان کو پاکیزہ حالت وصورت میں با اختیار بنا کر اس امتحان کی دنیا میں بھیجا ہے اور اس نے اپنے خصوصی فیوضات صمدیت اور قربت ومحبت کے استحقاق کے لئے عبد کی ظاہری وباطنی طہارۃ کو سبب وذریعہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس قدر عبد نقائص وعیوب سے نجات حاصل کر کے طہارۃ حاصل کرتا جائے گا اسی قدر اپنے پروردگار سے معنوی قربت حاصل کرتا جائے گا۔ اسی لئے الہامی تعلیمات اور معلمین ربانی کے پیغامات کا مقصد ومحور نفوس انسانی کی طہارت ہے کہ جس کی بناء پر الہامی تعلیمات میں انسانی وجود کے دونوں ظاہری وباطنی اجزاء کی طہارۃ کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ انسانی وجود کے دونوں اجزاء ایمان وعمل حیات حقیقی کی تکمیل کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ اور انسانی وجود کے ظاہری جزء کی طہارۃ کو باطنی وجود کی طہارۃ کا مقدمہ قرار دیا گیا ہے کہ جس کے بغیر باطنی طہارۃ کا حصول وتکمیل نہیں ہوسکتی اور اسی بناء پر اسلامی عبادات میں ظاہری طہارۃ کو لازم و اہم قرار دیا گیا ہے چنانچہ پیغمبر اسلامؐ کا فرمان ہے کہ ''بنی الاسلام علی النظافة''......اسلام کی بنیاد پاکیزگی اور صفائی پر ہے''......اور حضور اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ'' طہارۃ نصف ایمان ہے'' اور امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ ''لباس کی طہارۃ وصفائی غم و حزن کو دور کرتی ہے اور نماز کے لئے بھی طہارۃ ہے۔''

طہارۃ کے مراتب:- طہارۃ کے چار مراتب ہیں۔

(۱) ظاہری یعنی جسم ولباس کا پاکیزہ ہونا۔ (۲) اعضاء وجوارح کا جرائم ومعصیات سے پاکیزہ ہونا۔ (۳) قلب وباطن کا بری صفات یعنی فخر وغرور اور کینہ وحسد اور نفاق وریاکاری

اور ہوس دنیا وغیرہ تمام بری صفات سے پاک ہونا۔ (۴) قلب و باطن کا ماسوی اللہ کے تصور و خیال سے پاک ہونا۔ یہ انبیاء و صدیقین کی طہارۃ کا مقام ہے۔ ان مراتب میں سے ہر منزل طہارۃ نصف عمل ہے۔ یعنی ظاہری طہارۃ اور قلب و باطن کی رذائل صفات سے طہارۃ اور باطن کی ماسوی اللہ سے یعنی عقائد باطلہ سے طہارۃ اصل ایمان ہے اور ظاہری جسم و لباس کی طہارۃ و صفائی بشرطیکہ کے فرائض و عبادات کی ادائیگی کا ذریعہ بن جائے تب نصف ایمان بن جاتی ہے ظاہری طہارۃ باطنی طہارۃ کے حصول کا مقدمہ اور اس کی اہمیت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ لہذا ظاہری طہارت کے ساتھ باطن کو توبہ و ندامت اور اخلاص کے پانی سے اور مستقبل میں معصیت کے ترک کرنے کے عزم سے پاک کرنا چاہیے کیونکہ انسان کا باطن ہی پروردگار کی نگاہ رحمت و توجہ کا مقام ہے اور یہ خصوصی توجہ اس وقت ہوگی جب باطن کی طہارۃ کے ساتھ معبود کی طرف مکمل توجہ ہو کیونکہ خدا کی توجہ اور اس کے مخالف کی محبت ایک قلب میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اسی بنا پر پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''خداوند عالم تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب کی طرف دیکھتا ہے۔'' لہذا بارگاہِ ربوبیت میں حاضری اور قربت کے لیے جسم اور لباس کی طہارت کے ساتھ حاضر ہوتے ہوئے قلب و باطن کی طہارۃ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے کیونکہ جب لباس کی طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی تو اگر قلب و باطن میں فخر و غرور اور حسد و کینہ اور ریاء و نفاق اور ہوس دنیا وغیرہ کی نجاستیں موجود ہوں تو ایسی نماز و عبادت صرف حکم کی تعمیل کی بنا پر سرکشی کے جرم سے تو بچا سکتی ہے۔ لیکن افادیت و فضیلت اور قربت و محبتِ الٰہی کی نعمات سے فیضیاب نہیں کرسکتی۔ جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ کا ارشاد ہے کہ ''بہت سے ایسے نمازی ہیں کہ جن کی نماز سے سوائے مشقت و زحمت کے کچھ حاصل نہیں''۔ اور حضورِ اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''جسے نماز برائی و بے حیائی سے نہ روکے تو وہ خدا سے مزید دور ہو جاتا ہے۔'' اور یہ بھی ارشاد نبویؐ ہے کہ ''اس

کی نماز ہی نہیں جو نماز کی پیروی نہیں کرتا اور نماز کی پیروی برائی اور بے حیائی سے باز رہنا ہے''۔ ظاہری طہارۃ کے وقت اور عبادات کی بجا آوری کے ساتھ باطن کی طہارت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ''جب تم طہارت و وضو کرنے کا ارادہ کرو تو رحمتِ الٰہی کی طرف بڑھنے کی طرح پانی کی طرف بڑھو کیونکہ خدا نے پانی کو اپنی قربت اور مناجات کی چابی اور اپنی خدمت اور اطاعت کی دلیل قرار دیا ہے اور یقیناً جس طرح خدا کی رحمت بندوں سے گناہوں کو دھو کر پاک کر دیتی ہے اسی طرح پانی بھی ظاہری نجاست کو دور کر کے پاکیزہ کر دیتا ہے نہ کہ اس کا غیر' اور خدا کا ارشاد ہے کہ ''اللہ وہی ہے کہ جس نے اپنی رحمت سے قبل ہواؤں کو خوشخبری کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی نازل کیا۔ اور خدا کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''ہم نے ہر ذی حیات کو پانی سے بنایا ہے''۔ اور جس طرح خدا نے دنیا کی تمام چیزوں کو پانی کے ذریعے حیات عطا کی اسی طرح اس نے اپنی رحمت اور فضل سے قلوب کو طاعات کے ذریعے حیات عطا کی ہے اور تم پانی کی نرمی و صفائی میں اس کے طاہر و مبارک ہونے اور ہر شے کے ساتھ لطیف امتزاج میں غور و فکر کرو اور جن اعضاء کی طہارۃ کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے اسے ان کی طہارت میں استعمال کرو اور عبادات اور بندگی میں اور الٰہی فرائض اور سنت کے آداب میں اسے استعمال کرو۔ کیونکہ طہارۃ کے تمام آداب میں کثیر فوائد ہیں۔ جب تم اسے حرمت و عزت کے ساتھ استعمال کرو گے تو عنقریب تم پر فوائد کے چشمے کھل جائیں گے اور خدا کی مخلوق کے ساتھ تمہاری معاشرت پانی کی ہر شے کے ساتھ امتزاج کی مانند ہو کہ جو ہر شے کا حق ادا کر دیتا ہے اور قولِ رسولؐ پر اعتبار کرتے ہوئے اس کا مفہوم تبدیل نہیں ہوتا کہ (قولِ رسولؐ ہے) ''مومن خالص پانی کی مانند ہے'' لہذا تمہاری صفائی و طہارۃ خدا کے ساتھ اس کی تمام طاعات میں خالص پانی کی مانند ہو کہ جسے خدا نے آسمان سے نازل کیا اور اسے طہور کے نام

سے موسوم کیا اور پانی سے اپنے اعضاء کی طہارت کے وقت اپنے قلب کو تقویٰ و یقین سے پاکیزہ کرو۔'' ایک اور مقام پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ''یقیناً وہ راحت اور سکون کی حالت میں ہے کہ جس کے نفس کو نجاسات کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل ہو جائے اور غلاظات و نجاسات سے نجات و فراغت مل جائے اور مومن ان باتوں سے عبرت حاصل کرتا ہے اور اسی طرح وہ جب سامانِ دنیا سے دور رہے گا تو اپنے قلب و نفس کو دنیا کے شغل سے فارغ پا کر راحت و سکون پائے گا اور سامانِ دنیا کے جمع و حصول سے رکنا نجاست و غلاظت سے دور رہنے کی مانند ہے اور اپنے باعزت نفس و وجود میں غور و فکر کرو کہ دنیا کے حصول کے وقت کس طرح ذلت کی حالت میں ہوتا ہے۔ لہذا یہ جان لو کہ قناعت و تقویٰ سے تمسک کی بنا پر دونوں جہانوں کی راحت حاصل ہوتی ہے اور یقیناً حقیقی راحت دنیا کی لذت اور اس کے نفع و حصول سے فراغت اور حرام کی نجاست کے ازالے میں ہے۔ لہذا دنیا کی حقارت کی معرفت کے بعد اپنے نفس سے دنیا کے تکبر کے دروازے کو بند کر دو اور گناہوں سے دوری اختیار کرو اور اپنے لیے تواضع و ندامت اور حیا کے دروازے کو کھول دو اور الٰہی اوامر کی ادائیگی اور اس کے نواہی سے اجتناب میں اچھے انجام و پاکیزہ کامیابی کے لیے کوشش کرو اور اپنے نفس کو خوف اور صبر میں اور شہوات سے رکنے کے قید خانے میں بند کر دو یہاں تک کہ دارالقرار میں خدا کی امان سے ملحق ہو جاؤ اور خدا کی رضا کا ذائقہ چکھو کیونکہ نفس کو اسی کی ضرورت و احتیاج ہے اور اس کے علاوہ کوئی شے نہیں ہے اور جن چیزوں کے کھانے پینے کی انسان خواہش رکھتا ہے اور جن لذیذ کھانوں میں وہ حریص ہے ان سے خارج ہونے والی غلاظت کی طرف غور و فکر کرو کہ جس قدر زیادہ لذیذ خوراک ہوگی اسی قدر اس کی عفونت سخت ہوگی اور جس چیز کا عذاب سخت ہے اسے غیر حلال طریقے سے حاصل کرنے سے ڈرو ورنہ اس کی وجہ سے ابدی عذاب کا شکار ہو جائے گا۔''

لباس کی طہارت

"یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم ...... الخ

(۲۶-اعراف)

"اے اولاد آدمؑ یقیناً ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے اور زینت کے کپڑے اور اس کے علاوہ تقویٰ کا لباس بھی ہے جو سب لباسوں سے بہتر ہے۔ یہ لباس خدا کی قدرت کی نشانیوں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں"۔ لباس انسانی جسم کو سردی گرمی سے حفاظت کے ساتھ اس کے جسمانی عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ بہتر وصاف ستھرا لباس انسان کے لیے زینت و عزت کا سبب بھی ہے۔ بارگاہِ ربوبیت میں حاضری کے لیے یعنی عبادات کی ادائیگی کے لیے لباس کی طہارۃ لازمی ہے اور لباس کی صفائی عبادات کے ثواب میں اضافے کا سبب بنتی ہے جس طرح لباس جسم کی پردہ پوشی کرنے کے ساتھ زینت وعزت کا باعث ہے اسی طرح انسان کے باطن کی طہارت پروردگار کے ہاں عزت و کرامت کا باعث ہے لہذا جسم کو پاکیزہ لباس سے آراستہ کرنے کے ساتھ باطن سے عیوب و معصیات کو خوف وندامت اور حیا کے پانی سے پاک کرکے اسے تقویٰ کے لباس سے آراستہ کیا جائے اور بارگاہِ ربوبیت میں مجرم اور گناہگار کی طرح تائب اور نادم عبد کی مانند سر جھکا کر کھڑا ہونا چاہیئے امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "مومن کے لیے سب سے زیادہ زینت کا لباس تقویٰ کا لباس ہے اور پھر بڑا انعام ایمان کا انعام ہے۔" جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے "لباس التقویٰ" اور ظاہری لباس خدا کی وہ نعمت ہے کہ جس سے فرزندِ آدمؑ اپنے ظاہر کی پردہ پوشی کرتا ہے اور ذریت آدم کے لیے خدا کی یہ وہ کرامت واحسان ہے کہ جو اس کے غیر کو نہیں عطا کیا گیا اور یہ لباس مومنین کے لئے فرائض ادا کرنے کا ذریعہ ہے اور تمہارا بہترین لباس وہ ہے کہ جو تمہیں خدا سے غافل نہ کرے بلکہ تمہیں خدا کے ذکر وشکر اور

اس کی اطاعت کے قریب لائے اور عُجب (اترانا) وریا اور زینت وتفاخر پر تمہیں نہ ابھارے کیونکہ یہ باتیں دین کے لیے آفت اور قلب کے لیے فساد کا باعث ہیں اور جب تم لباس پہنو تو یاد کرو کہ خدا نے اپنی رحمت سے تمہارے گناہوں کی پردہ پوشی کی ہے لہذا جس طرح اپنے ظاہر کو لباس پہنایا ہے اسی طرح اپنے باطن کو سچائی کا لباس پہناؤ تاکہ تمہارا باطن صداقت کی وجہ سے معصیت سے پردے میں اور تمہارا ظاہر اطاعت کے پردے میں ہو اور ظاہری عیوب کی پردہ پوشی کے لیے لباس کے اسباب خلق کرنے پر خدا کے فضل پر بھروسہ کرو کہ اس نے اسی طرح توبہ وانابت اور فریادرسی کے دروازے کھولے ہیں تاکہ ان کے ذریعے تمہارے برے اخلاق اور گناہوں کے باطنی عیوب کی پردہ پوشی کرے۔ لہذا کسی کو شرمندہ ورسوا نہ کرو جب کہ خدا نے تمہارے بڑے عیوب کی پردہ پوشی کی ہے۔ اور اپنے نفس کے عیوب کی فکر میں مصروف رہو اور بے فائدہ باتوں سے دور رہو اور اس بات سے ڈرو کہ تمہاری زندگی تمہارے غیر کے کام کے لیے صرف نہ ہو جائے جب کہ تم اپنے غیر کے اصل مال سے تجارت کرتے رہے اور اسی کے لیے تم نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا اور یقیناً گناہوں کا فراموش کر دینا خدا کے فوری عذاب کے اسباب میں سے ہے اور آئندہ کے زیادہ عذاب کے اسباب سے ہے اور جب تک بندہ خدا کی اطاعت میں اپنے نفس کے عیوب پہچاننے میں مصروف رہے اور دینِ الٰہی کے لیے شرمندگی اٹھانے والی باتوں سے دور رہے تو وہ آفات سے محفوظ رہتا ہے اور رحمتِ الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن رہتا ہے اور اس سے حکمت وبیان کے مفید جواہر صادر ہوتے ہیں اور جب تک وہ اپنے گناہوں کو فراموش کیے رہتا ہے اور اپنے عیوب سے جاہل رہتا ہے اور اپنی قوت اور طاقت کے چکر میں رہتا ہے تو وہ کبھی فلاح نہیں پاتا۔

اذان:۔ نماز کے لئے شرعی اعلان ہے کہ جس کا بذریعہ وحی نزول ہوا جیسا کہ تفسیر درمنثور جلد ۳ میں ہے کہ عبداللہ ابن عمر راوی ہیں کہ ''پیغمبر اکرمؐ کا جب شب معراج آسمان کی طرف تشریف لے گئے تو وہاں خدا نے اذان کو بذریعہ جبرائیلؑ آپ کی طرف نازل کیا۔ اور اسی تفسیر درمنثور میں ہے کہ عبداللہ بن عباس راوی ہیں کہ ''فرض نماز کے ساتھ اذان بھی پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئی۔'' اور اسی طرح اصول کافی وتہذیب الاحکام میں ہے کہ ''شب معراج جب پیغمبر اکرمؐ بیت المعمور تک پہنچے تو وہاں نماز باجماعت ادا کی گئی اور فرشتوں نے آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی اور جبرائیل نے اذان واقامت کہی اور پھر دنیا میں جبرائیل جب پیغمبر اکرمؐ کے پاس اذان واقامت لائے اس وقت حضور اکرمؐ کا سر حضرت علیؑ کی گود میں تھا جبرائیلؑ نے اذان واقامت کہی جسے امیر المومنینؑ نے بھی سنا اور پھر بحکم اللہ آپؐ نے اذان بلالؓ کو تعلیم کی۔ فصول اذان کے لیے صحیح ابن ماجہ، صحیح ترمذی، صحیح نسائی، صحیح ابن داؤد اور مشکوۃ شریف میں ہے کہ ابومحذورہ کہتے ہیں کہ ''پیغمبر اکرمؐ نے مجھے اذان تعلیم کی اور اس میں انیس (19) کلمات تھے اور اقامت میں سترہ (17) کلمات تھے''۔

سنی اذان

اللہ اکبر	چار (4) دفعہ	لا الہ الا اللہ	ایک (1) دفعہ
اشہد ان لا الہ الا اللہ	دو (2) دفعہ	کل کلمات پندرہ (15)	
اشہد ان محمد اً رسول اللہ	دو (2) دفعہ		
حی علی الصلوۃ	دو (2) دفعہ		
حی علی الفلاح	دو (2) دفعہ		
اللہ اکبر	دو (2) دفعہ		
لا الہ الا اللہ	ایک (1) دفعہ		

شیعہ اذان

اللہ اکبر	چار (4) دفعہ
اشہدان لا الہ الا اللہ	دو (2) دفعہ
اشہدان محمد اً رسول اللہ	دو (2) دفعہ
اشہدان علیاً ولی اللہ	ایک (1) دفعہ کافی ہے
حی علی الصلوۃ	دو (2) دفعہ
حی علی الفلاح	دو (2) دفعہ
حی علی خیر العمل	دو (2) دفعہ
اللہ اکبر	دو (2) دفعہ
لا الہ الا اللہ	دو (2) دفعہ
	کل کلمات انیس (19)

الصلوٰۃ خیرٌ من النوم:-

مشکوٰۃ شریف، موطا امام مالک اور کنز العمال میں ہے کہ "ایک روز صبح کو حضرت عمرؓ کو سوتا ہوا دیکھ کر آپؓ کے غلام نے آپؓ کو جگانے کے لیے کہا کہ "الصلوۃ خیرٌ من النوم" تو آپؓ نے یہ کلمات سن کر حکم دیا کہ ان کلمات کو اذان میں داخل کر دیا جائے۔

نیل الاوطار شوکانی جلد (1) میں ہے کہ "الصلوۃ خیرٌ من النوم" کو اذان میں حضرت عمرؓ نے داخل کیا اور عبداللہ ابنِ عمر نے کہا کہ یہ بدعت ہے اور جب حضرت علیؑ نے یہ کلمات سنے تو فرمایا اس کا اذان میں اضافہ نہ کرو یہ اذان سے نہیں ہے۔

کنز العمال جلد (4) میں ہے کہ "سعد ابن ابی وقاص نے کہا کہ "الصلوٰۃ خیرٌ من النوم" بدعت ہے بہتر تھا کہ لوگ اسے ترک کر دیتے"۔

تسہیل القاری شرح بخاری پ (4) میں ہے کہ امام شافعی کا قول ہے کہ "الصلوٰۃ خیرٌ من النوم مکروہ ہے۔

کنز العمال جلد (4) اور ھدایہ اولین میں ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ "میں عبداللہ ابن عمر کے ساتھ تھا انہوں نے سنا ایک شخص کہہ رہا ہے "الصلوٰۃ خیرٌ من النوم تو عبداللہ نے کہا کہ مجھے اس بدعتی کے پاس سے جلدی سے نکال لے جاؤ۔

حی علیٰ خیر العمل:۔

یہ کلمات اذان واقامت میں شامل تھے جسے بعد کو نکال دیا گیا اور "الصلوٰۃ خیر من النوم کو شامل کر دیا گیا چنانچہ طبرانی کبیر میں ہے کہ بلال صبح کی اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہتے تھے۔

اور سنن بیہقی میں ہے کہ "عبداللہ ابن عمر اکثر اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہتے تھے اور امام زین العابدین علی ابن الحسینؑ نے فرمایا کہ پہلے اذان اسی طرح (حی علیٰ خیر العمل) کے ساتھ تھی۔ حضرت علیؑ کی ولایت وخلافت کے اعلان کے لیے پیغمبر اکرمؐ نے غدیر خم کے ریگستان میں جب مختلف راستوں کی طرف جانے والوں کو واپس بلانا چاہا تو لوگوں سے فرمایا ہر طرف بڑھ کر حی علیٰ خیر العمل کی صدا دو اس طرح اس صدا کے ذریعے اعلان ولایت علی کے سننے کے لیے حجاج واصحاب کو جمع کر کے پیغمبر اکرمؐ نے پالانوں کے منبر پر حضرت علیؑ کی ولایت ووصایت کا اعلان کیا۔ بعد کو صاحبان اقتدار نے اس کلمے کو علی کی ولایت کی علامت کی بناء پر اذان سے نکال دیا تاکہ اذہان ادھر متوجہ نہ ہوں۔

اشھد ان علیاً ولی اللہ:۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ علی اللہ کے ولی ہیں"

یہ کلمات بھی اعلان غدیر کے بعد کچھ دنوں تک اذان میں کہے گئے لیکن منافقین چھپ چھپ کر بلال کو اذان دیتے وقت پتھر مارتے تھے۔

شیخ عبداللہ مراغی اپنی کتاب سلافہ فی امر الخلافہ میں لکھتے ہیں کہ ''سلمان فارسی اذان میں توحید و رسالت کی گواہی کے بعد علیؑ کی ولایت و خلافت کی گواہی دیتے تھے ایک شخص نے سن کر پیغمبر اکرمؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا ''جو تم نے سنا ہے وہ خیر ہے''۔ اسی کتاب میں ہے کہ ''ایک روز ایک شخص نے پیغمبر اکرمؐ سے کہا یا رسول اللہؐ ابوذر غفاری اشہدان محمد اًرسول اللہ کی گواہی کے بعد اشہدان علیا ولی اللہ کی گواہی دیتے ہیں تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا'' حقیقت وہی ہے جو تم نے ابوذ۔ سے سنا ہے کیا تم غدیر کے اعلان کو بھول گئے ہو جب خود میں نے علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا تھا''۔

اذان کا مفہوم:۔

تمام مذاہب نے اپنی عبادات کے اعلان کے لیے مختلف طریقے اختیار کر رکھے ہیں لیکن وہ تمام طریقے عبادت کے مفہوم کی وضاحت نہیں کرتے۔ کہیں ناقوس بجا کر عبادت کا اعلان کیا جاتا ہے اور کہیں گھنٹی بجا کر عبادت کے لیے بلایا جاتا ہے۔ ناقوس یا گھنٹی کا بجانا عبادت کے اوقات سے مخصوص نہیں ہے کسی وقت بھی ان کو بجایا جا سکتا ہے اور اس طرح کا اعلان عبادت کی عظمت کے منافی ہے اور نہ ہی اس سے عبادت کے مفہوم کی وضاحت ہوتی ہے۔ لیکن اسلام میں عبادت کے اوقات کے تعین کے ساتھ اعلان کا ایسا طریقہ تعلیم کیا گیا ہے کہ جس سے عبادت کی حقیقت و مفہوم کی وضاحت کے ساتھ عبادت کی اہمیت و عظمت کا بھی اظہار ہوتا ہے اور وہ بہترین طریقہ اذان ہے جس میں الہیٰ عظمت و کبریائی اور اس کے معبودِ حقیقی ہونے کا اعلان و اظہار ہے اور اس اعلان یعنی اذان دینے کے عمل کو فضیلت قرار دیا گیا ہے اور دین و ایمان سے تعلق کی بنا پر جن ذوات کا نماز میں تذکرہ ہے اذان میں انہی

ذوات کا ذکر و اظہار کیا جاتا ہے۔ خداوند عالم جو کائنات کا خالق و مالک ہے عبادت و بندگی اسی کی ذات سے مخصوص ہے اور توحید کے تعارف اور الٰہی دین و شریعت کے پہنچانے کا فریضہ اس کے حبیب پیغمبر اکرمؐ نے ادا کیا ہے اور باب نبوت کے بند ہونے کے بعد الٰہی دین و شریعت کے محافظین آلِ محمدؑ نے اپنی قربانیوں سے دین الٰہی کو بچایا ہے اس بنا پر نماز میں انہی تین ذوات کا ذکر و عظمت کا اقرار ہے اور اسی بنا پر نماز کے اعلان یعنی اذان میں توحید و رسالت اور ولایت آلِ محمدؑ کی گواہی و اعلان سے نماز کے اجزاء کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اللہ اکبر:۔

اللہ اکبر کے ذریعے خدا کی عظمت و کبریائی کا اعلان کیا جاتا ہے اور چار دفعہ یہ اعلان کر کے متوجہ کیا جاتا ہے۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ:۔

خدا کی الوہیت کے اس اعلان سے بتایا گیا ہے کہ عبادت کے لائق صرف خدا ہی کی ذات ہے جس کی تمام کائنات محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اشہد ان محمداً رسول اللہ:۔

پیغمبر اکرمؐ کی گواہی سے اس کا یہ اعتراف و اعلان کیا گیا کہ دین و شریعت پیغمبر اکرمؐ نے پہنچائی اور توحید کا تعارف آپؐ ہی نے کرایا اور آپؐ ہی خدا کے سچے رسول و خدا تک رسائی کا کامل وسیلہ ہیں۔

اشہد ان علیا ولی اللہ:

اس اعلان سے ختم نبوت کے بعد الٰہی شریعت کے محافظین کی عظمت کا اعلان و اظہار اور اقرار کیا گیا ہے کہ ختم نبوۃ کے بعد امت کے فرقوں میں تقسیم ہو کر گمراہی کے خطرات

کو جانتے ہوئے دین کی حفاظت وصحیح صورت میں باقی رکھنے کے لیے خدا ورسول کی طرف سے امامت وولایت آل محمدؐ کا انتظام کیا گیا۔

حی علی الصلوۃ:۔ "آؤ نماز کی طرف"

ان کلمات سے اب اصل مقصد نماز کی طرف بلایا گیا ہے۔

حی علی الفلاح:۔ "آؤ نجات کی طرف"

اس اعلان سے واضح کیا گیا کہ جس عبادت کی طرف بلایا جارہا ہے یہ عبادت ذریعہ نجات بھی ہے۔

حی علی خیر العمل:۔ "آؤ سب کے بہتر عمل کی طرف"

ان کلمات کے ذریعے اس کا اعلان کہ تمام اعمال خیر چھوڑ کر نماز کی طرف آجاؤ کہ جو تمام اعمال خیر سے افضل عمل ہے۔

اللہ اکبر۔ پھر خدا کی عظمت وکبریائی کا اعلان کیا گیا۔

لا الہ الا اللہ:۔ "اللہ کے علاوہ کوئی عبادت وبندگی کے لائق نہیں ہے"

آخر میں پھر اعلان کیا گیا ہے کہ عبادت وبندگی کے لائق صرف خدا ہی کی ذات ہے۔ اذان کو سننے والے بروز حشر کی ندا کو یاد کر کے اپنے باطن وظاہر کے ساتھ جواب دیتے ہوئے جلدی کرنے والوں کی طرح خود کو عبادت کے لئے تیار کریں اور اس کی طرف سبقت کرنے والے وہ ہیں کہ جن کو بروز حشر لطف وکرم سے ندا دی جائے گی لہذا عبادت کی اس ندا کی طرف قلب وباطن سے متوجہ ہونا چاہیے اگر دل کو اس ندا سے خوشی وبشارت محسوس ہو اور رغبت کرنے کی طرف جلدی کرنے کا احساس بیدار ہو تو جان لو کہ تمہارے لئے عزت و بشارت اور کامیابی کی ندا بروز قیامت آئے گی چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ" ارحنا یا

بلال...... اے بلال اذان دے کر ہمیں راحت وسکون پہنچاؤ۔ لہذا تکبیر سن کر دنیا و مافیہا کو حقیر جانو تا کہ اپنی اس تکبیر میں جھوٹے نہ بنو۔ اور تہلیل کے کلمات سن کر اپنے دل و خیال سے غیر کے تصور کو نکال دو اور نبوتؐ و ولایت کی گواہی دیتے ہوئے نبی و امام کو حاضر ۔۔ جان کر ادب کا اظہار کرو۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ" بروز قیامت تین اشخاص مسک سیاہ کے ٹیلوں پر ہوں گے ان کو حساب کا خوف نہیں ہوگا اور حساب وکتاب سے فراغت تک ان کو کسی قسم کی وحشت لاحق نہیں ہوگی کہ جو وحشت دوسرے لوگوں کو لاحق ہوگی ایک وہ شخص ہے کہ جس نے خدا کی رضا کے لئے قرآن کی تلاوت کی اور لوگوں کی امامت کی جب کہ وہ لوگ اس سے خوش رہے ہوں اور دوسرا وہ شخص ہے کہ جس نے مسجد میں رضاء رب کے لئے اذان دے کر لوگوں کو خدا کی طرف بلایا اور تیسرا وہ شخص ہے کہ جسے غلامی میں رہتے ہوئے عمل آخرت سے غلامی نے نہیں روکا۔" لہذا کاروبار حیات میں مصروف رہنے والے نداء الٰہی کو سن کر عبادت کی طرف جلدی کریں اور اس ندا سے قیامت کی ندا کو یاد کریں اور صبح کو اذان کی آواز کو سن کر بارگاہ الٰہی میں عبادت کے لئے بستروں سے اٹھ کر جانے سے بروز قیامت کی ندا پر قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑ پڑنے کو یاد کریں۔

اذان کے کلمات کا مفہوم امام کی زبانی

امیر المومنینؑ کے پاس آپ کے بعض اصحاب بیٹھے تھے اور امام حسینؑ بھی وہاں موجود تھے کہ موذن نے اذان دی جس کے بعد امیر المومنینؑ نے جو فرمایا اسے امام حسینؑ نے اس طرح بیان کیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ ہم لوگ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ موذن نے اذان دی اور کہا ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' تو امیر المومنینؑ گریہ کرنے لگے تو ہم بھی ان کے ساتھ گریہ کرنے لگے اور جب وہ اذان دے چکا تو آپؑ نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ موذن کیا کہتا ہے۔ ہم نے کہا اللہ واس کا رسول و وصی بہتر جانتے ہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا اگر تم جان لو تو تم کم ھنسا کرو اور زیادہ گریہ کرو اور قول الہیٰ اللہ اکبر کے بہت سے معانی ہیں ان میں سے موذن کا کہنا ''اللہ اکبر'' تو یہ کلمہ وقوع پذیر ہوتا ہے خدا کے قدیم ہونے اور اس کے ازلی وابدی ہونے اور اس کے علم وحلم اور اس کی قوۃ وکرم اور اس کے جود وسخا وعطا کرنے اور اس کی کبریائی پر تو مومن نے جب کہا اللہ اکبر تو گویا وہ کہتا ہے کہ اللہ وہ ہے کہ (حقیقتاً) جس کیلئے خلق کرنا وامر وحکم کرنا ہے۔ اور اسی کی مشیت کا وجود ہے کہ ہر شے کی تخلیق اس کی طرف سے ہے اور اسکی طرف تمام خلق کی بازگشت ہے اوو ہر شے کی قبلیت واولیت سے اول ہے اور ہر شے کے بعد بھی ہے وہ ہمیشہ سے ہے ہر شئے پر ظاہر وغالب ہے اور (فکر وتخیل سے) اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا ہے اور وہ ہر شے سے باطن وپوشیدہ ہے اس کی کسی طرح حد نہیں ہوسکتی وہ باقی ہے اس کے علاوہ تمام اشیاء فانی ہیں۔ اور ''اللہ اکبر'' کے دوسرے معنی یعنی وہ علیم وخبیر ہے جو کچھ تھا اسے جانتا ہے اور جو کچھ ہو گا اس کے ہونے سے پہلے جانتا ہے اور ''اللہ اکبر'' کے تیسرے معنی کہ وہ ہر شے پر قادر ہے جو چاہتا ہے اس پر قدرت رکھتا ہے اپنی قوۃ میں قوی ہے اپنی مخلوق پر قادر ہے وہ بالذات قوی ہے اس کی قدرت تمام اشیاء پر قائم ہے جب کسی امر کے نفاذ کا فیصلہ کرلیتا ہے تو اس کے لئے ''کن'' کہتا

ہے تو وہ بالفور ہو جاتا ہے۔

اور اللہ اکبر کے چوتھے معنی اس کا علم واس کا کرم ہے وہ حلم کرتا ہے جیسا کہ وہ جانتا ہے اور وہ ایسا مہربان ودرگزر کرتا ہے جیسا کہ اس نے نہیں دیکھا اور (عیوب کو) چھپاتا ہے جیسا کہ اس کی معصیت نہیں کی گئی ہو وہ سزا دینے میں اپنے کرم اور عفو وحلم کی بنا پر جلدی نہیں کرتا۔

اور ایک وجہ ''اللہ اکبر'' کے معنی کی یہ بھی ہے کہ وہ جواد وسخی ہے کہ جس کی عطا بہت زیادہ ہے اور اپنے افعال میں کریم ہے۔ اور ایک وجہ ''اللہ اکبر'' کے معنی کی یہ بھی ہے کہ اس کے لئے کیفیت وحالت کی نفی ہے گویا وہ کہتا ہے کہ اللہ بلند تر ہے۔ اس سے کہ اس کا وصف وتعریف کرنیوالے اس کی اس صفت (کی حد) کو پاسکیں کہ جس سے وہ موصوف ومتصف ہے اس کا وصف وتعریف کرنیوالے اپنی ہمت کی مقدار کے مطابق اس کا وصف وتعریف کرتے ہیں اس کی عظمۃ وجلال (کی بلندی) کے لحاظ سے نہیں کیونکہ وہ (فکر وادراک سے) بلند تر ہے کہ تعریف و وصف کرنیوالے اس کی صفت کو پاسکیں کہ وہ علم وکبیر ہے۔

اور ایک وجہ ''اللہ اکبر'' کے معنی کی یہ بھی ہے کہ گویا موذن کہتا ہے اللہ اعلیٰ واجل (بلند ترین وبزرگترین) ہے وہ اپنے بندوں سے مستغنی ہے اور اسے اپنی مخلوق کے اعمال (طاعۃ وعبادات) کی احتیاج نہیں ہے۔

اور موذن کہتا ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ تو وہ یہ تعلیم دیتا وآگاہ کرتا ہے کہ یقیناً یعنی گواہی قلبی معرفۃ کے بغیر جائز (وکافی) نہیں ہے گویا موذن کہتا ہے کہ جان لو کہ یقیناً اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ کے سوا تمام معبود باطل ہیں اور میں اپنے قلب سے یہ جانتے ہوئے یہ اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی ملجاء وماویٰ یعنی پناہ نہیں ہے اور ہر صاحب شر کے شر سے اور ہر صاحب فتنہ کے فتنے سے بچنے کیلئے اللہ کو چھوڑ کوئی جاء پناہ نہیں ہے۔

اور دوسری مرتبہ اشهد ان لا اله الا الله مؤذن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی ہدایت کرنے والا اور میری رہنمائی کرنے والا نہیں ہے اور مؤذن اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ یقیناً میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں تمام زمینوں کے رہنے والوں کو اور ان میں موجود فرشتوں کو اور تمام انسانوں کو اور ان میں پہاڑوں و اشجار اور جانوروں و حشرات الارض اور وحشی جانوروں اور تمام خشک و مرطوب کو گواہ بنا کر گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق حقیقی نہیں ہے اور کوئی رازق حقیقی نہیں ہے اور کوئی معبود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ضرر پہنچانے والا اور نہ ہی کوئی فائدہ پہنچانے والا اور نہ ہی تنگی کرنیوالا اور نہ ہی کوئی کشادگی کرنیوالا اور نہ ہی کوئی عطا کرنیوالا اور نہ ہی کوئی روکنے والا اور نہ ہی کوئی دفع دفاع کرنیوالا اور نہ ہی (حقیقی کوئی) نصیحت کرنے والا اور نہ ہی (اس کے سوا) کوئی کافی و کفایت کرنے والا اور نہ ہی کوئی شافی و شفاء دینے والا اور نہ ہی کوئی مقدم و مؤخر کرنے والا اللہ کے سوا ہے کہ اسی کیلئے خلق کرنا اور امر کرنا ہے اور اسی کے دست قدرت میں تمام خیر و بھلائی ہے برکت والا ہے عالمین کا رب۔ اور مؤذن کا کہنا '' اشهدان محمداً رسول الله '' کہ میں گواہی دیتا ہوں، محمدؐ اللہ کے رسول و نبی و صفی و نجیب ہیں کہ جن کو اللہ نے تمام انسانوں کیلئے ہدایت و دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ تمام ادیان پر اپنے دین کو غلبہ عطا کرے اور اگرچہ شرک کرنے والے (اسے) پسند نہ کریں۔ اور اس پر ان سب کو گواہ بناتا ہوں جو آسمانوں و زمین میں انبیاء و رسل اور فرشتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً محمدؐ اولین و آخرین کے سید و سردار ہیں اور دوسری مرتبہ اشهد ان محمداً رسول الله مؤذن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کسی کو کسی کی طرف سے احتیاج نہیں ہے مگر (یہ سب احتیاجات) اللہ واحد قہار کی طرف سے یہ سب حقیقتاً اس کی محتاج ہیں اور وہ اپنے بندوں سے و تمام مخلوق سے مستغنی ہے اور بیشک اسی نے محمدؐ رسول اللہ کو تمام انسانوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے دعوت دینے والا سراج و منیر بنا کر بھیجا

ہے تو جس نے انکار و سرکشی کی اور اللہ پر ایمان نہ لایا تو اللہ اسے ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا کہ جہاں سے وہ کبھی جدا نہ ہوگا اور موذن کا کہنا ہے حی علی الصلوۃ۔ یعنی اپنے اعمال سے افضل عمل کی طرف اور اپنے پروردگار کی دعوت کی طرف بڑھو اور جلدی بڑھو۔ کہ اپنے رب کی مغفرت و بخشش کی طرف اور اپنی اس آگ کو بجھانے کی طرف کہ جسے تم نے اپنے پیچھے جلایا ہے اور اپنی گردن کو آزاد کرانے کی طرف بڑھو کہ جن کو تم نے اپنے گناہوں کا رھن رکھا ہے تا کہ خدا تم سے تمہاری خطاؤں کو صاف کر دے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تمہاری خطاؤں کو نیکیوں سے بادشاہ کریم بدل دے اور اے کہ اے مسلمانوں نے اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے و اس کے سامنے آگے بڑھنے کا تمہیں اذن و حکم دیا ہے۔

اور دوسری مرتبہ حی علی الصلوۃ۔۔۔ یعنی تم اپنے رب کی مناجات کو طرف اور اپنے رب کی بارگاہ میں حاجات پیش کرنے کی طرف بڑھو اور اس کے کلام کو اس کی طرف وسیلہ و شفیع قرار دو اور کثرۃ ذکر و قنوت اور رکوع و سجود اور خضوع و خشوع کو ہی (وسیلہ قرار دو) اور اس کی طرف اپنی حاجات بلند و پیش کرو کہ اسی نے ہمیں اس کی اجازت و حکم دیا ہے۔

اور جب موذن" حی علی الفلاح " کہتا ہے تو یقیناً وہ کہتا ہے بقاء کی طرف بڑھو کہ جس کے ساتھ فناہ نہیں ہے اور نور کی طرف بڑھو کہ جس کے لئے ظلمت نہیں ہے اور نجات کی طرف بڑھو کہ جس کے ساتھ ہلاکت نہیں ہے اور حیات کی طرف بڑھو کہ جس کے ساتھ موت نہیں ہے اور نعمۃ کی طرف بڑھو کہ جس کے لئے طرف ختم ہونا نہیں ہے اور ایسی مملکت کی طرف آؤ کہ جس کے لئے زوال نہیں ہے اور ایسی خوشی کی طرف آؤ کہ جس کے ساتھ حزن نہیں ہے اور ایسے اُنس کی طرف آؤ کہ جس کے ساتھ وحشت نہیں ہے اور ایسے نور کی طرف آؤ کہ جس کے لئے ظلمت نہیں ہے اور ایسی وسعت کی طرف آؤ کہ جس کے ساتھ تنگی نہیں ہے اور ایسی خوشی کی طرف آؤ کہ جن کا منقطع ہونا نہیں ہے اور ایسے غنی کی طرف آؤ کہ جس کے ساتھ محتاجی نہیں ہے اور ایسی نعمۃ کی

طرف آؤ کہ جس کے ساتھ بیماری نہیں ہے اور ایسی عزت کی طرف آؤ کہ جن کے ساتھ ذلت نہیں ہے اور ایسی قوۃ کی طرف آؤ کہ جس کے ساتھ کمزوری نہیں ہے اور ایسی کرامت کی طرف آؤ کہ جس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں اور دنیا و آخرت کے سرور و خوشی کی طرف اور آخرت کی بہتر نجات کی طرف جلدی بڑھو۔

اور دوسری مرتبہ حی علی الفلاح کہتا ہے کہ جس کی طرف میں نے تمہیں دعوت دی ہے اس کی طرف جلدی کرو اور بڑی کرامت و عظیم احسان و بہترین نعمۃ و بڑی کامیابی محمدؐ کے قرب و جوار میں ہے کہ وہ ابدی نعمۃ کی طرف صاحب اقتدار بادشاہ کے مقام صدق میں بڑھنے میں جلدی کرو۔

اور موذن کا "الله اکبر" کہنا تو وہ کہتا ہے "اللہ اس سے بلند و برتر ہے۔ کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی اسے جان سکے کہ جو خدا کے ہاں اس کے لئے عزت و کرامت بندے کی خدا کی اطاعۃ و اس کے پیغام و دعوت کو قبول کرنے اور اس کے والیان امر کی اطاعت کرنے اور خدا کی معرفت حاصل کرنے اور خدا کی عبادت و بندگی کرنے میں ہے اور اسی کی طرف یاد و ذکر میں مشغول رہنے اسے محبوب رکھنے اور اسی سے مانوس ہونے و اسی کی طرف طمانیت حاصل کرنے اور اسی پر بھروسہ کرنے اور اسی کا خوف رکھنے و اسی سے امید رکھنے میں اور اس کا اشتیاق رکھنے میں اور اس کی قضا و حکم کی موافقت کرنے میں اور اس پر راضی ہونے میں ہے۔

حروف ابجد

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ حروف ابجد کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ ان سب میں عجائبات ہیں اور ویل و افسوس ہے کہ اس عالم کے لئے کہ جو ان کی تفسیر نہیں جانتا ہے وہ جاہل ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ ابجد کی تفسیر کیا ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا۔ الف سے اللہ کی نعمات یہ اللہ کے اسماء کے حروف میں سے ایک حرف ہے۔ اور باء بہجۃ اللہ اور جیم سے اللہ کی جنت اور اللہ کا جلال و جمال ہے

اور دال سے اللہ کا دین۔ اور ھوہ " "ھا" یہ ھاویہ کی "ھا" ہے تو بربادی ہے اس کیلئے کہ جو ھوئی النھار دوزخ کی آگ میں جا پہنچا اور "واؤ" سے اھل دوزخ کے لئے "ویل" یعنی بربادی ہے اور "زا"۔ تو زاویہ فی النھار ا۔ یعنی اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس سے کہ جو ھاویہ میں ہے اور "حطی "" تو حاء یعنی شب قدر میں استغفار کرنے والوں سے خطاؤں کا جھڑ جانا کہ جب جرائیل فرشتوں کے ساتھ طلوع فجر تک نازل ہوتے ہیں اور "طا" تو طوبیٰ لھم وحسن مآب (اھل جنت) کیلئے کامیابی و بہتر ٹھکانہ و بازگشت کی جگہ ہے۔" اور یہ (طوبیٰ) درخت ہے کہ جسے اللہ نے بویا ہے اور اس میں اپنی خاص روح کو پھونکا اور اس کی شاخیں جنت کی دیوار کے پیچھے سے دیکھی جاتی ہیں کہ جس سے حلّے اس کی شاخوں پر لٹکتے ہوئے نکلتے واگتے ہیں اور "یاء" واللہ فوق خلقہ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون ہے۔ وہ اپنی مخلوق پر غالب ہے۔

وضوء

(۱) " یا ایها الذین امنو ا اذا قمتم الی الصلوة فاغسلو ا و جو هکم "

'اے صاحبان ایمان جب تم نماز کے لئے آمادہ ہوتو اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ اور مسح کرو اپنے سروں کے بعض حصے کا اور اپنے پاؤں کا ٹخنوں تک کا ''.......الخ

(۲) " فلم تجد وا ماًء فتیمموا صعیداً طیباً"......الخ مائدہ

''تو جب تم پانی نہ پاسکو تو پاکیزہ مٹی سے تیمم کر لیا کرو کہ اپنے چہروں کا اور اپنے دونوں ہاتھوں کا مسح کر لیا کرو ''......الخ

بارگاہ ربوبیت میں عبادت وبندگی کے لئے حاضری کے لئے جسم ولباس کی طہارت کے ساتھ معبود کے حکم کے مطابق وضوء کو بھی لازم قرار دیا گیا ہے اور وضوء خالص وپاکیزہ پانی سے ہی ہوسکتا ہے اور جن اعضاء وحواس کو انسان کی عملی زندگی میں عمل ودخل ہے انہی کو وضوء میں شامل کیا گیا ہے اسی بنا پر وضو کرتے وقت عقل وفکر انہی اعضاء وحواس کی معصیات سے طہارت یعنی باطنی پاکیزگی کی طرف متوجہ ہو کیونکہ یہی اعضاء وحواس ہر طرح کے دنیاوی امور سے متعلق رہتے ہیں۔ نگاہیں ہر طرح کے دنیاوی امور کو دیکھتی ہیں اور کان ہر طرح کی دنیاوی باتوں کو سنتے ہیں اور زبان ہر طرح کے دنیاوی امور میں استعمال ہوتی ہے اور ہاتھ پاؤں دنیاوی امور میں مستعمل ہوتے ہیں اور فکر وذہن دنیاوی امور سے متعلق رہتا ہے۔لہذا وضوء کرتے وقت فکر وذہن اور اعضاء وحواس کو خدا کی رحمت وعفو اور ندامت کے پانی سے دھونے کا تصور کیا جائے کہ جس طرح پانی سے ان اعضاء وحواس کو پاکیزہ کر کے نماز وعبادت میں شرکت کا اہل بنایا ہے اسی طرح خدا کی رحمت وعفو اور اپنی ندامت اور عجز وذلت سے اپنے اعضاء وحواس سے گناہوں کو دھو کر بارگاہ ربوبیت میں قربت کے حصول کا اپنے کو اہل بنائے۔ چنانچہ امام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ یقیناً وضو کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تا کہ

عبد خداء جبار سے مناجات کے وقت جب اس کے سامنے کھڑا ہو تو پاکیزہ اور خدا کے حکم کا مطیع ہو اور سستی و نیند کے زوال کے ساتھ نجاسات و غلاظات سے پاک ہو اور قلب کے تزکیہ کے ساتھ خداء جبار کے سامنے قیام ہو اور چہرے و دونوں ہاتھوں اور سر و پاؤں کو وضوء میں اس لئے شامل و لازم کیا گیا ہے کہ جب عبد خداء جبار کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے یہ اعضاء کھلے ہوتے ہیں یعنی وہی اعضاء ظاہر ہوتے ہیں کہ جو وضوء میں (جن کا دھونا و مسح کرنا) واجب ہیں اور یہ اس بنا پر ہے کہ عبد چہرے کے ساتھ سجدہ اور خشوع کا اظہار کرتا ہے اور ہاتھوں کے ساتھ سوال کرتا ہے اور رغبت و خوف اور ترک دنیا کا اظہار کرتا ہے اور اپنے پاؤں کے ساتھ قیام و قعود کرتا ہے اور بیت الخلاء کی نجاست کے بجائے جنابت کی نجاست کے لئے غسل قرار دیا گیا ہے کیونکہ جنابت وجود انسانی سے ہے کہ جو پورے جسم سے خارج ہوتی ہے جبکہ بیت الخلاء کی نجاست تمام جسم سے خارج نہیں ہوتی بلکہ جو غذا ایک راستے سے داخل ہوتی ہے وہ دوسرے راستے سے خارج ہوتی ہے۔ پاکیزگی و طہارت اور صفائی کی اہمیت کی بنا پر وضوء سے قبل مسواک کرنے کو سنت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''تمہارے منہ قرآن کی تلاوت کے راستے ہیں لہذا ان کو مسواک کے ذریعے پاکیزہ کرو''۔ اور پیغمبر اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''مسواک کرنے کو لازم قرار دو کیونکہ وہ منہ کو پاکیزہ کرتا ہے اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔'' اور حضور اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''اگر میری امت کے لئے دشوار نہ ہوتا تو میں ان کے لئے ہر نماز سے قبل مسواک کرنے کو لازم قرار دینے کا حکم دیتا''۔ اور حضور اکرمؐ کا یہ بھی فرمان ہے کہ'' مسواک کر کے ادا کی گئی ایک نماز بغیر مسواک کئے پڑھی گئی ستر نمازوں سے افضل ہے''۔ اور پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ ''وضوء کی حالت میں ہوتے ہوئے پھر وضوء کرنا نور علی نور ہے۔'' پھر جب وضوء کا آغاز کیا جائے تو پہلے بسم اللہ...... الخ پڑھی جائے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''جس نے بسم اللہ......

الخ پڑھ کر وضوء کیا تو اس کا تمام جسم پاکیزہ ہوگیا تو وہ وضوء دوسرے وضوء تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوگیا اور جس نے وضوء سے قبل بسم اللہ ...... الخ نہیں پڑھی تو اس کا جسم مکمل طور پر پاکیزہ نہیں ہوا سوائے اس حصے کے کہ جہاں پانی پہنچا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "جس نے وضو کرتے وقت بسم اللہ ...... الخ کو پڑھا تو اس نے گویا غسل کیا۔ وضوء کرنے کے لئے جب پانی سے کلی کی جائے تو کہا جائے "اللھم اعنی علیٰ تلاوۃ کتابک و کثرۃ ذکرک ...... اے اللہ اپنی کتاب کی تلاوت کے لئے اور اپنے ذکر کی کثرت کے لئے میری مدد فرما" اور ناک میں پانی ڈالتے وقت یہ کلمات کہے جائیں "اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ وانت عنی راض ...... اے اللہ جنت کی خوشبو کے ذریعے مجھے راحت عطا فرما جبکہ تو مجھ سے راضی ہو" اور چہرے پر پانی ڈالتے وقت یہ کلمات کہے جائیں ۔" اللھم بَیّض وجھی بِنُورِکَ یَومَ تبیَضُّ وجوہُ اَولیائکَ و لاتسَوِّدْ وجھی یوم تسوَدُّو جوہ اَعدائِک ...... اے اللہ اپنے نور کرامت سے میرے چہرے کو سفید و نورانی قرار دے اس روز کہ جب تیرے اولیاء کے چہرے نورانی ہوں گے اور میرے چہرے کو سیاہ نہ کرنا اس روز کہ جب تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہوں گے"۔ دائیں بازو پر پانی ڈالتے وقت یہ کلمات کہے جائیں "اللھم اَعطِنِی کتابی بیمینی وحاسبنی حساباًیسیرا" ...... اے اللہ میری کتاب عمل میرے دائیں ہاتھ میں عطا فرما اور میرا حساب آسان فرما۔ اور بائیں بازو پر پانی ڈالتے وقت یہ کلمات کہے جائیں "اللھم اِنّی اعوذُبک ان تُعطِینی کتابی بشمالی اومن وراء ظھری ...... اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ تو میری کتاب عمل میرے بائیں ہاتھ میں دے یا میری پشت کی طرف سے دے۔" اور سر کا مسح کرتے وقت یہ کلمات کہے جائیں: اللھم اغشِنی برحمتک و اَنزِل عَلَیَّ برکاتک و اَظلّنی تحتَ ظِلّ

عــرشِـک یـومَ لا ظِـلَ الاظِلُکَ'' ''اے اللہ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے اور اپنی برکتیں مجھ پر نازل فرما اور اپنے عرش کے سائے کے نیچے مجھے قرار دے جب تیری رحمت کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔'' اور پاؤں کا مسح کرتے وقت یہ کلمات کہے جائیں

" اللھم ثَبِت قدمی علی الصراط المستقیم یوم تَزِلُ الاقدام فی النار ''۔

''اے اللہ میرے قدموں کو صراط مستقیم یعنی پل صراط پر ثابت رکھ اس روز کہ جب قدم پھسل کر آگ میں جا پہنچیں گے۔''

بندگی کی حقیقت

(" تسبح له السموات السبع و الارض و من فیهن وان من شئی الا یسبح بحمده و لکن لا تفقهون تسبیحهم ...... الخ (44)بنی اسرائیل

" سات آسمان اور زمین اور جولوگ ان میں رہتے ہیں وہ سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور (کائنات کی) کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کی تسبیح نہیں سمجھتے")

الم تران الله یسبح له من فی السموات و الارض و الطیر صافات کُلُ قد عَلِمَ صلاته و تسبیحه ؕ والله علیم بما یفعلون ا.. الخ (41) نور

کیا تو نے بغور نہیں دیکھا کہ یقیناً تمام آسمانوں اور زمین میں جو لوگ ہیں اور پر پھیلائے پرندے اسی کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ جانتے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے۔

(انسان و کائنات کی تخلیق و تزئین کا مقصد خالق فطرت کی معرفت اور اس کے علم و قدرت اور عظمت و اقتدار کے اظہار کے ساتھ اس کی بندگی و اطاعت ہے کائنات کے ذرے سے لے کر آفتاب و ماہتاب تک تمام اشیاء نعمت وجود سے آراستہ ہو کر اپنے قوانین فطرت کی پابندی کرتے ہوئے انسان کی خدمت گزاری میں مصروف عمل رہ کر اپنی تخلیق کے مقصد کی تکمیل کر رہی ہیں اور اس بات کو واضح کر رہی ہیں کہ کائنات کی کسی شے و ذرے کو بے مقصد وجود عطا نہیں کیا گیا اور اسی طرح مخدوم کائنات و اشرف المخلوقات اور خلاصہ کائنات انسان کا وجود بھی بے مقصد نہیں بلکہ اس کی تخلیق کا مقصد سب سے اہم اور ارفع و اعلیٰ ہے یعنی انسانی تخلیق کا مقصد اور اس کی عزت و عظمت کی علامت خالق کائنات خداوند عالم کی معرفت)

وبندگی ہے جیسا کہ سورہ ذاریات میں ارشاد ربانی ہے کہ ''میں نے جن وانس کو صرف (اپنی) معرفت وبندگی کے لئے پیدا کیا ہے'' خالق فطرت نے انسانی فطرت کو محسن شناسی و محسن کی شکر گذاری کی صفت پر استوار کیا ہے اور عقل اس بات کی معترف ہے کہ منعم حقیقی خلاق عالم کی ذات ہے کہ جس کے وجود انسانی پر اسقدر بے شمار احسانات ہیں کہ جن کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔''

اس منعم حقیقی نے سب سے پہلے وجود وحیات کے انعام سے نوازنے اور صورت بشری عطا کرنے کے ساتھ انسانی وجود میں عقل کا چراغ روشن کرنے کا عظیم احسان کر کے اسے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف عطا کیا ہے اور پھر جس قدر ظاہری و باطنی حواس عطا کئے انہی کی مناسبت سے کارخانہ کائنات کو اشیاء سے آراستہ کیا۔ نگاہوں کے لئے حسین و جمیل مناظر قدرت وسبزہ زار خلق کئے اور سماعت کے لیے نغمہ سرا چہچہاتے پرندے خلق کئے اور شامہ کے لئے خوشبودار پھول خلق کئے۔ اور ذائقہ کے لئے شیریں ذائقہ دار اشیاء و پھل پیدا کئے اور اسی طرح عقل وفکر کے لئے وحی والہام اور آیات کائنات کے ذریعے علوم و معارف کا انتظام کیا اس طرح انسان پر اس قدر ظاہری و باطنی نعمات کی بارش کی گئی ہے کہ جن کا نہ ہی عقول انسانی احاطہ کر سکتی ہیں اور نہ ہی ان کا مکمل شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے لیکن محسن شناسی و محسن کی شکر گزاری کے فطری جذبے کا تقاضا ہے کہ جس محسن حقیقی کی اس قدر عظیم و بے شمار نعمات و احسانات ہوں اس کا شکریہ اس کی عظمت و احسانات کے لحاظ سے ادا کیا جائے اسی بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس محسن حقیقی کا جو شکریہ ادا نہ کرے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ منعم کی عظمت اور اس کے انعامات کثیرہ کا عقول انسانی احاطہ نہیں کر سکتیں۔ اسی بنا پر اس منعم حقیقی نے دوسرا اہم احسان یہ کیا کہ اس نے اپنی بندگی و شکر کا طریقہ خود تعلیم کیا اور اس کی معرفت ومحسن شناسی کے اقرار و اعتراف کے ساتھ اس کے

شکریے و بندگی کے اظہار کا کامل ترین طریقہ نماز ہے کہ جس کی بنا پر نماز کو افضل عبادت قرار دیا گیا ہے لہذا انسان کو چاہیے کہ اپنے خالق و مالک اور محسن حقیقی کی معرفت کے ساتھ اس کا شکریہ و بندگی بجالاتے ہوئے اپنی عزت و شرف کی حفاظت کے ساتھ تخلیقی مقصد کی تکمیل کرے اور یہ بھی قانون فطرت ہے کہ ناقص کامل کے سامنے جھکے اور اس کی اطاعت کرے۔ یہ اصول پوری کائنات میں کارفرما ہے۔ جمادات جمود کے نقص کی بنا پر مادی ترقی سے محروم ہیں اور نباتات میں نمو یعنی قوۃ نامیہ کی بنا پر ترقی کرنے کا جوہر موجود ہے کہ جس کی وجہ سے وہ بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہیں اور اسی قوۃ نامیہ کے کمال کی وجہ سے نباتات جمادات سے افضل ہونے کی بنا پر جمادات سے خدمت لیتے ہیں۔ لہذا جیسے ہی کوئی بیج خاک میں جاتا ہے زمین کی قوتیں اس کی خدمت گزاری میں مصروف ہو جاتی ہیں اس طرح زمین بلا امتیاز ہر طرح کے نباتات کی خدمت گزاری کا فریضہ انجام دے رہی ہے اور اسی طرح نباتات ناقص ومحکوم ہیں اور حیوان کو قوۃ حیوانیہ کی بنا پر نباتات پر فضیلت حاصل ہے جس کی وجہ سے حیوان کو حق تصرف حاصل ہونے کی بنا پر جس نبات کو چاہے وہ اپنی خوراک بنالیتا ہے اور اسی طرح حیوان ناقص ومحکوم ہے اور انسان کو نفس ناطقہ کی بنا پر حیوان و دیگر تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے کہ جس کی بنا پر انسان کو کائنات کی تمام اشیاء پر تصرف کرنے اور ان سے خدمت لینے کا حق حاصل ہے اور یہ بھی قانون فطرت وتکوین ہے کہ ادنیٰ کا اعلیٰ و افضل پر قربان ہو جانے سے وہ فناہ نہیں ہوتا بلکہ اسے ترقی وبقا حاصل ہو جاتی ہے اس طرح زمین سے جو اجزاء نبات پر قربان ہو کر ان کا جزء بن جاتے ہیں وہ جماد سے ترقی کر کے بلند مقام حاصل کر لیتے ہیں اور اس طرح حیوان کی خوراک بن جانے والے نبات ترقی حاصل کر لیتے ہیں اور اسی طرح انسان کی خوراک بن جانے والے حیوان اس کے وجود کا جز بن کر ترقی حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی اصول کی بنا پر انسان جب اپنے خالق و مالک کی کمال اطاعت وفرماں برداری کرتے ہوئے

خود کو اس کے کلمہ توحید پر قربان کر دے تو وہ انسان بھی فناہ نہیں ہوتا بلکہ ترقی کر کے کلمہ توحید کا جزء بن جاتا ہے اور قرآن کی زبان میں شہید کہلاتا ہے جب انسان کو افضل و اعلیٰ ہونے کی بنا پر کائنات کی اشیاء پر حق تصرف حاصل ہے اور کائنات کی اشیاء انتہائی فرماں برداری سے اس کی خدمت گزاری میں مصروف ہیں تو اسی طرح انسان کو بھی اپنے خالق و مالک پروردگار کا انتہائی مطیع و فرماں بردار ہونا چاہیے خدا کی اسی فرماں برداری کو بندگی و عبادت کہتے ہیں۔ اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کے اظہار کا افضل ترین طریقہ نماز کی صورت میں ہے اسی بنا پر نماز اپنی اہمیت و فرضیت کی بنا پر افضل عبادت ہے اور جس طرح حیوان و انسان کے کام آنے والے نبات اور اشیاء کی قدر و قیمت ہے اسی طرح انسانوں میں بھی اسی کی عزت اور قدر و قیمت ہے کہ جو خالق کائنات کی بندگی کرے۔

مراتب عبادت

اخلاص وصفاء باطن کے لحاظ سے عبادت گزاروں کے چند مراتب ہیں۔

(1) عبادۃ الشاکرین:۔

یعنی جو خدا کی غیر متناہی نعمات پر اظہار تشکر کی بنا پر اس کی عبادت و بندگی کرتے ہیں۔

(2) عبادۃ المقربین:۔

یعنی جو معبود حقیقی کے تقرب کے لئے عبادت و بندگی کرتے ہیں یہ قربت معنوی ہے یعنی انسان ممکن الوجود ہونے کی بنا پر ناقص ومحتاج ہے اور معبود حقیقی خدا واجب الوجود ہونے کی بنا پر نقص سے پاک اور ہر احتیاج سے مستغنی ہے اور اسی طرح رذائل اخلاق نقص ہیں لہذا عبد رذائل اخلاق کے ازالے کی جس قدر کوشش کرے گا اسی قدر معبود حقیقی سے معنوی قربت حاصل ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ ''تخلقوا باخلاق الله ...... الٰہی صفات سے بقدر ظرف آراستہ ہو جاؤ'' اس قربت معنوی سے محبت کا تعلق استوار ہوگا۔

(3) معبود سے حیاء کرنے والوں کی عبادت:۔

یعنی خدا کی عظمت واقتدار اور رحمت ورأفت کے اعتقاد اور انسانی ضمائر و حقائق پر مطلع ہونے پر یقین اور خدا سے حیاء کی بنا پر معصیت سے بچ کر طاعات کی طرف سبقت کرنے والے کی عبادت۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ ''تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو یقیناً وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' جناب لقمان نے اپنی اولاد کو وصیت کی ''اے بیٹا اگر تم اپنے پروردگار کی نافرمانی کرنا چاہتے ہو تو ایسی جگہ تلاش کرو جہاں خدا تمہیں نہ دیکھے'' اور خدا سے کوئی جگہ پوشیدہ نہیں ہے۔

(4) لذة حاصل کرنے والوں کی عبادت:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب سے ہم کلام اور اس کی عبادت میں لذت محسوس کرتے ہیں جس طرح کہ اہل دنیا' دنیا سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق - نے فرمایا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ'' اے میرے سچے بندو' دنیا میں میری عبادت کی نعمت حاصل کرو کیونکہ اس عبادت سے تم آخرت میں متنعم ہوگے۔''

اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''لوگوں سے افضل وہ ہے جو عبادۃ سے عشق کی بنا پر عبادت و بندگی سے معانقہ کرے اور عبادت کو قلب سے محبوب رکھے اور عبادت ادا کرنے کے لئے اپنے جسم کو اس کے لئے فارغ کر کے اس سے ملا دے تو ایسے شخص کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی ہے کہ اس کی صبح تنگدستی میں ہوئی ہے یا خوشحالی میں ہوئی ہے۔''

(5) محبین کی عبادۃ:۔ یعنی جو اپنی طاعۃ و عبادۃ کی وجہ سے محبت الٰہی کے درجات کمال تک پہنچ چکے ہوں جن کے لئے ارشاد ربانی ہے کہ "یحبھم و یحبونہ" خدا ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں ''اسی منزل پر امیرالمومنینؑ اپنے معبود سے مخاطب ہیں کہ "فھبنی یا الٰھی صبرت علی عذابک فکیف اصبر علیٰ فراقک" ''اے معبود حقیقی تیرے عذاب پر تو صبر کیا جا سکتا ہے لیکن تیری جدائی پر کیسے صبر کیا جائے''۔

(6) عبادۃ العارفین :۔ یہ وہ جن کا وجود ہی عبادۃ پر قائم ہو جیسا کہ امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے کہ "الٰھی ما عبدتک خوفاً من نارک و لا طمعاً فی جنتک و لکن وجدتک اھلاً للعبادۃ فعبدتک" ''میرے معبود حقیقی میں نے تیری عبادت و بندگی نہ ہی تیرے دوزخ کے خوف سے اور نہ ہی تیری جنت کی لالچ میں کی بلکہ میں نے تجھے عبادۃ کے لائق پا کر تیری عبادت کی ہے''۔

نماز کی فرضیت وافادیت:۔(1) ''ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً'' ...... الخ (103)سورۂ نساء

''یقیناً نماز ایمانداروں پر معین کیے ہوئے وقت میں فرض کی گئی ہے''۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ ''نماز کو فضول وحقیر سمجھنے والا میری امت سے خارج ہے۔بخدا وہ حوض کوثر پر مجھ پر وارد نہیں ہوگا''۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ''یقیناً سب سے بڑا چور وہ ہے کہ جو اپنی نماز کی چوری کرتا ہے۔''

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا'' بروز قیامت سب سے پہلے نماز کو دیکھا جائے گا اگر نماز قبول ہوئی تو دوسرے اعمال کو دیکھا جائے گا اگر نماز قبول نہ ہوئی تو دوسرے اعمال نہیں دیکھے جائیں گے''۔

ایک شخص نے عرض کیا فرزند رسول مجھے نصیحت کیجئے تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ''عمداً نماز ترک نہ کرو جو ایسا کرتا ہے اسلام اس سے بیزار ہے۔''

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ''اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل نماز ہے اور نماز انبیاء کی آخری وصیت ہے۔''

ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ ''جب تم نماز پڑھو تو الوادعی نماز سمجھ کر نماز پڑھو اس خیال سے کہ پھر نہیں لوٹ سکو گے''۔

(2)''انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني واقم الصلوة لذكري '' الخ (14سورۃ طه

''یقیناً میں ہی وہ اللہ ہوں کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ بندوں کو خدا سے قریب کرنے

والا کون سا عمل ہے۔ آپؐ نے فرمایا'' معرفت الہیٰ کے بعد نماز سے افضل کوئی عمل میں نہیں جانتا کیا تم نے عیسیٰؑ ابن مریم کا قول نہیں سنا کہ کہا تھا '' او صانی بالصلوة و الزکوة مادمتُ حیاً '' ''کہ جب تک میں حیاۃ دنیا سے متعلق ہوں خدا نے مجھے نماز و زکوۃ کی وصیت و تلقین کی ہے۔'' پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا'' نماز میں میری نگاہوں کی ٹھنڈک ہے۔'' امیر المومنینؑ نے فرمایا ''نماز ہر متقی کے لئے تقرب الہیٰ کا ذریعہ ہے''۔

(3) '' منیبین الیہ و اتقوہ و اقیموا الصلوة ''...... الخ (31) سورۃ روم

''اسی کی طرف رجوع کرنے والے بنو اور اسی سے ڈرتے رہو اور پابندی سے نماز پڑھا کرو اور کفر کی روش اختیار کرنے والوں میں نہ بنو۔''

امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ '' اللہ اللہ (نماز کو نہ بھولو) کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔''

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ''نماز کو فضول و حقیر جاننے والا ہماری شفاعت سے محروم رہے گا۔''

(4)'' ان الصلوة تنھی عن الفحشاء و المنکر ولذکر اللہ اکبر ''

'' یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے باز رکھتی ہے اور خدا کی یاد یقیناً بڑا مرتبہ رکھتی ہے۔'' پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ '' جسے اس کی نماز بے حیائی اور برائی سے نہیں روکتی تو وہ خدا سے دور ہو جاتا ہے۔'' پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ '' جب تک فرزند آدم پانچ نمازوں کے اوقات کی پابندی کرتا ہے تو شیطان اس سے دور رہتا ہے اور جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو شیطان کی جرات بڑھ جاتی ہے اور وہ اسے بڑے گناہوں میں پھنسا دیتا ہے۔'' امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ '' اگر کسی محلے میں ہزار افراد آباد ہوں اور ہمارا ایک شیعہ بھی وہاں آباد ہو تو اگر کوئی پوچھنے والا دریافت کرے کہ یہاں کوئی دیانت دار

نمازی اور امین شخص موجود ہے تو سب لوگ اس کی طرف اشارہ کریں اگر ایسا ہو تو وہ ہمارا شیعہ ہے''۔

(5) '' اقم الصلوۃ طرفی النہار و زلفاً من اللیل ان الحسنات یذھبن السیئات ''...... الخ (115) ھود۔

'' اور دن کے دونوں کناروں میں اور کچھ رات گئے نماز پڑھا کرو۔ یقیناً نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں اور ہماری یاد کرنے والوں کے لیے یہ باتیں نصیحت ہیں''۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''یا علی میری امت کے لیے پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی ہے کہ جو کسی کے دروازے پر جاری ہو اگر اس کے جسم پر میل ہو اور وہ روزانہ اس نہر میں پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر میل رہ سکتی ہے۔ حضرت علیؑ کہا نہیں تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ''بخدا پانچ نمازیں اسی طرح ہیں۔'' امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ ''جس نے نماز کو اس کے حق کے ساتھ ادا کیا وہ بخش دیا گیا۔'' امیر المومنینؑ نے لوگوں سے کہا تمہارے نزدیک کتاب الٰہی میں کونسی آیت گناہوں کی بخشش کی زیادہ امید دلانے والی ہے۔ تو بعض نے کہا ان اللہ لا یغفران یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک آپ نے فرمایا یہ حسنہ ہے لیکن یہ آیت نہیں تو بعض نے کہا و من یعمل سوء او یظلم ...... الخ (نساء-110) آپ نے فرمایا یہ حسنہ ہے لیکن یہ وہ آیت نہیں تو بعض نے کہا قُل یعبا دی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطو ا...... الخ (زمر - 53) آپ نے فرمایا یہ تمام آیات رحمت الٰہی کی امید دلاتی ہیں۔ تو سب نے کہا ہمیں وہ آیت معلوم نہیں ہے۔ تو امیر المومنینؑ نے فرمایا میں نے اپنے حبیبؐ رسول خدا سے سنا کہ آپ نے فرمایا زیادہ امید دلانے والی آیت یہ ہے '' اقم الصلوۃ طرفی النہار و زلفاً من اللیل ان الحسنات یذھبن السیات ...... الخ '' ''یا علیؑ اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ مجھے بشیر و نذیر بنا کر

بھیجا ہے کہ ہم میں سے جب کوئی وضو کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے اعضاء و جوارح کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور جب چہرے و قلب کو قبلہ رخ کر کے کھڑا ہوتا ہے تو نماز سے فراغت تک اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔'' ابو عثمان کہتا ہے کہ ''ایک دفعہ میں سلمان فارسی کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ سلمان نے ایک خشک شاخ کو پکڑ کر ہلایا تو اس کے پتے گر پڑے اور کہا کہ ابو عثمان تم نے مجھ سے دریافت نہیں کیا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ جب پوچھا تو سلمان فارسی نے کہا اسی طرح ایک روز پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ آپ نے ایک خشک شاخ کو پکڑ کر حرکت دی تو اس کے پتے گر پڑے اور پھر مجھ سے فرمایا اے سلمان تم مجھ سے نہیں پوچھتے ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ جب میں نے دریافت کیا تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ''اے سلمان مسلمان جب وضو کر کے پانچ نمازوں کو ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح خشک درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ''اقم الصلوۃ طرفی النھار و زلفاً من اللیل ان الحسنات یذھبن السیات ... الخ''۔ ابو امامہ راوی ہے کہ ہم مسجد میں پیغمبر اکرمؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہؐ میں نے ایسا گناہ کیا ہے کہ جس سے مجھ پر حد واجب ہو گئی ہے لہذا حد برداشت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کیا تم ہمارے ساتھ نماز (جماعت) میں شریک تھے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا ''خدا نے تیرا گناہ معاف کر دیا ہے''۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ ہم نماز کے انتظار کے لئے مسجد میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر پیغمبر اکرمؐ سے کہا یا رسولؐ اللہ مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے تو آپ نے اس کی بات کو ٹال دیا اور پھر جب نماز پڑھی گئی تو فراغت کے بعد اس شخص نے دوبارہ اپنے گناہ کا ذکر کیا تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کیا تم نے صحیح وضو کر کے ہمارے ساتھ

نماز نہیں پڑھی۔ کہا پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا بس تیرے گناہ کا کفارہ ہو گیا۔"

(6) "لو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض "...... الخ (251) بقرہ۔

"اگر خدا بعض لوگوں کے ذریعے بعض کا دفاع نہ کرتا تو روئے زمین پر فساد پھیل جاتا مگر خدا تمام جہانوں پر صاحب فضل و احسان ہے۔" حضرت علیؑ نے فرمایا "جب اہل زمین گناہ کرتے ہیں اور خدا ان کو عذاب دینا چاہتا ہے کہ ان میں سے کسی کو نجات نہ دے مگر ان کے بوڑھے نماز پڑھنے جاتے ہیں اور بچے قرآن سیکھنے جاتے ہیں تو ان پر رحم کرنے کی بنا پر خدا ان سے عذاب کو روک لیتا ہے" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ "ہمارے نمازی شیعہ کی وجہ سے خدا ہمارے بے نماز شیعہ سے عذاب کو رفع کرتا ہے اگر سب ترک نماز پر جمع ہو جائیں تو سب فوراً ہلاک ہو جائیں اور زکوۃ دینے والے ہمارے شیعہ کی وجہ سے زکوۃ نہ دینے والے ہمارے شیعہ سے خدا عذاب کو رفع کر دیتا ہے اور اگر سب ترک زکوۃ پر متفق ہو جائیں تو سب ہلاک ہو جائیں اور حج کرنے والے ہمارے شیعہ کی وجہ سے حج نہ کرنے والے ہمارے شیعہ سے خدا عذاب کو رفع کر دیتا ہے اگر حج کے ترک پر سب متفق ہو جائیں تو سب ہلاک ہو جائیں۔"

(7) " یا ایها الذین امنوا استعینوا بالصبر و الصلوۃ ان الله مع الصابرین "...... الخ (153) بقرہ "اے ایماندارو صبر و نماز کے ذریعے (خدا سے) مدد طلب کرو یقیناً خدا صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے"۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "تمہیں اس سے کیا مانع ہے کہ جب تم پر کوئی مصیبت وارد ہو تو وضو کر کے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ کر خدا کو یاد کرو کیا تم نے خدا کا قول نہیں سنا ہے کہ "و استعینوا .. الخ امام جعفر صادق ... فرمایا "جب کوئی بھوکا ہو تو باوضو دو رکعت نماز پڑھ کر کہے " یارب انی جائع فاطعمنی ...... اے خداوند عالم میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا " تو یقیناً خدا اسی وقت اسے

کھانا کھلائے گا۔پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا'' جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو عرش سے ایک فرشتہ ندا دیتا ہے اے لوگو جو آگ اپنی پشت کی طرف تم نے روشن کی ہے اس کی طرف بڑھ کر اپنی نماز کے ذریعے اسے بجھا دو۔'' پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ'' تم اپنے اہل خانہ کو نماز پڑھنے کا حکم دو کیونکہ خدا تم سے زیادہ قریب ہے اسی بنا پر اس کا ارشاد ہے کہ'' تم جس طرف بھی رخ پھیرو گے اسی طرف خدا کو پاؤ گے۔'' جناب موسیٰ کے پاس آسمان کی طرف سے فرشتہ آیا آپ نے کہا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا خدا کے ہاں سے آیا ہوں۔ پھر اچانک زمین سے ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ اس سے دریافت کیا تو اس نے بھی یہی کہا کہ خدا کے ہاں سے آیا ہوں پھر جنوب وشمال اور مشرق ومغرب کی جانب سے ایک ایک فرشتہ حاضر ہوا اور ہر ایک نے کہا کہ خدا کے ہاں سے آیا ہوں تو جناب موسیٰ نے کہا کہ'' حمد وثناء کے لائق ہے وہ ذات کہ جس سے کوئی جگہ خالی نہیں۔'' ہر جگہ موجود ہوتے ہوئے اس نے بعض مقامات کو اپنی طرف نسبت دے کر مخصوص قرار دیا ہے۔ اسی طرح خانہ کعبہ کو اپنا گھر یعنی اپنی طرف نسبت دے کر اپنی رحمت کا خاص مرکز قرار دیا ہے۔ وہ واحد حقیقی ہے لہٰذا اپنے بندوں کے درمیان بھی فکری وعملی وحدت کے قیام کے لئے جہاں عبادت کا ایک طریقہ تعلیم کیا وہاں ایک ہی جانب عبادت کے لئے تمام انسانوں کے رخ کو موڑ کر فکری وعملی وحدت قائم کرنے کا اہتمام کیا ہے اور ایک خاص گھر ومقام کو معزز ومحترم اور مبارک قرار دینے کے ساتھ اسے اپنے ولی کی ولادت وظہور کی جگہ قرار دے کر دنیا انسانیت کے لئے اسے قبلہ قرار دیا اور تمام انسانوں کی گردنوں کو اس کی طرف جھکا کر فکری وعملی وحدت کو قائم کر دیا ہے کہ اجسام اگر خدا کے گھر کی طرف جھک رہے ہوں تو قلوب وبواطن گھر کے مالک کی طرف جھک رہے ہوں کیونکہ ظاہری اعمال باطن سے مناسبت وتعلق کی بنا پر باطن پر اثر وتحریک پیدا کرتے ہیں۔ اسی بنا پر نماز میں قیام کے وقت تمام اعضاء کا بھی سکون کے ساتھ کعبہ کی طرف رخ ہو اگر ظاہر کا رخ

کعبہ سے پھر گیا اور ادھر ادھر رخ کو موڑ دیا گیا تو قلب و باطن بھی اسی طرف متوجہ ہو جائے گا چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''عبد جب تک غیر کی طرف سے توجہ ہٹا کر خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو خدا بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا'' لہذا ابصارت وسماعت اور اعضاء سکون کے ساتھ ایک جانب متوجہ ہوں اور باطن معبود کی طرف متوجہ ہو اور یہ خیال رہے کہ معبود اس کے باطن کو دیکھ رہا ہے لہذا مالک الملوک سے مناجات کرتے وقت ظاہر و باطن اسی کی طرف متوجہ ہو اور یہ توجہ الی اللہ خشوع (باطن میں عظمت الٰہی کا احساس) کا ثمرہ ہے۔ باطن خاشع ہوگا تو ظاہر بھی خاشع ہوگا۔ پیغمبر اکرمؐ نے ایک شخص کو نماز کی حالت میں داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا ''اگر اس کا دل خاشع ہوتا تو اس کے اعضاء بھی خاشع ہوتے کیونکہ رعایہ راعی کے حکم کی تابع ہے۔'' اور ایک دعا میں ہے کہ ''اے اللہ راعی و رعیت کی اصلاح فرما'' یعنی قلب و اعضاء کی اصلاح فرما اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''جب تم قبلہ رخ ہو جاؤ تو دنیا و مافیہا اور تمام مخلوق سے مایوس ہو جاؤ اور جو بات و امر تجھے خدا سے غافل کرے اس سے اپنے قلب کو خالی کرلو اور اپنے باطن سے عظمت الٰہی کا نظارہ کرو تو خدا تمہیں ایسے مقام سے رزق عطا کرے گا کہ جسے تم پہچانتے نہیں ہوگے'' اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''جب تک تم نماز میں ہو خداء جبار کے دروازے پر دستک دے رہے ہو اور جو بکثرت دروازے پر دستک دیتا رہتا ہے تو اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔''

(8) ''حافظوا علی الصلوٰة و الصلوٰة الوسطیٰ و قوموا للّٰہ قٰنتین'' ....الخ (248) سورۃ بقرۃ –

''(اور مسلمانوں) تم تمام نمازوں کی اور خصوصاً بیچ کی نماز کی پابندی و حفاظت کرو اور خدا کے لئے قنوت پڑھنے والے ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔''

ابان نے مزدلفہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی بعد کو ان کی طرف متوجہ

ہو کر امام نے فرمایا'' اے ابان پانچ نمازیں ان کی حدود کے ساتھ جس نے ادا کیں اور ان کے اوقات کی حفاظت کی تو وہ خدا سے بروز قیامت جب ملاقات کرے گا تو خدا کے ہاں اس کے لئے عہد ہوگا کہ جس کی بنا پر خدا اگر چاہے تو اسے معذب کرے اور چاہے تو اسے بخش دے۔''

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ'' مومن جب تک پانچ نمازوں کی حفاظت کرتا ہے تو شیطان اس سے خائف رہتا ہے تو جب وہ نمازوں کو ضائع کر دیتا ہے تو شیطان کو اس پر جرات حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اسے گناہان کبیرہ میں داخل کر دیتا ہے۔'' امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ'' جب نماز اپنے وقت میں بلند ہو تو وہ اپنے صاحب کی طرف لوٹتی ہے تو وہ روشن سفید ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ تو نے میری حفاظت کی خدا تیری حفاظت کرے اور جب غیر وقت میں بغیر حدود کے ساتھ بلند ہوتی ہے تو اپنے صاحب کی طرف جب لوٹتی ہے تو سیاہ اور تاریک ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ تو نے مجھے ضائع کیا خدا تجھے ضائع کرے۔'' پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا'' ہر شے کا چہرہ ہے اور تمہارے دین کا چہرہ نماز ہے تو تم میں سے کوئی اپنے دین کے چہرے کو نہ بگاڑے۔''

قبلہ رخ ہونا:۔ '' فاینما تولوا فثمّ وجه الله ''......الخ سورة بقره۔

'' پس تم جہاں کہیں سے (قبلہ کی طرف) رخ پھیر لو تو وہیں خدا کا سامنا ہے'' تمام کائنات کا خالق و مالک خداوند عالم کی ذات ہے کہ جو ہر جگہ موجود ہے کوئی مقام و جگہ اس کے وجود سے خالی نہیں ہے۔ ہر ذی حیات سے وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور نماز کے لئے جب کھڑا ہو تو بروز قیامت خدا کے سامنے (حساب کے لئے) کھڑا ہونے کو یاد کرو کہ خدا کا ارشاد ہے کہ هنا لک تبلوا کل نفس ما اسلفت وردو ا الى الله مولا هم الحق الخ (یونس –30)

(31) سورہ یونس۔ (وہاں ہر شخص کہ جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا تھا جان لے گا اور وہ

سب اللہ کی طرف پلٹائے جائیں گے کہ جو ان کا برحق مالک ہے) اور نماز میں خوف وامید کے قدموں پر کھڑے ہو جاؤ۔'' جب انسان اپنے قلب و باطن کو خالص کر کے خدا کی طرف متوجہ کر دے اور اس توجہ کے ساتھ نماز ادا کرے تو اس کے لئے پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جب عبد نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اگر اس کا قلب ونفس اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ پھر اس طرح پاکیزہ ہو کر لوٹتا ہے کہ جس روز اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا''۔ لیکن اگر کوئی شخص معبود کی عظمت وکبریائی سے غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے اپنے باطن وقلب کے رخ کو معبود کی طرف نہ موڑے تو ایسے شخص کے لئے پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''وہ شخص کہ جو اپنے چہرے و باطنی رخ کو نماز میں خدا کی طرف سے پھیر لیتا ہے تو کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ خدا اس کے چہرے کو گدھے کے چہرے کی طرف پھیر دے۔'' لہٰذا ظاہری چہرے کو تمام جہات سے موڑ کر بیت اللہ کی طرف پھیرے اور قلب کے رخ کو تمام اشیاء سے پھیر کر پروردگار کی طرف موڑ دے کیونکہ ظاہری اعمال باطن کی تحریک کے لئے ہیں پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''خدا نمازی کی طرف متوجہ اور راغب اس وقت ہوتا ہے کہ جب وہ کسی غیر کی طرف متوجہ نہ ہو۔''

نماز کی حقیقت

'' اننی انا اللہ لا الہ الاّ اللہ انا فاعبدنی و اقِم الصلوٰۃ لذکری ''..الخ ۱۴ سورۃ طٰہٰ۔

''یقیناً میں ہی وہ اللہ ہوں کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میری بندگی کرو اور تم میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔''

عبد کی عزت وشرف اپنے خالق ومالک رب کریم کی اطاعت وبندگی میں ہے اور معبود حقیقی کی بندگی ہی معراج انسانیت اور دلیل شرافت ہے اور عبدیت کی معراج وکمال بندگی نبوۃ ہے اور اپنے خالق حقیقی کے سامنے دل وزبان واعضاء سے اظہار بندگی کا افضل ترین طریقہ اور خدا

کے بے شمار احسانات کا شکر یہ نماز ہے اور نماز ہی عبد و معبود کے درمیان سے تمام حجابات کے دور ہونے کا ذریعہ ہے کہ جس کی بنا پر نماز مومن کی معراج ہے کہ جس میں خدا کی عظمت و کبریائی اور یکتائی کا اقرار ہے اور نماز ہی کے ذریعے عبد و معبود کے درمیان قربت و محبت کا تعلق قائم ہوتا ہے اور نماز ہی بے قرار روح کی تسکین اور مایوس دل کی دعا ہے اور نماز ہی اخلاق ذمیمہ سے نجات دلا کر نفس و باطن کی طہارت و تہذیب کے ساتھ رب کریم کی قربت و رضا کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ نماز ہی وہ بندگی ہے کہ جس کے وسیلے سے عبد کی نگاہ باطنی سے معنوی حجابات دور ہو جاتے ہیں اور بندہ مومن نگاہ باطنی سے معبود حقیقی کے جمال و جلال کا مشاہدہ کر کے مالک کائنات سے بلافصل ہم کلامی کا شرف حاصل کرتا ہے اور جس قدر باطنی جلا و صفا میں اضافہ ہوتا جائے گا اسی قدر جمال الٰہی کے دیدار سے معنوی رکاوٹیں دور ہوتی جائیں گی اور باطن کا جمال الٰہی میں استغراق بڑھتا جائے گا اور پھر وہ منزل آئے گی کہ عبد اس استغراق کی وجہ سے اپنے وجود و ماحول سے مستغنی ہو جائے گا کیونکہ یہ فطرت انسانی ہے کہ وہ فکر و ذہن کے انہماک و کمال توجہ سے اپنے وجود و ماحول سے مستغنی ہو جاتا ہے جیسا کہ سورۃ یوسف میں بیان کیا گیا ہے کہ جمال مجازی یعنی جمال یوسف میں استغراق کی وجہ سے زنان مصر نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں لیکن تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔ جب جمال مجازی میں اس قدر کشش ہو سکتی ہے تو جمال حقیقی و معنوی یعنی جمال توحید کے مشاہدے میں اگر کوئی عبد کامل غرق ہو تو بحالت سجدہ اس کے پاؤں سے تیر کھینچ لیا جائے گا تو تکلیف کا احساس نہیں ہوگا اور حالتِ جسم سے جدا کر لیا جائے تو جمال توحید کے استغراق میں فرق و کمی نہیں آئے گی۔ اسی بنا پر نماز کو مومن کی معراج قرار دیا گیا ہے اور اسی بنا پر عبد کی نماز کا اسی قدر حصہ بارگاہ ربوبیت میں مقبول ہوتا ہے کہ جس قدر معبود حقیقی کی طرف توجہ و رغبت ہو۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ''عبد کی نماز سے نصف و ثلث اور ربع و خمس حصہ بلند ہوتا ہے

اور وہی حصہ بلند ہوتا ہے کہ جس میں عبد دل و دماغ سے معبود کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نوافل کا اسی لئے حکم دیا گیا ہے تاکہ فریضہ کا نقص و کمی پوری ہو جائے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ" ان العبد اذ اقام فی الصلوٰۃ رفعه الله الحجاب بینه و بین عبده واجهه بوجهه و قامت الملائکة من لدن منکبیه الی الهواء یصلّون بصلاته ویؤ مّنون علیٰ دعا ئه و ان المصلی ینشر علیه البّر من اعنا ق السماء الی مفرق رأ سه و ینا دیه منا دٍ لوعلم المصلی. من یناجی ما التفت و ان ابواب السماء تفتح للمصلین و ان الله یباهی ملائکته بصدق المصلی...... " یقیناً عبد جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو خدا اپنے اور اس کے درمیان سے معنوی حجابات دور کر دیتا ہے اور اس کے رخ و توجہ کو اپنی طرف موڑ لیتا ہے اور اس کے شانوں سے لیکر فضا تک فرشتے کھڑے ہو کر اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی دعا میں آمین کہتے ہیں اور یقیناً نمازی پر آسمان سے لے کر اس کے سر تک نیکی و بھلائی پھیل جاتی ہے اور اس کے لئے منادی ندا دیتا ہے کہ اگر نمازی پہچان لے کہ وہ کس ذات سے مناجات کر رہا ہے تو وہ کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو اور یقیناً آسمان کے دروازے نمازیوں کے لئے کھل جاتے ہیں اور نمازی کی صداقت پر خدا فرشتوں پر فخر کرتا ہے" اور جب عبد و معبود کے درمیان سے معنوی حجابات دور ہو جائیں تو عبد پر بلا فصل علوم و معارف اور فیوضات صمدیت کا اضافہ ہوگا اور رحمت خاصہ اسے اپنے دامن میں لے لے گی اس وقت وہ عبد کامل دنیا و مافیہا سے رخ موڑ کر توحید کے جمال و جلال کے مشاہدے میں اس قدر غرق ہوگا کہ جوان بیٹے و بھائیوں اور بھانجوں و بھتیجوں کی لاشیں نگاہوں کے سامنے تڑپ رہی ہوں گی اور اس کا جسم بھی تیروں سے چھلنی ہو چکا ہوگا تو اس وقت بھی اپنے محبوب و معبود سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہوگا کہ "ترکت الخلق کلافی هواک- وایتمت العیال لکی اراک

فلو قطعتنی فی الحب اربا- لما حن الفؤاد الیٰ سواک... میں نے تمام خلق کو تیری محبت میں چھوڑ دیا ہے اور اب تیرے دیدار ولقاء حقیقی کے لئے اپنے بچوں کو یتیم کر رہا ہوں اگر تیری محبت میں میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تب بھی میرا دل و دماغ تیرے علاوہ کسی غیر کی طرف راغب نہیں ہوگا'' (امام حسینؑ) نماز چونکہ توحید سے انتہائی قربت کا ذریعہ ہے اور معبود سے بلا فصل ہم کلامی کی بنا پر مومن کی معراج ہے اس لئے اس مقام قرب کے حصول کے لئے نماز کی حقیقت سات امور قرار دیئے گئے ہیں کہ جن امور کہ ساتھ ادا کی گئی نماز یقیناً معنوی حجابات کو دور کر کے مومن کی نگاہ باطنی کے سامنے جمال توحید کو آشکارا کر کے اسے شرف معراج عطا کر دے گی۔ لہذا نماز کی تکمیل اور قبولیت وعظمت کے لئے سات ضروری امور یہ ہیں۔

(1) اخلاص (2) حضور قلب (3) معانی کا سمجھنا (4) معبود کی تعظیم (5) معبود کی ہیبت وخوف (6) معبود سے امید ورجاء (7) معبود سے حیا

(1) اخلاص نیت: '' وما امرو الا لیعبد و ا الله مخلصین له الدین ''

اسلام میں تمام عبادات وطاعات میں نیت کے خلوص کو عبادت کی قبولیت وعظمت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے یعنی جو عبادت وطاعت ہو وہ صرف اور صرف خالص رضاء معبود کے لئے ہو ہر عبادت وعمل خیر نفسانی خواہشات سے پاک ہو۔ ظاہراً عمل کس قدر عظیم ہو لیکن اگر نیت میں اخلاص ورضاء معبود نہ ہو تو نگاہ توحید میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی کیونکہ عبادات کی اصلی غرض وغایت نفس انسانی کا تزکیہ وتصفیہ ہے لہذا جو عمل وعبادت نفس انسانی کے تزکیئے میں زیادہ موثر ہوگی وہ سب سے افضل عبادت ہوگی اسی بنا پر معبود حقیقی کے ہاں ہر عبادت وعمل خیر کا اجر عبد کی نیت کے اخلاص کی مقدار کے مطابق ہے۔ خداوند عالم عمل کی ظاہری عظمت و کثرت پر اجر عظیم عطا نہیں کرتا جب تک باطن کا اخلاص وصفا شامل نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ

جنگ احد میں افراتفری کے عالم میں جب قرمان نامی صحابی نے میدان میں آ کر کئی کفار کو قتل کیا اور پھر جب زخمی ہو کر زمین پر گرا اور ادھر بلندی پر پیغمبر اکرمؐ کے پاس کھڑے ہوئے صحابہ نے قرمان کے جہاد کو دیکھ کر تعریف کے کلمات کہے تو پیغمبر اکرمؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ یہ سن کر صحابہ متحیر ہوئے اور ادھر قرمان جب تڑپ رہا تھا تو بعض صحابہ اس کے قریب آئے اور اسے جنت کی بشارت دی تو قرمان نے ان سے کہا کہ میں جنت کے لئے نہیں لڑ رہا تھا بلکہ مدینے میں میرا کھجوروں کا باغ ہے اور مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ اگر کفار مدینے پر غالب آگئے تو میرے درختوں کو کاٹ ڈالیں گے تو میں اپنے درختوں کے لئے لڑ رہا تھا۔ پھر وہ زخموں کی تکلیف برداشت نہ کر سکا اور خنجر نکال کر اپنی گردن پر چلا کر خودکشی کر لی اس طرح پیغمبر اکرمؐ کے قول کی تصدیق ہوگئی۔ تمام صحابہ قرمان کے ظاہری عمل کو دیکھ کر تعریف کر رہے تھے اور پیغمبر اکرمؐ اس کی نیت کو دیکھ رہے تھے۔ ظاہراً یہ کس قدر عظیم عمل ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی ذات پر ایمان لا کر صحابیت کا شرف حاصل ہونے کے ساتھ نگاہ رسالتؐ کے سامنے جہاد کرتے ہوئے شہادت کی فضیلت بھی حاصل ہو رہی تھی لیکن نیت رضاء رب کی نہ ہونے کی بنا پر تمام فضیلتیں ختم ہوگئیں۔ اس سے واضح ہے کہ اسلام کی ہر عبادت کی قبولیت و عظمت کا معیار نیت کا اخلاص و رضاء پروردگار ہے۔ پیغمبر اکرم کا ارشاد گرامی ہے کہ "من صلی رکعتین لم یحدث فیها نفسه بشئی من الدنیا غفر الله له ما تقدم من ذنبه" جس نے دو رکعت نماز اس اخلاص سے ادا کی کہ اپنے نفس میں کسی دنیا کی چیز کا تصور و خیال نہ لایا تو خدا اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف کر دے گا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "لا تهتموا لقلة العمل واهتموا للقبول ...... قلت عمل کی فکر نہ کرو بلکہ قبولیت کی فکر واہتمام کرو" اور عارف ربانی امیرالمومنینؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ "طوبیٰ لمن اخلص لله العبادة والدعاء ولم يشغل قلبه بما ترىٰ ولم ينس ذكر الله

بما تسمع اذناه ولم یحزن صدره بما اعطیٰ غیره ......کامیابی ہے اس شخص کے لئے جس نے اپنے قلب و باطن کو خدا کی عبادت و دعا کے لئے خالص رکھا اور اپنے قلب کو دیکھی جانے والی اشیاء میں مصروفیت و توجہ سے روکا اور جو کچھ اس کے کان سنتے ہیں ان کی وجہ سے ذکر الٰہی کو فراموش نہیں کیا اور جو کچھ اس کے غیر کو خدا نے عطا کیا اس پر اس کا دل غمگین نہیں ہوا۔" پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ "مامن عبد یخلص العمل لله اربعین یوماً الا ظهرت ینا بیع الحکمة من قلبه علی لسانه .... جب کوئی عبدالٰہی چالیس روز تک کمال اخلاص کے ساتھ طاعت وعبادت بجالاتا ہے تو خداوند عالم اس کے قلب سے اس کی زبان پر حکمت و دانائی کے چشمے جاری کر دیتا ہے۔ اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشادگرامی ہے کہ "ان الله لا ینظر الیٰ صور کم و امو الکم وانما ینظر الیٰ قلو بکم لا نّها مظنة النیة ...... بے شک خداوند عالم تمہاری ظاہری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا وہ تمہارے قلوب و بواطن کو دیکھتا ہے کیونکہ قلوب ہی نیت و ارادے کا مقام ہیں" انسان کے ظاہری اعمال کا تعین اور قدر و قیمت نیت و ارادے سے متعین ہوتی ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "لوگ چار طرح کے ہیں ایک وہ شخص ہے کہ جسے خداوند عالم نے علم و مال عطا کیا اور وہ اپنے علم کے مطابق اپنے مال میں تصرف و عمل کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے کہ جو اسے دیکھ کر کہتا ہے کہ اگر خدا نے مجھے وہ کچھ عطا کیا کہ جو اسے عطا کیا ہے تو میں بھی اسی کی طرح عمل کروں گا تو یہ دونوں عمل میں برابر کے شریک ہیں اور ایک وہ شخص ہے کہ جسے خدا نے مال عطا کیا اور علم سے محروم رکھا اور وہ اپنے جہل کی وجہ سے اپنے مال پر اتراتا و فخر کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے کہ جو کہتا ہے کہ اگر خدا نے مجھے بھی اس کی طرح مال عطا کیا تو میں بھی اسی کی طرح عمل کروں گا تو اس عمل و بوجھ میں دونوں برابر کے شریک ہیں تو کیا تم نے غور نہیں کیا کہ کس طرح نیت کی بنا پر عمل کی اچھائی و برائی میں شریک ہو گئے۔

''پیغمبر اکرمؐ جب غزوہ تبوک کی طرف تشریف لے گئے اور مدینے میں حضرت علیؑ کو بعض افراد کے ساتھ چھوڑ گئے تو آپ نے ان کے لئے فرمایا کہ ہم نے اس معرکے کی طرف جاتے ہوئے جس مقام و وادی کو عبور کیا اور جو کچھ خرچ کیا اور جو تکلیف و آفت برداشت کی ان تمام زحمات میں مدینے میں رہ جانے والے ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ تو عملاً ہمارے ساتھ شریک نہیں ہیں تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا'' ان کے عذر نے ان کو روک لیا مگر وہ اپنی حسن نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ ہیں۔'' نیت ہی چونکہ تمام اعمال انسانی کی اصل ہے اسی بنا پر نماز و دیگر تمام عبادات میں حسن نیت کو قبولیت وفضیلت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے لہذا نماز کی نیت کرتے وقت امر الٰہی کی تعمیل کے تصور کے ساتھ معبود حقیقی کی رضا و تقرب کے حصول کی نیت اور اس کے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا خوف ہو اور دینوی اغراض سے قلب و باطن پاک ہو اور نیت کے وقت اپنے اوپر اللہ کے لطف و کرم کو یاد کرے اور اسے عبادت و تعظیم کے لائق جانتے ہوئے اس کی بندگی کی نیت ہو اور یہ خیال رہے کہ کس عظیم ذات سے مناجات کر رہا ہے اور کس حالت و صورت میں مناجات کر رہا ہے لہذا ندامت کا پسینہ جاری ہو اور الٰہی عظمت و ہیبت کے تصور سے اعضاء کانپ رہے ہوں اور خوف وخشیت سے چہرہ زرد ہو جائے۔

(2) حضور قلب:

نماز تقرب الٰہی کا ذریعہ اور مومن کی معراج ہے کیونکہ نماز میں مالک الملک معبود حقیقی سے بلا فصل تخاطب و ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے لہذا اگر نمازی کے قلب و باطن پر غفلت کا حجاب ہو تو وہ حقائق و معارف کے مشاہدے سے محروم رہے گا پھر کلمات عبادت عادت کے طور پر زبان سے جاری کرے گا تو ایسی نماز و عبادت صرف جسم و اعضاء کی حرکت رہ جائے گی۔ لہذا ایسی نماز نہ ہی مومن کی معراج ہو سکتی ہے اور نہ ہی عماد الدین (دین کا ستون) ہو سکتی

ہے اور نہ ہی ایسی غفلت کی نماز اسلام وکفر کے درمیان حد فاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی دیگر عبادات سے افضل ہو سکتی ہے لہٰذا بارگاہ ربوبیت میں حاضر ہوتے وقت یعنی نماز کے آغاز سے اختتام تک قلب و باطن حاضر ہو اور غیر خدا کے تصور وخیال سے پاک ہو کر معبود کی طرف متوجہ ہو تو اس طرح حضور قلب وتوجہ الی اللہ سے خضوع وخشوع حاصل ہو گا اسی بنا پر نماز میں دو طرح کا خشوع ہونا ضروری ہے۔

(1) قلب و باطن تمام دنیاوی تصورات وخیالات سے خالی ہو کر کائنات سے رخ موڑ کر معبود حقیقی کی عظمت وجلال کا تصور کرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

(2) جب قلب و باطن مکمل طور پر معبود کی طرف متوجہ ہو گا تو تمام اعضاء ساکن ہوں گے۔ لہٰذا نماز کی حالت میں اعضاء وجوارح کا ساکن رکھنا بھی خشوع سے ہے۔ جیسا کہ ایک شخص کو نماز کی حالت میں داڑھی سے کھیلتا دیکھ کر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ''اگر اس کا قلب خاشع ہوتا تو یہ اس طرح نہ کرتا''۔ اور ایسے ہی لوگ جن کا قلب و باطن نماز میں حاضر نہیں ہوتا ان کے لئے پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''بہت سے ایسے قیام کرنے والے ہیں کہ جن کی نماز سے ان کا حصہ صرف رنج ومشقت ہے''۔ اسی بنا پر سورہ طٰہٰ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ ''اور نماز خالص میری یاد کے لئے قائم کرو''۔ اور غفلت کے ساتھ نماز کا خدا کے ذکر و یاد کے ساتھ قیام نہیں ہو سکتا اسی لئے سورہ اعراف میں خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ ''اور تم غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ''۔ اسی بنا پر نمازی پر نماز میں حضور قلب و باطن کو ضروری قرار دیا گیا ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''**لا ینظر اللہ الی صلوۃ لا یحضر الرجل فیھا قلبہ مع بدنہ** ...... یعنی اس نماز کیطرف خداوند عالم نگاہ قبولیت نہیں ڈالتا کہ جس میں عبد کا قلب و باطن اس کے بدن کے ساتھ حاضر نہ ہو'' اور جب نماز میں قلب و باطن حاضر ہو گا تو پیغمبر اکرمؐ کے اس ارشاد کی بھی تعمیل ہو جائے گی کہ جس میں آپؐ نے فرمایا کہ

" اذا صليت صلوة فريضة فصل لوقتها صلوة مودع يخاف ان لا يعود فيها " ...... یعنی جب نماز فریضہ پڑھو تو اس کے وقت کے اندر آخری الوداعی نماز کے خیال سے پڑھو کہ تم اسے دوبارہ ادا نہ کرسکو گے۔" ایک اور مقام پر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ "نماز اور حج وطواف اور دیگر تمام عبادات کی فرضیت ذکر الٰہی کے قیام کے لئے ہے لہٰذا ان عبادات واذکار سے تیرے قلب میں ان کا مقصد و مطلوب اور خدا کی عظمت وھیبت اگر حاصل نہ ہو تو تیرے ذکر کی کوئی قیمت نہیں ہے "...... اور امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ " مبارک وسعادت ہے اس کے لئے کہ جس نے خدا کے لئے عبادت و دعا کو خالص رکھا اور اس کے قلب کو ان اشیاء نے مشغول نہیں کیا کہ جن کو اس کی نگاہوں نے دیکھا اور جو کچھ اس کے کانوں نے سنا ان سے اس نے خدا کے ذکر کو فراموش نہیں کیا اور جو کچھ اس کے غیر کو عطا کیا گیا اس سے اس کا دل غمگین نہیں ہوا"۔ حضرت موسیٰ کی طرف خدا نے وحی کی کہ " اے موسیٰ میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کرونگا اور اپنے اعضاء کو مبغوض رکھو اور میرے نزدیک خاشع و خاضع اور مطمئن رہو اور جب مجھے یاد کرو تو اپنی زبان کو اپنے دل کے پیچھے رکھو اور جب میرے سامنے کھڑے ہو تو عبد ذلیل کی طرح کھڑے ہو اور کانپتے ہوئے دل اور سچی زبان کے ساتھ مجھ سے مناجات کرو۔"

ایک اور موقع پر خدا نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی کہ " اے موسیٰ اپنی امت کے گنہگاروں سے کہو کہ میرا ذکر نہ کریں کیونکہ میں نے طے کیا ہے کہ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا ذکر کرونگا اور جب وہ گناہ کرتے ہوئے میرا ذکر کریں گے تو میں ان کا لعنت کے ساتھ ذکر کرونگا۔" اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "جس قلب میں رغبت وھیبت جمع ہو جاتی ہے تو اس کے لیے جنت لازم ہو جاتی ہے لہٰذا جب تم نماز پڑھو تو اپنے قلب کی طرف دیکھو کیونکہ جو مومن نماز و دعا میں خدا کی طرف متوجہ و راغب ہوتا ہے تو خدا اس کی

طرف مومنین کے قلوب کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے اور مومنین کے ساتھ اس کے لیے جنت کی تائید کرتا ہے۔'' اور ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ ''میں نے امام زین العابدینؑ کو نماز میں دیکھا کہ آپؑ کے دوش سے ردا گر گئی اور آپ نماز پڑھتے رہے جب آپؑ فارغ ہوئے تو عرض کیا گیا کہ آپؑ کو کس بات نے مصروف کر دیا۔ تو آپؑ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ عبد کی نماز سے وہی حصہ قبول ہوتا ہے کہ جس میں وہ معبود کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ابوحمزہ نے عرض کیا فرزندِ رسولؐ پھر تو ہم ہلاک ہو گئے۔ آپؑ نے فرمایا ہرگز نہیں یقیناً خدا نماز کی کمی کو نوافل سے پورا کر دیتا ہے۔'' اور توجہ الی اللہ یعنی حضورِ قلب کے بھی مدارج ہیں کہ جس کے لحاظ سے عبادت کے بھی مدارج ہیں جیسا کہ سورہ انعام میں ہے کہ ''ولکل درجات مما عملوا ...... الخ (132) سورہ انعام ......اور عمل کرنے والوں کے لئے درجات ہیں۔'' اسی بنا پر نماز پڑھنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔

(1) بعض غافل ہیں کہ جو نماز پڑھتے ہیں لیکن ان کا دل حاضر نہیں ہوتا۔

(2) اور بعض وہ ہیں کہ جو نماز کے بعض حصے میں غافل اور بعض حصے میں ان کا دل حاضر ہوتا ہے لہذا ان کے دل کے حاضر ہونے کی مقدار کے لحاظ سے ان کا حال جدا جدا ہے انھی کے لیے امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ''عبد کی نماز سے آدھا، چوتھا اور پانچواں حصہ بلند ہوتا ہے۔''

(3) اور بعض وہ خاصان خدا اور اولیاء الٰہی ہیں کہ جن کا قلب و باطن مکمل طور پر نماز میں حاضر ہوتا ہے اور وہ پوری طرح معبود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں نماز میں ایک لحہ بھی ان کا قلب و باطن معبود سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ جمالِ الٰہی میں استغراق کی وجہ سے ماسوا اللہ سے مستغنی و بے پرواہ ہو جاتے ہیں اس کی مکمل مثالیں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی سیرت و کردار میں واضح نظر آئیں گی اور خصوصاً کربلا کے دشت میں لاجواب منظر نظر آئے گا۔

نماز میں اوّل سے آخر تک مکمل توجہ وحضورِ قلب ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے لہذا جس قدر بھی توجہ وحضورِ قلب ہو سکے کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ حضورِ قلب کے ساتھ ادا کی گئی نماز سے ثواب عظیم اور قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اور جو نماز حضورِ قلب سے خالی ہے تو ایسی نماز کے ذریعے صرف معبود کی نافرمانی کے عذاب سے حفاظت ہو جاتی ہے لیکن لذت عبادت اور قربِ الٰہی سے محرومی رہتی ہے لہذا کم از کم تکبیرۃ الاحرام کے وقت حضورِ قلب کے ساتھ توجہ الی اللہ یعنی ایک لحہ بھر حضورِ قلب حاصل ہو جائے تا کہ غافلوں میں شمار نہ ہو۔ اور اگر تکبیرۃ الاحرام کی مقدار بھر بھی حضورِ قلب حاصل نہ ہو تو پھر ہلاکت ہے۔

ذہن میں وارد ہونے والے خیالات یا کسی خارجی عمل سے وارد ہوتے ہیں یا باطن سے ذہن میں وارد ہوتے ہیں جو خیالات کسی چیز کو دیکھ کر یا سن کر ذہن میں وارد ہو کر حضورِ قلب وتوجہ الی اللہ سے مانع ہوتے ہیں تو ایسے موقع پر کمزور یقین وقوۃ کے لوگ خلوت میں آنکھیں بند کر کے نماز وعبادت بجالاتے ہیں۔ لیکن جن کا یقین قوی ہوتا ہے وہ مساجد و اجتماع میں نماز پڑھتے ہیں لیکن بیرونی اثرات ان کے حضورِ قلب وتوجہ الی اللہ سے مانع نہیں ہوتے اور اگر باطن میں دنیا کی فکر ہوگی تو نگاہوں کا بند کرنا بھی مفید نہیں ہوگا اور باطنی خیالات ذہن کو پراگندہ کر کے توجہ ہٹا دینگے لہذا حضورِ قلب اور توجہ الی اللہ کے لیے باطنی خیالات کو بھی ذہن سے نکالنا ہوگا کیونکہ جو چیز توجہ الی اللہ کے لیے رکاوٹ ہے وہ دین وعبادت کی ضد ہے اور دنیا کی محبت وعشق ہی ہر برائی کی اصل ہے لہذا دنیا کے عشق ومحبت کو باطن سے نکال دیا جائے تو حضورِ قلب سے رکاوٹ نہیں رہے گی۔

(3) معانی کا سمجھنا:

یعنی زبان سے جو کلمات حمد وثناء ادا کیے جائیں دل ودماغ ان کے معانی ومطالب کی طرف متوجہ ہو یعنی حضورِ قلب کے لیے تمام دنیاوی خیالات کو ذہن سے نکال کر باطن کو کلام کے

معانی ومفہوم کی طرف متوجہ کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ کیا کہہ رہا ہے اور سورتوں اور تسبیحات کے معانی ومفہوم کی طرف قلب و باطن کا متوجہ ہونا فحشاء ومنکر سے روکتا ہے اور معانی ومفہوم کے سمجھنے میں سب برابر نہیں ہیں۔ جس قدر معانی ومطالب کی طرف توجہ زیادہ ہوگی اسی قدر متاثر ہو کر فحشاء ومنکر سے دوری حاصل ہوگی۔ لہذا ظاہر از بان الفاظ ادا کر رہی ہو اور قلب و باطن معنی کی طرف متوجہ ہو تا کہ ظاہر و باطن دونوں مصروف عبادت ہوں تو اس طرح نماز باطن کی طہارت کا سبب بنے گی اور جب معنی کی طرف قلب و باطن متوجہ ہوگا تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اپنے خالق و مالک اور معبودِ حقیقی سے کیا عہد و پیمان کر رہا ہے اور اس سے کیا طلب کر رہا ہے۔"

(4) معبود کی تعظیم:

معبود کی تعظیم معبود کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت توحید اصول دین سے ہے اور تعظیم قلب کی حالت ہے کہ جو دو معرفتوں سے حاصل ہوتی ہے۔

(1) معبود کی عظمت وکبریائی اور جلال وجمال کی معرفت سے اس کی تعظیم وتکریم کا اظہار ہوگا اور جو معبود کی عظمت وکبریائی اور جلال وجمال کا اعتقاد رکھے گا تو اس کا قلب و باطن معبود کی تعظیم کی طرف راغب ومتوجہ ہوگا اور جو اسکی عظمت وکبریائی کا اعتقاد وتصور ہی نہیں رکھتا اس کا قلب و باطن اس کی تعظیم کی طرف متوجہ نہیں ہوگا پھر معرفت میں جس قدر کمال ہوگا اسی قدر معبودِ حقیقی کی تعظیم کا اعتقاد و اظہار کامل ہوگا۔

(2) اپنے نفس وذات کی حقارت وذلت کی معرفت کہ اپنے لئے اعتراف ہو کہ مخلوق و مربوب اور محتاج ہے کہ کسی نفع وضرر پر قادر نہیں ہے۔ وجود وحیات اور اسباب حیات وبقا عطا کرنے والا معبودِ حقیقی ہے جب معبود کی معرفت کے ساتھ اس کی تعظیم کا اعتقاد و اظہار اور اپنے نفس کی ذلت واحتیاج کا اعتراف ہوگا تو ان دو معرفتوں سے تواضع وانکساری اور معبود

حقیقی کے لیے خشوع وخضوع اور عمل وعبادت میں اخلاص پیدا ہوگا جسے تعظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب تک معرفتِ توحید کے ساتھ اپنے نفس و وجود کی ذلت وحقارت کی معرفت نہ ہو تعظیم اور خشوع وخضوع کی حالت پیدا نہیں ہو سکتی۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''میری امت کے دو افراد نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں ان دونوں کا رکوع وسجود ایک طرح ہوتا ہے لیکن دونوں کی نماز میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے'' یعنی ایک کا قلب وباطن خشوع و خضوع وغیرہ سے خالی ہوتا ہے اور دوسرا خضوع وخشوع اور توجہ واخلاص سے بجالاتا ہے لیکن وہ ذوات مقدسہ کہ جن کا قلب وباطن اور ظاہر معبودِ حقیقی کی معرفت کمال کی آخری منزل پر فائز ہے یعنی محمدؐ آلِ محمدؑ کی عبادت وبندگی میں کمالِ بندگی کی ہر صفت کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

صحابہ نے کہا کہ پیغمبر اکرمؐ ہم سے گفتگو میں مصروف ہوتے یا ہم آپؐ سے مصروفِ گفتگو ہوتے تو جیسے ہی نماز کا وقت آجاتا آپ نماز کی تیاری میں مصروف ہو جاتے تو گویا آپ اس وقت ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور نہ ہی ہم آپ کو پہچانتے۔ اور امیر المومنینؑ جب وضو کرتے تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا جب دریافت کیا گیا تو فرمایا ''ضروری ہے کہ جو صاحبِ عرش کے سامنے حاضر ہو اس کا رنگ متغیر ہو جائے'' یعنی جو معبودِ حقیقی کی عظمت و کبریائی اور جلال واقتدار کی معرفت کے ساتھ معبود کی بارگاہ میں کھڑا ہوگا اس کا ظاہر وباطن ضرور متاثر ہوگا۔

اور جیسے ہی نماز کا وقت آتا امیر المومنینؑ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا جب دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ '' خدا کی امانت ادا کرنے کا وقت آ گیا کہ جسے خدا نے آسمانوں وزمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اٹھانے سے معذرت کرلی''

اور جنابِ سیدہ کونین جب نماز کی حالت میں ہوتیں تو عظمتِ الٰہی کے تصور سے سانس تیز ہو

جاتا تھا۔اور امام زین العابدین علیہ السلام کا وضو کرتے وقت رنگ متغیر ہو جاتا جب دریافت کیا گیا تو فرمایا عظیم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ ہے اور جب نماز کے لیے آپؑ کھڑے ہوتے تو آپؑ کا جسم پتلی شاخ کی مانند لرزتا کہ جس شاخ کو ہوا حرکت دیتی ہے اور آپؑ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور سجدے سے سر اٹھاتے تو پسینہ جاری ہوتا اور حدیثِ قدسی میں خدا فرماتا ہے کہ ''میں ہر نمازی کی نماز قبول نہیں کرتا صرف اس کی نماز قبول کرتا ہوں کہ جو میری عظمت کے سامنے متواضع ہوتا ہے اور میری عبادت و بندگی سے تکبر نہیں کرتا اور میرے بھوکے غریب بندے کو کھانا کھلاتا ہے۔''

(5) معبود کی ھیبت و خوف:

سورۃ نازعات میں فرمانِ ربانی ہے کہ ''اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکا تو یقیناً اس کا ٹھکانا جنت ہے۔''

اور سورہ انفال میں ہے کہ ''سچے ایماندار تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان میں مزید اضافہ کر دیتی ہیں۔''

مالکِ کائنات معبودِ حقیقی کی عظمت و اقتدار اور جلالت و کبریائی کی معرفت اور اپنے نفس کی ذلت و احتیاج کے تصور و احساس کے ساتھ خوف و ھیبت کا حاصل ہونا ضروری ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ''جس نے خدا کو پہچانا اسے خوف حاصل ہوا اور جسے اللہ کا خوف لاحق ہوا اس نے اپنے نفس کے رخ کو دنیا سے موڑ لیا۔''

الٰہی قدرت و سطوت اور مشیت و اقتدار کے کائنات میں نفوذ کی معرفت سے جو کیفیتِ نفس میں حاصل ہوگی وہ ھیبت ہے خدا اگر اولین و آخرین کو ھلاک کر دے تب بھی اس کے ملک و اقتدار میں ذرا فرق نہیں آئے گا اور جس قدر مالکِ کائنات معبودِ حقیقی کی معرفت اور اس کی

صفات وافعال کا علم بڑھتا جائے گا اسی قدر خشیت وھیبت بڑھتی جائے گی جیسا کہ سورہ فاطر میں خدا کا ارشاد ہے ''اللہ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی (اس کی عظمت کے احساس کی وجہ سے) خائف ہوتے ہیں'' اسی بناء پر خدا کی عظمت واقتدار کی معرفت کے ساتھ نماز میں اس کی طرف توجہ سے خوف وھیبت کا ہونا ضروری ہے۔

(6) معبود سے امید ورجاء:

یہ معرفت وتعظیم کے بعد ہے کیونکہ جب بادشاہِ حقیقی مالکِ کائنات اور معبودِ حقیقی کی اس کی عظمت واقتدار اور عفوورحمت کے ساتھ معرفت ہوگی اور یہ کہ وہی اکیلا تمام کائنات کا خالق و مالک ہے وجود وحیات اور اس سے متعلق تمام نعمات وفیوضات اسی کی طرف سے ہیں یعنی تمام کائنات اسی کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں تو اس طرح اپنی خطاؤں کے اعتراف کے ساتھ اس سے عفووکرم کی امید پیدا ہوگی۔ بعض لوگ بادشاہ کی ھیبت سے خوفزدہ ہوکر اس کی تعظیم کرتے ہیں لیکن وہ بادشاہ سے کسی احسان کی امید نہیں رکھتے لیکن یہاں عبد کو چاہیئے کہ بندگی واطاعت اور نماز کے ذریعے خدا کے عظیم ثواب واحسان کی اس سے امید رکھے جب خدا کے لطف وکلام اور عام انعام واحسان اور تخلیق کے لطائف کی معرفت ہوگی اور نماز و بندگی پر اس کے وعدہ جنت کی صداقت کی معرفت ویقین ہوگا تو اس سے ابدی انعام جنت کے حصول کی امید پیدا ہوگی لہذا اس کے عفووکرم کی وسعت سے اس کی رحمت کی کثرت اور معرفت کی وسعت کی اس سے امید ہو۔

بنی اسرائیل کا ایک شخص لوگوں کو رحمت الٰہی سے ناامید کرتا تھا اور سختی وشدۃ کا وعظ کرتا تھا تو بروز قیامت خدا اسے کہے گا تو نے میری رحمت سے میرے بندوں کو مایوس کیا تھا تو آج میں تمہیں اپنی رحمت سے مایوس کروں گا۔

خدا نے یعقوب کی طرف وحی کہ ''تم کو معلوم ہے کہ میں نے تیرے اور یوسف

کے درمیان کیوں جدائی کی وہ تیری اس بات کی وجہ سے کہ جو تو نے کہا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے جبکہ وہ غافل ہوں" تو نے بھیڑیے سے خوف کیا اور مجھ سے امید کیوں نہ کی اور اس کے بھائیوں کی غفلت کی طرف کیوں نگاہ کی اور میری حفاظت کی طرف کیوں نگاہ نہیں کی۔"

(7) معبود سے حیاء:

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "حیا ایمان کا جزو ہے۔ خدا کی عظمت واقتدار کی معرفت اور اس کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کے اعتقاد سے حیا کی صفت حاصل ہوگی۔ جب معبود کی عظمت واقتدار اور اس کے فضل وکرم اور انعام واحسان کی معرفت حاصل ہوگی تو ہر منزل پر اس کی معصیت اور نافرمانی سے حیا لاحق ہوگا یعنی حیا اسے معصیت سے مانع ہوگا اور عبادت میں کمی کا شعور اور احساس اور خدا کے عظیم حق کو پورا کرنے میں عجز کا اعتراف حیاء کے حصول کا سبب ہے اور اپنے نفس کے نقص وعیوب اور اس کی آفات کی معرفت سے حیاء کو تقویت حاصل ہوگی اور اپنے نفس کی کمزوری اور احتیاج اور معبود کی عظمت وکبریائی اور اس کے حقیقی اقتدار کا تصور اور یہ کہ وہ بواطن پر مطلع ہے تو اس سے جو ندامت پیدا ہوگی وہ حیا کی حالت ہے لہٰذا نماز میں اپنی خطاؤں کے تصور اور اپنی اطاعت کے نقص کے خیال سے حیاء وندامت کا احساس ہو۔

ارکان نماز کی وضاحت وحقیقت۔(نیت)

نیت ہر عمل کی اصل ہے جیسی نیت ہوگی ویسا عمل ہوگا اور نیت کا جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر عمل کی قدر ومنزلت ہوگی لہٰذا ہر عمل خیر کے لئے نیت کو خالص رضاء پروردگار کے لئے ہونا

چاہیے ریا کاری وعجب وفخر اور دنیاوی اغراض سے پاک ہونا چاہیے اور نیت کا اخلاص نماز کے اختتام تک باقی رہنا ضروری ہے کیونکہ نیت میں کسی منزل پر ریا کاری یا دنیاوی غراض شامل ہوگئیں تو نماز وعبادت قبولیت کے جوہر کھو دے گی اسی بنا پر نماز کی نیت میں یہ کلمات ہیں۔

) قربۃً الی اللہ (الٰہی قربت کے لیے):

یعنی میں صرف قربت الٰہی حاصل کرنے کے لئے نماز و بندگی بجالا رہا ہوں اور نیت کے کلمات ومقصد کا دل میں دھرانا کافی ہے زبان پر نیت کے الفاظ جاری کرنا ضروری نہیں ہیں اور مناجات کی اہمیت کے ساتھ یہ خیال رہے کہ کس ذات سے مناجات کر رہا ہے اور کس طرح اور کس حالت میں مناجات کر رہا ہے اور اس کے حکم کی تعمیل کے عزم کے ساتھ اس کی قربت وثواب کی امید ہو۔

(2) تکبیرۃ الاحرام:

نماز کی نیت کے بعد ''اللہ اکبر'' کہنا اس ''تکبیرۃ الاحرام'' کے کہنے کے بعد عبد نماز میں داخل ہوکر بارگاہ ربوبیت میں حاضر ہوگیا ہے اب نماز کے اذکار وارکان کے علاوہ دیگر تمام امور اس کے لئے ممنوع ہوگئے ہیں۔ نماز کے آغاز یعنی ''تکبیرۃ الاحرام'' ہی کے ذریعے معبود کی عظمت وکبریائی کے اعتراف سے بندگی کی ابتداء کی جاتی ہے لہذا ''اللہ اکبر'' کہتے وقت اللہ کی عظمت وکبریائی کا تصور واقرار ہو جیسا کہ ایک شخص سے گفتگو کرتے ہوئے امام جعفر صادقؑ نے اس سے کہا کہ ''اللہ اکبر'' کے کیا معنی ہیں۔ اس نے کہا ''اللہ سب سے بڑا ہے'' تو امام نے فرمایا اس طرح تو تم نے خدا کے ساتھ کئی بڑے ثابت کر دیئے کہ جن میں سے وہ ایک ہے۔ اس نے عرض کیا پھر اس کے کیا معنی ہیں۔

امام نے فرمایا ''اللہ اکبر من ان یوصف'' یعنی اللہ اس سے کہیں بلند تر ہے کہ اس کی مکمل

تعریف وتوصیف کی جاسکے۔" یعنی اللہ کی ذات عقل انسانی کے تصور و وصف سے انتہائی بلند ہے کہ حواس وادراک کی رسائی سے اکبر ہے اور ہر شے سے اکبر ہے۔ لہذا تکبیر کہتے وقت عقل و باطن کے یقین و اعتقاد کے ساتھ اس کی کبریائی کا زبان سے اعتراف کرے اور تکذیب نہ کرے۔ اور تکبیرۃ الاحرام کہتے وقت اپنے قیام کے نقص کے خیال کے ساتھ خدا کی عظمت و کبریائی کے تصور کے سامنے اپنے نفس کی ذلت واحتیاج کا اعتراف وخیال ہو۔

چنانچہ امام جعفر صادق ؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جب تم تکبیر کہو تو بلند ترین سماوات سے تحت الثریٰ تک ہر چیز کو اس کی عظمت و کبریائی کے سامنے حقیر جانو کیونکہ خداوند عالم عبد کی حالت سے آگاہ ہے جبکہ وہ تکبیر کہتا ہے اور اگر تکبیر کہتے وقت کوئی دوسرا امر اس کے باطن میں موجود ہوتا ہے تو خدا کہتا ہے اے کذاب کیا تو مجھے دھوکا دیتا ہے مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم تجھے اپنے ذکر کی لذت سے محروم کردوں گا۔"

لہذا اگر تکبیر کہتے وقت مناجات کی لذت محسوس ہو اور قلب میں خوشی کا احساس ہو تو جان لو کہ خدا نے تیری تکبیر کی تصدیق کی ہے اور اگر مناجات کی لذت سلب ہو جائے اور عبادت کی لذت سے محروم ہو جائے تو جان لو کہ خدا نے تیری تکذیب کی ہے اور اپنے دروازے سے تجھے لوٹا دیا ہے اور اپنی بارگاہ سے دور کر دیا ہے لہذا اپنی ذلت پر گریہ کرو اور قرب وفلاح کی طرف جلدی کرو۔ تکبیرۃ الاحرام کہتے وقت کھلے ہاتھ قبلہ کی طرف ان کا رخ ہو اور خالی ہاتھوں کا بلند کرنا اس کی طرف اشارہ ہے کہ تمام دنیا سے ہاتھ اٹھا کر خالی ہاتھ بارگاہ ربوبیت میں حاضر ہوا ہے۔ تکبیرۃ الاحرام میں ہاتھوں کا کانوں تک لے جانا ضروری ہے۔

قیام:

سورہ فرقان میں خدا کے خاص بندوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے کہ "خدا کے خاص بندے وہ ہیں کہ جو اپنے پروردگار کے لئے سجدہ وقیام میں رات بسر کر دیتے ہیں" خداء

کائنات نے انسانی وجود کو خلاصہ کائنات قرار دیا ہے۔ اس وسیع کائنات میں جس قدر عناصر و اجزاء پائے جاتے ہیں وہ تمام عناصر و اجزاء کو وجود بشری میں ایک خاص مقدار و انداز سے سمو دیا گیا ہے انہی عناصر کے عدم توازن سے انسان جسمانی امراض کا شکار ہوتا ہے اور اس نظام کائنات کے ہر سیارے و ستارے پر انہی زمینی عناصر کا وجود خالق کائنات کی وحدت کی دلیل ہے۔ اسی طرح اس بزم کائنات میں جس قدر ذی حیات پائے جاتے ہیں ان تمام کے قوائے باطنی کو بھی وجود انسانی میں جمع کر دیا گیا ہے اس کے وجود میں نبات کی قوت نامیہ بھی ہے اور حیوان کی قوت حیوانیہ بھی ہے۔ اس میں حیوان کی قوت بھیمیہ بھی ہے اور درندوں کی طرح قوت غضبیہ بھی موجود ہے اور اسی طرح فرشتوں کی طرح قوت ملکوتیہ بھی اس کے وجود میں جلوہ نما ہے یعنی وجود بشری سے قوت نامیہ کو علیحدہ کر کے نباتات کو وجود عطا کر دیا گیا ہے اور پھر قوت بھیمیہ کو علیحدہ کر کے حیوانات کو وجود عطا کر دیا گیا اور پھر غضبیہ علیحدہ کر کے درندوں کو عطا کر دی گئی۔ اور قوت ملکوتیہ کو علیحدہ کر کے فرشتوں کو عطا کر دی گئی۔ یعنی جس قدر باطنی قوی و صلاحیتیں تمام ذی حیات میں تقسیم کی گئی ہیں وہ تمام وجود انسانی میں جمع کر دی گئی ہیں لہذا انسان قوت بھیمیہ یا قوت غضبیہ کے غلبے کی بنا پر اگر چوپایا و درندہ بن سکتا ہے تو قوت ملکوتیہ کے غلبے کی بنا پر فرشتہ صفت بھی ہو سکتا ہے یعنی خلاق عالم نے عالم مادیت و عالم روحانیت کے جواہر و صفات کو وجود بشری میں جمع کر کے اسے خلاصہ کائنات قرار دیا ہے اسی بنا پر خلاق عالم نے عرش و کرسی اور لوح و قلم یعنی اس وسیع و عظیم کائنات کو خلق کرنے پر اپنی صنعت و کاریگری پر فخر کا اظہار نہیں کیا لیکن جب انسان کے مختصر وجود بشری کو خلق کیا تو خود پکارا تھا ''تبارک اللہ احسن الخالقین '' اور ولی الٰہی امیر المومنین نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ''اتزعم انک جرم صغیر و فیک انطوی العالم الاکبر '' ...... اے انسان کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ تو چھوٹا سا جسم ہے جبکہ تیرے وجود کے

اندر عالم اکبر سمایا ہوا ہے'' اور یہ بات واضح ہے کہ کائنات کے ذرے سے لے کر آفتاب و ماہتاب تک ہر شے اپنے خالق کے بنائے ہوئے قوانین فطرت کی پابندی سے فرمانبرداری کر رہی ہے۔ جس ذرے و جس شے کو جن اصولوں کا پابند بنا دیا گیا ہے وہ انہی اصولوں کی پابندی کر رہی ہے شمس و قمر اور نجوم و کواکب کو جن راہوں پر لگا دیا گیا ہے اور جو خدمات ان کے سپرد کر دی گئی ہیں ان کی بجا آوری میں وہ پابندی سے مصروف عمل ہیں اور زمین سے اگنے والے نباتات کے وجود میں جو قوانین ودیعت کر دیے گئے ہیں نباتات کا ہر فرد انہی قوانین فطرت کی پابندی کر رہا ہے۔ لہذا وہ انسان کہ جو اشرف المخلوقات اور خلاصہ کائنات قرار دیا گیا ہے اسے اپنے خالق کا کس قدر فرمانبردار ہونا چاہیے اور اس کی عبادت و بندگی کا طریقہ بھی افضل ہونا چاہیے۔ انسان چونکہ خلاصہ کائنات ہے لہذا انسان کی عبادت پوری کائنات کی عبادت کے مترادف ہے اس لئے انسان جب نماز میں قیام کی حالت میں ہوتا ہے تو گویا پوری کائنات قیام کی حالت میں ہے اور جب رکوع میں جاتا ہے تو گویا تمام کائنات رکوع کی حالت میں ہے اور جب سجدہ میں جاتا ہے تو گویا تمام کائنات سجدہ کر رہی ہے یعنی انسان کا عبادت و بندگی کرنا پوری کائنات کی بندگی کرنے کے مترادف ہے اسی بنا پر عبد جب نماز میں خدا کی حمد و ثنا کرتے ہوئے یعنی سورہ حمد کی تلاوت کرتا ہے تو معبود حقیقی سے مخاطب ہو کر جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں ''یعنی جسم کا ہر حصہ تیرے ہی قوانین کی فرماں برداری کرتا ہے اور میں بھی اپنے ظاہر و باطن کے ہر ہر جزء کے ساتھ تیری بندگی کرتا ہوں۔ اور اپنے وجود و حیات کی بقاء اور عبادت و بندگی پر قیام و بقاء کے لئے بھی ہم صرف تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔'' لہذا عبد جب نماز میں ظاہر و باطن کے ساتھ قیام کی حالت میں ہو تو بلند ترین عضو یعنی اس کا سر عظمت الٰہی کے تصور سے جھکا ہوا ہو اور اس کا قلب و باطن تواضع تذلل اور انکساری کے ساتھ فخر و تکبر سے پاک ہو اور اپنے اس

قیام سے میدان حشر میں سوال و جواب کے لئے خدا کے سامنے کھڑا ہونے کو یاد کرے بلکہ وہ حساب و کتاب کے لئے مالک کائنات کے سامنے کھڑا ہے کہ جو باطن و اسرار سے آگاہ یعنی علیم و قدیر ہے لہٰذا اس کی معرفت کے ساتھ اس کی عظمت و جلال کے تصور کے ساتھ اس کے سامنے قیام ہو اور تمام اعضاء سکون سے ہوں تا کہ اعضاء کے سکون سے خشوع و خضوع کا اظہار ہو اور یہ خیال رہے کہ باطن کی ہر کیفیت و حالت اور خشوع و خضوع کو وہ جانتا ہے جیسا کہ سورہ شعراء میں اس کا اپنے رسولؐ و حبیبؐ سے خطاب ہے کہ " الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین "......لخ (219) شعراء......
وہی خدا تم کو دیکھتا ہے کہ جب تم (نماز تہجد میں) کھڑے ہوتے ہو اور جبکہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا و پہلو بدلنا (نسل در نسل) سجدہ کرنے والوں میں رہا۔" اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ" عبد جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اپنی مکمل قلبی توجہ کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسا اسی روز اسی کی ولادت ہوئی ہے۔"

رکوع:

سورہ بقرہ میں خدا کا ارشاد ہے کہ" (خدا کی عبادت کے لئے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔" عبد نماز میں قیام کی حالت میں ظاہر و باطن کے ساتھ معبود حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر حمد و ثناء کرتے ہوئے جب اس کے جلال و جمال کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کی عظمت و جلال اور عزت و شرف کے اقرار اور اپنی ذلت و انکساری کے اظہار کے لئے رکوع میں جھک جاتا ہے لہٰذا رکوع میں اپنی ذلت و احتیاج اور معبود کی رفعت و بے نیازی کا احساس و خیال پیدا کیا جائے کہ وہ ہر عظیم سے اعظم ہے اور جب رکوع سے سر بلند کرے تو" سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے اس کی رحمت و رافت کی امید کے ساتھ یہ خیال رہے کہ وہ ہر حمد و ثناء سنتا ہے یعنی وہ سمیع و بصیر ہے۔" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا " لا یرکع عبداللہ رکوعاً

علی الحقیقة الا زینه الله بنور بهائه و اظلّه فی ظل کبریائه و کساه کسوة اصفیائه والرکوع اول والسجود ثان فمن اتیٰ بمعنی الاول صلح الثانی وفی الرکوع ادب و فی السجود قرب و من لا یحسن الا دب لا یصلح للقرب فار کع رکوع خاشع لله بقلبه متذلل وجه تحت سلطانه خافض له بجوارحه خفض خائف حزین علی ما یفو ته من فائدة بالرکوع ....''

''عبدالٰہی جب خدا کی خوشنودی کے لئے حقیقتاً رکوع بجالاتا ہے تو خدا عزت ووقار کے نور سے اسے مزین کردیتا ہے اور اسے اپنی عظمت وکبریائی کے سائے میں لے لیتا ہے اور اسے اپنے اصفیاء (کے نور وھیبت) کی چادر اوڑھادیتا ہے اور اولاً رکوع ہے اور دوسرا سجدہ ہے کہ جو رکوع صحیح طور پر بجالایا تو اس کا سجدہ بھی درست ویا صلاحیت ہوگیا اور رکوع میں ادب ہے اور سجدہ میں قرب الٰہی ہے اور جسے ادب کا حسن حاصل نہیں اس میں قرب الٰہی کی صلاحیت بھی نہیں لہذا تم اللہ سے خشوع کرنے والے کے رکوع کی مانند رکوع کرو اور ایسے دل کے ساتھ رکوع کرو کہ جو متذلل ہو اور خدا کی عظمت واقتدار کے سامنے جھکنے والا ہو اور اس کے سامنے اعضاء وجوارح کو اس غمگین وخوفزدہ کی مانند جھکادو کہ جو رکوع کے فائدہ سے محروم ہوگیا ہو۔'' امیر المومنین سے رکوع میں گردن دراز کرنے کا مفہوم دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا''تاویله امنت بک وان ضوبت عنقی '' ......''یعنی اے مالک حقیقی میں تجھ پر ایمان لے آیا اگرچہ میری گردن ہی ماردی جائے۔''

سجدہ:

سورہ فرقان میں خدا کے خاص بندوں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشادربانی ہے کہ'' وہ اپنے پروردگار کے لئے سجدہ وقیام میں رات کاٹتے ہیں۔''

انسان جو خلاصہ کائنات ہے جب وہ سجدہ بجالاتا ہے تو گویا پوری کائنات سجدے میں ہوتی

ہے اور سجدہ نماز کی معراج اور عبد کے لئے قربت الٰہی کی بلندی کی معراج ہے۔ عبد کے سجدے سے عالم مادیت و عالم روحانیت یعنی عالم ظاہر و عالم باطن سربسجدہ ہوتے ہیں۔ انسانی دماغ ہی وہ ظرف ہے کہ جس میں غرور و تکبر اور فخر و بڑائی کی صفات ابھر کر اسے سرکش و نافرمان بنا دیتی ہیں اور اسی فتور دماغی سے فرعون و نمرود بنتا ہے۔ لہذا سر و چہرے کو سجدے کے ذریعے خاک پر جھکا کر ان تمام بری صفات و خیالات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ سجدے میں جسم کے تذلل و انکساری کے ساتھ باطن بھی انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ سجدہ ریز ہو اور باطن کی گہرائی سے خدا کی عظمت و کبریائی کے اعتراف کے ساتھ ''سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ '' کہے اور یہ کلمات تکرار سے کہے جائیں تاکہ ظاہر و باطن برابر ہو اور الٰہی عظمت و کبریائی کے اعتراف کے لئے اور اپنی ذلت و احتیاج کے اقرار کے لئے پیشانی کو خاک پر رکھنے کے باوجود معبود کی تعریف و توصیف اور تعظیم کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تکبیر کے ذریعے اس کی کبریائی کے اقرار کے ساتھ اپنی ناقص بندگی کے لئے معذرت و استغفار کرتے ہوئے سجدے سے سر بلند کرے۔ یعنی اے معبود حقیقی و مالک کائنات جو تیری عظمت و کبریائی کے لحاظ سے تیری حمد و ثناء کرنے کا حق تھا وہ میں ادا نہ کر سکا لہذا تجھ سے معذرت و استغفار کرتا ہوں پھر الٰہی عظمت و جلال کا تصور کرتے ہوئے دوبارہ سجدے میں جھک جائے۔ باب مدینۃ العلم حضرت علی علیہ السلام سے جب سجدے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''سجدے کی تاویل یہ ہے کہ اے اللہ تو نے ہمیں اس زمین سے پیدا کیا ہے اور سجدہ سے سر بلند کرنے کی تاویل یہ ہے کہ اے اللہ تو نے ہی ہمیں اس خاک سے خارج کیا ہے اور دوسرے سجدے کی تاویل یہ ہے کہ اے اللہ تو ہمیں دوبارہ اسی زمین کی طرف لوٹا دے گا اور دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کی تاویل یہ ہے کہ اے اللہ تو ہمیں دوبارہ اسی زمین سے خارج کر دے گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا

ارشاد ہے کہ'' بخدا وہ شخص کبھی نقصان وخسارے میں نہیں ہے کہ جو حقیقتاً صحیح طور پر سجدہ ادا کرتا ہے اگر چہ زندگی بھر خالص وحقیقی ایک سجدہ بھی ادا کیا ہو اور وہ شخص فلاح وکامیابی نہیں پاتا کہ جو سجدے کی حالت میں اپنے پروردگار سے خلوت وقربت حاصل کرنے کے باوجود اپنے نفس کے دھوکے میں الجھا ہوا ہو اور اس انعام سے غافل ولا پرواہ ہو کہ جو خدا نے ساجدین کے لئے فوری انس ومحبت اور قربت میں راحت وآسائش مہیا کر رکھی ہے اور جو سجدے میں صحیح طور اچھے انداز سے خدا کی قربت حاصل کرے وہ کبھی خدا کی رحمت خاصہ و قربت سے محروم نہیں ہوتا اور وہ شخص خدا کی قربت کبھی حاصل نہیں کرسکتا کہ جو بے ادب ہو اور سجدے کی حالت میں اپنے قلب کو خدا کے علاوہ کسی غیر سے متعلق کر کے الٰہی عزت وحرمت کو ضائع کردے۔''

لہٰذا اپنی ذلت وانکساری کے احساس کے ساتھ خدا کا سجدہ کرو اور یہ جانتے ہوئے کہ وہی اکیلا تمام کائنات کا خالق ومالک ہے لہٰذا جو اس سے قریب ہو وہ اس کے غیر سے دور ہوا۔ اسی نے انسان کو خاک سے پیدا کیا اور یہ تمام کائنات اپنے وجود وبقا میں اسی کی محتاج ہے۔ اور اسی کی طرف راغب ہے اور اسی نے پھر انسان کی ایسے جوہر سے تخلیق و ترکیب کی ہے کہ جس سے ہر ایک نفرت کرتا ہے اور انسان موجود نہیں تھا تو اسی نے اسے خلق کیا اور اس نے قلب وروح اور باطن کے سجدہ کرنے کو اپنی قربت کا سبب قرار دیا ہے تو جو اس سے قریب ہو وہ اس کے غیر سے دور ہوا اور کیا تم ظاہری طور پر نہیں دیکھتے کہ سجدے کی حالت تمام حالات سے مختلف ہے کیونکہ سجدے کی حالت میں انسان تمام اشیاء سے حجاب میں ہوتا ہے جن اشیاء کو آنکھیں دیکھتی ہیں ان تمام سے بھی محجوب ہوتا ہے اسی طرح خدا نے اس سے امر باطن کا ارادہ کیا ہے (یعنی تمام کائنات سے رخ پھیر کر اس کی طرف متوجہ ہو جائے) اور جب نماز کی حالت میں انسان کا دل ودماغ غیر سے متعلق ہو تو اسی سے قریب ہوگا اور اس

حقیقت سے دور ہوگا کہ جو نماز کی حالت میں خدا چاہتا ہے اور خدا کا ارشاد ہے کہ'' **ما جعل الله لرجل من قلبين في جوفه** ...... کہ خدا نے کسی شخص کے لئے اس کے اندر دو دل نہیں قرار دیئے۔'' اور پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ خدا کا ارشاد ہے کہ'' **ما اطلع على قلب عبد فاعلم فيه حب الا خلاص وطاعتي لوجهي ابتغاء مرضاتي الا توليت تقويمه وسياسته ومن اشغل في صلاته بغيري فهو من المستهزئين بنفسي واسمه مكتوب في ديوان الخاسرين** میں جب کسی عبد کی قلبی حالت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اس میں اخلاص اور میرے لئے میری اطاعت کی محبت و میری رضا کی طلب کو پاتا ہوں تو اس کے قیام و رخ حیات کو اپنی طرف موڑ لیتا ہوں اور جو نماز میں میرے غیر کے تصور میں مشغول رہا تو وہ اپنے نفس کا مذاق اڑانے والوں میں سے ہے اور خسارہ اٹھانے والوں کے دیوان میں اس کا نام لکھا گیا ہے۔'' سجدے سے نفس کی ذلت سے تواضع وانکساری کا پیدا ہونا عبادت کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ'' میں تم سے عبادت کی لذت نہیں پاتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا عبادت کی لذت کیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تواضع وانکساری۔'' تواضع وانکساری کے لئے پیغمبر اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ'' جو خدا کے لئے متواضع رہا خدا نے اسے بلندی عطا کی اور جس نے تکبر کیا خدا نے اسے ذلیل کیا اور جس نے اپنی معیشت و مصارف میں میانہ روی اختیار کی خدا نے اسے زیادہ عطا کیا اور جس نے فضول خرچی کی خدا نے اسے محروم کیا اور جس نے کثرت سے موت کو یاد کیا خدا نے اسے محبوب قرار دیا اور جس نے کثرت سے خدا کا ذکر کیا تو خدا نے اسے اپنی جنت کے سائے میں قرار دیا۔'' اور یہ بھی پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ'' یقیناً تواضع و انکساری عبد کی عزت و رفعت میں اضافہ کرتی ہے لہذا تم تواضع وانکساری کرو تا کہ خدا تم پر خاص رحمت نازل کرے''۔

تشہد:

تشہد میں خدا کی الوہیت و وحدانیت اور پیغمبر اکرمؐ کی رسالت کی گواہی ہے اور درود کے ذریعے محمدؐ آل محمدؐ کی عظمت کا اقرار ہے۔ سورہ معارج میں خدا کے نیک بندوں کے لئے کہا گیا ہے کہ " وہ (توحید و رسالت اور ولایت کی) گواہیوں پر قائم ہے۔ قیام و رکوع اور سجود کے بعد یعنی معبود حقیقی کی حمد و ثناء اور عظمت و کبریائی کے اقرار و اپنی ذلت و انکساری اور عجز و احتیاج کے اعتراف کے بعد تشہد میں پھر اس کا اقرار و اظہار ہے کہ عبادت کے لائق معبود حقیقی یعنی اللہ ہی کی ذات ہے اور خدائی احکام و شریعت کو پہنچانے اور خدا کی معرفت کرانے والے چونکہ پیغمبر اکرمؐ ہیں لہذا ان کی رسالت و عبدیت کی گواہی کی فرضیت کا اقرار کیا گیا ہے اور باب نبوت بند ہونے کے بعد قیامت تک شریعت الٰہی کو چونکہ پیغمبر اکرمؐ کے اہلبیتؑ اطہار نے اپنی قربانیوں سے بچایا ہے اس کی صحیح تشریح و ترجمانی کی ہے اس لئے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ان کو درود و نماز میں شریک کر کے ان کی عظمت کا بھی اقرار کیا گیا ہے۔

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ " التشهد ثنا ء علی الله فكن عبد أله فی السر خاضعاً له فی الفضل كما انک عبد له فی القول و الد عویٰ وصل صدق لسانک بصفاء صدق سرک فانه خلقک عبداً و امرک ان تعبده بقلبک و لسانک و جوا رحک و ان تحقق عبو دیتک له و ربو بیته لک و تعلم ان نواصی الخلق بیده فلیس لهم نفس و لا لحظه الا بقدرته و مشیته و هم عاجزون عن اتیان اقل شئی فی مملکته الا باذنه ز ارادته قال الله " وربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لهم الخیرة (من امر هم) سبحان الله وتعالی عما یشر کون" (68- قصص)

فكن عبداً شاكراً بالقول و الد عویٰ وصل صدق لسانک بصفاء سرک

فانہ خلقک فعزّ وجلّ ان تکون ارادته و مشیته لا حد بسابق ارادته و مشیته فاستعمل العبو دیة فی الرضی بحکمته و با لعبادة فی اداء اوامره وقد امرک بالصلاة علی حبیبه محمد فاو صل صلاته بصلاته وطاعته بطاعته و امره بالاستغفار لک و شفاعته فیک ان اتاک بالو اجب فی الامرو النهی و السنن و الادب و تعلم جلیل مر تبته عند الله ......

''تشہد اللہ کی وصف وثناء ہے لہذا تم پوشیدہ حالت میں بھی عمل میں اس کے مطیع عبد بنو اور جس طرح قول ودعویٰ میں تم اس کے عبد مطیع ہونے کا اظہار کر رہے ہو اسی طرح عمل میں بھی اس کے مطیع وخالص عبد بنو۔ اور اپنی زبان کی صداقت کو اپنے باطن کے سچے اخلاص و صفائی کے ساتھ ملا دو کیونکہ خدا ہی نے تجھے عبد خلق کر کے حکم دیا ہے کہ تم اپنے قلب وزبان اور اعضاء کے ساتھ اس کی اطاعت وبندگی کرو تا کہ تیری بندگی اس کے لئے اور اس کی ربوبیت تیرے لئے محقق وثابت ہو جائے اور جبکہ تو جانتا ہے کہ تمام مخلوق کی پیشانی اسی کے دست قدرت میں ہے اور مخلوق کا ہر لحہ وہر سانس اسی کی قدرت ومشیت سے ہے اور تمام مخلوق اس کے اذن وارادے کے بغیر اس کی مملکت میں قلیل ترین امر وعمل بجالانے میں قاصر وعاجز ہے جیسا کہ خدا ارشاد ہے کہ '' خدا جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے اس کے امر وفعل میں مخلوق کو اختیار ودخل نہیں ہے اور مشرکین کے شرک سے خدا پاک ہے اور بلند تر ہے'' لہذا تم اپنے قول ودعویٰ کے ساتھ اس کے شکر گزار بندے بنو اور اپنی زبان کی سچائی کو اپنے باطن کی صفائی کے ساتھ ملا دو کیونکہ خدا ہی نے تجھے پیدا کیا ہے اور وہ اس سے اعزّ واجل (بلند تر) ہے کہ کسی کو اپنے سابق ارادے ومشیت کے ساتھ مجبور کر دے لہذا تم اس کی حکمت کے ساتھ اس کی رضا کے لئے بندگی کے عمل کو استعمال کرو اور اس کے اوامر کی ادائیگی میں بندگی کا اظہار واستعمال کرو اور اسی نے تم کو اپنے حبیب محمدؐ پر درود بھیجنے کا حکم دیا

ہے لہٰذا تم اپنے درود کو خدا کے درود کے ساتھ اور رسولؐ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کے ساتھ ملا دو اور خدا نے تیری بھلائی کے لئے پیغمبر اکرمؐ کو تیرے لئے استغفار کرنے اور تیری شفاعت کرنے کا حکم و اذن عطا کیا ہے جبکہ پیغمبر اکرمؐ اوامر و نواہی کے وجوب اور سنن و آداب کے ساتھ تمہارے پاس آئے اور تم خدا کے ہاں پیغمبر اکرمؐ کے عظیم مرتبے کو بھی جانتے ہو"۔

التسلیم:

سورہ طہٰ میں ارشاد ربانی ہے کہ "ہدایت کی مکمل پیروی کرنے والوں پر خدا کا سلام ہے۔"

نماز میں بارگاہ الٰہی میں حضوری کے تصور کے ساتھ حمد و ثناء سے فراغت کے بعد اس کی بارگاہ ربوبیت میں پیغمبر اکرمؐ و انبیاء و ائمہ اور اصفیاء و اتقیاء کی موجودگی کے تصور کے ساتھ پہلے پیغمبر اکرمؐ پر سلام کیا جائے اور پھر تمام انبیاء و عباد صالحین کو سلام کیا جائے اور آخر میں بزم توحید کے تمام حاضرین کو اجتماعی سلام کر کے نماز و بندگی کو مکمل کر دیا جائے۔

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ" و معنی التسلیم فی دبر کل صلاۃ الامان لی من اتی امر اللہ و سنۃ نبیہ خاضعاً لہ خاشعاً منہ فلہ الامان من البلاء الدنیا و البراء من عذاب الاخرۃ و السلام اسم من اسماء اللہ اودعہ خلقہ یستعملون مغیاہ فی المعالملات و الامانات و الانصافات و تصدیق تصاحبتھم فیھا بینھم و صحۃ معاشرتھم فان اردت ان تضع السلام موضعہ و تؤدی معناہ فاتق اللہ لیعلم منک دینک و قلبک و عقلک الاتدنسھا بظلمۃ المعاصی و لتسلم منک حفظتک الاتبر منھم و تملھم توحشھم منک بسوء معاملتک معھم ثم مع صدیقک ثم مع عدوک فان من لم یسلم منہ من ھوا لاقرب الیہ فالا بعد اولیٰ و من لا

یضع السلام مواضعه هذه فلاسلام و لا اسلام و لا تسلیم و کان کاذبافی سلامه وان افشاه فی الخلق - (مصباح) ......

ہر نماز کے آخر میں سلام کے معنی امان کے ہیں یعنی جو امر الٰہی اور اس کے نبی کی سنت کو خشوع وخضوع کے ساتھ بجالایا تو اس کے لیے بلاء دینا سے امان اور عذاب آخرت سے برأت و نجات ہے اور سلام خدا کے ناموں میں سے ہے جو اس نے اپنی مخلوق کو عطا کیا ہے تاکہ سلام کے معنی اور مفہوم کو اپنے معاملات اور امانات و انصاف اور اپنے درمیان کی دوستی اور مصاحبت کی تصدیق میں اور اپنی معاشرت کی صحت میں استعمال کریں اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ سلام کو اس کے مقام پر قرار دو اور اس کے معنی ادا کرو تو اللہ سے ڈرو تاکہ تم سے تمہارا دین اور تمہارا قلب اور تمہاری عقل محفوظ رہے کہ تم ان کو اپنے گناہوں کی تاریکی سے آلودہ نہ کردو اور تم سے تمہارے محافظ فرشتے بھی محفوظ رہیں کہ تم ان کو ناراض و رنجیدہ نہ کرو اور ان سے تمہارے برے معاملے اور تمہارے اپنے دوست و دشمن کے ساتھ برے سلوک کی وجہ سے وہ تم سے وحشتناک نہ ہو جائیں کیونکہ جس سے قریب ترین محفوظ نہیں اس سے دور بھی محفوظ نہیں اور جو سلام کو اس کے اس مقام پر نہیں رکھتا تو پھر نہ سلام ہے اور نہ ہی تسلیم ہے اور وہ اپنے سلام میں جھوٹا ہے اگرچہ مخلوق میں ظاہراً سلام کرتا ہے۔"

صلواۃ القصر

"اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلواۃ ان خفتم ...... الخ" (101) سورہ النساء

"اور جب تم زمین پر سفر کرو اور تمہیں اس امر کا خوف ہو کہ کفار (نماز میں) تم سے فساد برپا کرینگے تو اس میں تمہارے لیے کچھ مضائقہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کردو۔ اس وسیع و عظیم کائنات کی خالق و مالک وہ ذات ہے کہ جو ہر طرح کے نقص و احتیاج سے پاک

ہے کائنات کی ہر شے اور عالم کا ہر ذرہ اپنے خالق و مالک کے متعین کردہ اصولوں پر انتہائی فرمابرداری سے کاربند ہے۔ شمس و قمر و نجوم و کواکب کو جن راہوں چلا دیا گیا ہے وہ انہی راہوں پر رواں دواں ہیں۔ کائنات کے ذرے سے لے کر عظیم ترین ستاروں اور سیاروں اور کہکشاؤں تک ہر ایک خلاق عالم کے وضع کردہ قوانین فطرت کی پابندی کرنے میں مصروف عمل ہے کائنات کی ہر شے اپنے وجود و بقاء میں اپنے خالق و مالک کی محتاج ہے اس نے اس وسیع کائنات کو انسان کی خدمت کے لیے خلق کیا ہے کائنات کا ذرہ ذرہ انسان کی خدمت میں مصروف عمل ہے اور خود انسان کو ابدی انعام یعنی ابدی راحت و آرام کی جگہ جنت کا مستحق بنانے کے لیے خداء کریم نے اسے اپنی معرفت اور اطاعت و بندگی کے لیے خلق کیا۔ خداء رحیم کسی کی بندگی کا محتاج نہیں تمام مخلوق کی اطاعت و بندگی نہ ہی اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ ہی تمام مخلوق کی سرکشی سے اسے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یعنی انسان کی بندگی اور اطاعت کی افادیت صرف انسان کی اپنی ذات کے لیے ہے جب یہ بات واضح ہے کہ تمام کائنات کا خالق و مالک و منعم حقیقی خدائے واحد کی ذات ہے تو اس نے فطرت انسانی کے تقاضے کے مطابق تعبد و تشکر کے لیے روزانہ پانچ دفعہ اپنی بارگاہ میں خصوصی باریابی کا حکم دیا ہے تا کہ اس تعبد و تشکر کے ذریعے انسان کے مخلوق و مرزوق اور مملوک ہونے کے اعتراف کے ساتھ خدائے کائنات کی خالقیت اور مالکیت اور رازقیت کا اقرار و اظہار ہو اور عبد کا اپنے خالق و مالک سے رشتہ محبت و اطاعت استوار ہو اسی بناء پر شب و روز میں پانچ نمازیں یعنی سترہ رکعتیں ہر مسلمان پر فرض قرار دی گئیں ہیں تا کہ نہ ہی کاروبارِ حیات میں خلل واقع ہو اور نہ ہی انسان کی قوت برداشت سے زیادہ ہو اور ساتھ ہی خالقِ حقیقی کے احسانات کا اقرار اور اپنے فطری جذبہ تشکر و بندگی کا اظہار بھی ہو جائے۔ اور پھر یہ خدائے رحمان کا احسان ہے کہ اس نے سفر کے دوران چار رکعت میں تخفیف کر کے مزید سہولت فراہم کر دی ہے جیسا کہ

قرآن حکیم میں اس کا ارشاد ہے ''جب تم زمین میں سفر کرو تو تمہارے لیے کچھ مضائقہ نہیں کہ تم نماز میں کمی کر دو....... '' الخ۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ ''عبداللہ ابن نے عباس نے کہا کہ خداوندِ عالم نے تمہارے رسول کی زبان پر حضر میں چار رکعت اور سفر میں دو دو رکعت اور خوف کی حالت میں ایک ایک رکعت نماز فرض قرار دی ہے۔

صحیح نسائی میں ہے کہ یعلی ابن امیہ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ جب ہم محفوظ اور امن میں ہوں تو قصر نماز کیوں پڑھیں جب کہ خدا کا ارشاد ہے کہ ''جب تم زمین میں سفر کرو تو تمہارے لیے کچھ مضائقہ نہیں کہ تم نماز میں کمی کر دو۔''

تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ جس بات سے تم نے تعجب کا اظہار کیا ہے اس بات پر میں نے بھی تعجب کا اظہار کیا تھا اور پیغمبر اکرمؐ سے یہی سوال کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ:

''سفر میں نماز قصر خدا کی طرف سے تحفہ وعطیہ ہے۔ لہذا خدا کے عطیہ کو قبول کرو۔'' (تفسیر کبیر۔ صحیح نسائی)

اور عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ جب بھی پیغمبر اکرمؐ سفر کے لیے جاتے تو آپؐ سفر میں نماز قصر پڑھتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

اور تفسیر درمنثور میں اس آیت کے ذیل میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ''عبداللہ ابن عمر سے پوچھا گیا کہ سفر میں نماز قصر کے لیے آپ کی کیا رائے ہے ہم تو کتاب خدا میں سوائے نماز خوف کے ذکر کے قصر کا واضح حکم نہیں پاتے تو عبداللہ بن عمر نے سائل سے کہا ''اے بھتیجے خدا نے حضرت محمدؐ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جب کہ ہم کچھ نہیں جانتے تھے تو ہم وہی کرتے ہیں کہ جو پیغمبرؐ کو کرتے دیکھا اور پیغمبر اکرمؐ سفر میں نماز قصر پڑھا کرتے تھے۔ اور اسی کو پیغمبر اکرمؐ نے اپنی سنت وطریقہ قرار دیا ہے۔''

اور تفسیر البرہان میں ہے کہ زرارہ اور محمد ابن مسلم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے سفر میں نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ خدا کا ارشاد ہے کہ ''جب تم زمین میں سفر کرو تو تمہارے لیے کچھ مضائقہ نہیں کہ تم نماز میں کمی کردو۔'' لہذا سفر میں نماز قصر فرض ہے۔ جیسا کہ حضر میں پوری فرض ہے۔ تو دونوں نے عرض کیا فرزند رسول اس آیت میں خدا کا ارشاد ہے کہ ''اگر تم قصر کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں'' اور خدا نے واضح طور پر حکم نہیں دیا کہ ''تم نماز قصر کرو'' تو پھر قصر کیوں؟ امامؑ نے فرمایا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی یعنی دوڑنے کے متعلق بھی ایسا ہی ارشاد ہے کہ ''جو ان دونوں (صفا مروہ) کا طواف یعنی سعی کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے'' حالانکہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا فرض ہے اور خدا نے اپنی کتاب میں اس کا حکم دیا ہے اور اس کے نبی نے ادا کیا اور اسی طرح سفر میں قصر نماز کا حکم ہے جس کا خدا نے اپنی کتاب میں ذکر کیا اور اس کے نبی نے اس پر عمل کیا ہے۔ پھر عرض کیا کہ اگر سفر میں کسی نے پوری چار رکعت پڑھی تو کیا حکم ہے؟ امام نے فرمایا سفر میں ہر فرض نماز دو رکعت ہے سوائے مغرب کی نماز کے کہ اس میں قصر نہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے سفر اور حضر میں مغرب کی نماز پوری پڑھی۔'' اور صحیح بخاری جلد (2) میں ہے کہ انس صحابی اور عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ''ہم پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ مدینے سے مکے کی طرف روانہ ہوئے تو آپ مدینے واپسی تک سفر میں نماز قصر پڑھتے رہے۔'' اور نووی شرح مسلم جلد (5) میں ہے کہ ''عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں اکثر سفر میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ رہا۔ آپؐ نے وفات تک ہر سفر میں نماز قصر پڑھی اور پھر ابوبکر کے ساتھ بھی سفر میں رہا۔ انہوں نے بھی سفر میں نماز قصر پڑھی اور پھر عمر کے ساتھ بھی سفر کیا انہوں نے بھی سفر میں نماز قصر پڑھی۔ اور خدا کا ارشاد ہے کہ ''تمہارے لئے رسولؐ خدا کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔'' اور صحیح مسلم جلد (1) میں ہے کہ عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ ''میں نے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ منیٰ میں نماز قصر پڑھی۔ پھر ابوبکر کے ساتھ پھر عمر

کے ساتھ منیٰ میں نماز قصر پڑھی اور پھر عثمان کے ساتھ انکی خلافت کے ابتدائی دور میں نماز قصر پڑھی لیکن بعد کو عثمان منیٰ میں پوری نماز پڑھنے لگے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ عبدالرحمن راوی ہے کہ عثمان نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی تو اس کا ذکر عبداللہ ابن مسعود سے کیا گیا تو عبداللہ نے کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون میں نے رسول خداؐ کے ساتھ منیٰ میں نماز قصر پڑھی۔ پھر ابوبکر کے ساتھ اور پھر عمر کے ساتھ منیٰ میں نماز قصر پڑھی۔ میری خواہش ہے کہ چار کے بجائے دو رکعت نماز جو مقبول و صحیح ہے پڑھی ہوتی تو زیادہ بہتر تھا۔ اور صحیح مسلم جلد (1) میں عروہ راوی ہے کہ ''حضرت عائشہؓ نے کہا کہ سفر و حضر میں نماز دو دو رکعت فرض تھی جو سفر میں باقی رہی اور حضر میں بڑھادی گئی تو زہری نے عروہ سے پوچھا کہ پھر عائشہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی ہیں تو عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے وہی تاویل کی جو حضرت عثمانؓ نے کی تھی۔'' اور تیسیر الوصول شیبانی جلد (2) میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مکے میں لوگوں کے ساتھ نماز قصر پڑھ کر کہا کہ ''اے اہل مکہ تم اپنی نماز پوری پڑھو ہم مسافر ہیں''۔ صحیح نسائی اور صحیح ابن ماجہ اور المحلی ابن حزم جلد (2) میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا نماز جمعہ دو رکعت ہے' اور عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز بھی دو دو رکعت ہے اور مسافر کے لئے سفر میں دو رکعت نماز ہے جو کہ مکمل نماز ہے اور تمہارے نبیؐ کی زبان پر جاری ہوئی اور افترا کرنے والا خسارے میں رہا۔''

جمع بین الصلاتین

(یعنی زوال کے بعد ظہر و عصر کی نمازیں ساتھ پڑھنا) غروب آفتاب کے بعد مغرب و عشاء کی نمازیں ساتھ پڑھنا) '' اقم الصلواۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل و قران الفجر ...... الخ (بنی اسرائیل)

سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر و عصر' مغرب و عشاء)

'' دلوک یعنی زوال کا وقت ظہر و عصر کی نماز کو شامل ہے اور غسق اللیل یعنی تاریکی شب یہ

مغرب وعشاء کی نمازوں کو شامل ہے اور قرآن الفجر یعنی صبح کی نماز کا وقت'' صحیح بخاری میں ہے کہ عمرا ابن دینار کہتا ہے کہ میں نے جابر ابن زید سے سنا کہ عبداللہ ابن عباس کہتے تھے کہ'' پیغمبر اکرمؐ نے مغرب وعشاء کی سات رکعتیں پڑھیں''۔

سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر وعصر اور مغرب وعشاء) پڑھا کرو اور نماز صبح بھی'' (بنی اسرائیل) خداء رحمان نے شب وروز میں ہر مسلمان پر پانچ نمازیں فرض قرار دی ہیں۔ سورج نکلنے سے قبل دو رکعت نماز قرار دی تا کہ عملی زندگی کا آغاز عبادت وذکر الٰہی سے ہو۔ اور جب سورج سر سے ڈھل جائے تو ظہر کی چار رکعت پھر عصر کی چار رکعت نماز فرض قرار دی ہے اسی طرح سورج غروب ہونے کے بعد تین رکعت مغرب کی اور پھر چار رکعت عشاء کی نماز فرض قرار دی ہے۔ اسی طرح پانچ نمازیں' تین اوقات میں تقسیم ہیں زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک دو نمازوں کا وقت مشترک ہے اور پھر غروب آفتاب کے بعد سے نصف شب تک مغرب وعشاء کی نمازوں کا وقت مشترک ہے یہی وجہ ہے کہ ایام حج میں تمام حجاج ظہر وعصر اور پھر مغرب وعشاء کی نمازیں ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں وہاں ایک دن میں نماز کے اوقات کھچ کر قریب نہیں ہو جاتے اور قرآن حکیم نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں خلاق عالم کا ارشاد ہے کہ'' نماز پڑھا کرو زوال آفتاب سے رات کے اندھیرے تک (ظہر وعصر' مغرب وعشاء) اور نماز صبح بھی۔'' (78)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ'' اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ظہر وعصر کی نماز کے لئے ایک وقت ہے اور مغرب وعشاء کی نماز کے لئے ایک وقت ہے'۔ اور علامہ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ یعنی دونوں نمازیں ساتھ ساتھ پڑھیں اور دو نمازوں کے درمیان وقفہ وفصل نہیں تھا۔''

اور صحیح بخاری میں ہے کہ اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ موسم حج میں پیغمبر اکرمؐ نے عرفات و مزدلفہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں ساتھ ساتھ پڑھیں ۔ اور سہیل ابن حنیف کہتا ہے کہ اس نے ابو امامہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ''ہم عمر ابن عبدالعزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ کر جب باہر نکلے تو دیکھا کہ انس بن مالک عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ تو میں نے کہا اے چچا یہ کیسی نماز ہے تو انس نے کہا اے ابو امامہ یہ عصر کی نماز ہے اور یہی رسولؐ خدا کی نماز ہے کہ جو ہم رسولؐ خدا کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے لیکن ابن عباس نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ کہا دوبارہ جواب نہ دیا۔ جب تیسری بار کہا تو ابن عباس نے کہا ''تم ہمیں نماز کے اوقات تعلیم کرتے ہو تم نہیں جانتے کہ ہم زمانہ رسول میں دو دو نمازیں ساتھ ساتھ ایک وقت میں پڑھتے تھے۔'' اور صحیح ترمذی اور صحیح مسلم میں ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ''پیغمبر اکرمؐ نے بغیر خوف اور بغیر بارش کے مدینے میں ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ ایک وقت میں اور مغرب وعشاء کی نمازیں ایک وقت میں ساتھ ساتھ پڑھی ہیں۔'' (موطا امام مالک)۔

اور نیل الاوطار میں علامہ شوکانی ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں ساتھ ساتھ پڑھنے کے متعلق احادیث لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ''مخفی نہ رہے کہ یہ (دو نمازوں کا ساتھ پڑھنا) صحیح ہے اور جمہور کا اس پر عمل نہ کرنا جمع کرنے کی حدیث پر قدح کا موجب نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی یہ لازم آتا ہے کہ اس جمع کرنے کی حدیث سے استدلال نہ کیا جائے کیونکہ بعض اہل علم نے اس جمع کرنے کی حدیث سے استفادہ کیا ہے۔'' نیل الاوطار شوکانی میں ہے کہ ''پیغمبر اکرمؐ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر وعصر کی نمازیں اور ایک وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب وعشاء کی نمازیں ساتھ ساتھ پڑھی ہیں'' اور موطا امام مالک میں ہے کہ ''حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں تحریری

احکام جاری کئے کہ کوئی دو نمازیں ساتھ ساتھ نہ پڑھے جو ایسا کرے گا وہ گناہ کبیرہ کا مستحق ہوگا۔'' شاہ ولی اللہ حجتہ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ'' نماز کے اوقات حقیقتاً تین ہیں۔ صبح وظہر اور رات کی تاریکی کا وقت۔ اور یہی مفہوم خدا کے اس قول اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس ......الخ کا ہے اور الی غسق اللیل اس وجہ سے ہے کہ ظہر وعصر کی نماز کا وقت غروب آفتاب تک پھیلا ہوا ہے دونوں نمازوں یعنی ظہر وعصر کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اس وجہ سے ضرورت کے وقت بھی ظہر وعصر کی نمازیں اور مغرب وعشاء کی نمازیں ساتھ ساتھ پڑھنا جائز ہے۔''

نماز جنازہ

ہر مسلمان کی موت پر اُسے غسل وکفن دینے کے بعد اسلام نے اس کے لیے بخشش ودعائے مغفرت اور اس کے مسلمان ہونے کی گواہی کے طور پر اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض قرار دیا ہے اور چونکہ یہ نماز دعا کی ایک صورت میں ہے اس لئے اس کے لئے وضوء کو ضروری قرار نہیں دیا گیا اور چونکہ روزانہ ہر مسلمان پر پانچ نمازیں فرض ہیں اس لئے مومن کی میت پر ہر نماز کی نیابت کے طور پر پانچ تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ فرض قرار دی گئی ہے اور پیغمبر اکرمؐ کی یہی سیرت تھی کہ آپ مومن کی میت پر پانچ تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد شہادت اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد عام مومنین کے لئے بخشش کی دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد خاص اس میت کے لئے بخشش کی دعا پڑھی جاتی ہیں۔ چنانچہ صحیح ابن ماجہ اور صحیح مسلم میں ہے کہ عبدالرحمن ابن ابولیلیٰ سے روایت ہے کہ'' صحابی رسول زید بن ارقم جنازے پر پانچ تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔'' اور کنزالعمال میں ہے کہ'' حضرت علیؑ اور جناب عباس نے رسول خداؐ پر پانچ تکبیریں نماز جنازہ پڑھی اور حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں چار تکبیریں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا۔''

(تاریخ الخلفاء) امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ''جناب آدمؑ کا انتقال ہوا تو حضرت شیثؑ نے جبرائیلؑ سے کہا اے خدا کے فرستادہ آگے بڑھ کر نبی پر نماز پڑھو۔ تو جبرائیلؑ نے کہا ہم کو آپ کے باپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو ہم آپ پر کیسے سبقت کر سکتے ہیں۔ آپ آگے بڑھے اور پانچ تکبیریں پڑھیں۔'' جناب حذیفہ صحابی نے ایک جنازے پر نماز جنازہ پانچ تکبیروں کے ساتھ پڑھی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''میں نہ ہی بھولا ہوں اور نہ ہی مجھے وہم ہوا ہے میں نے جنازہ پر اتنی تکبیریں پڑھی ہیں جتنی پیغمبر اکرمؐ جنازے پر پڑھا کرتے تھے۔ اور پیغمبر اکرمؐ جنازے پر پانچ تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔'' مسند احمد بن حنبل جلد (4) میں ہے کہ ''عبد الاعلیٰ نے کہا کہ میں نے زید بن ارقم کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو انہوں نے پانچ تکبیریں پڑھیں بعد کو عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا تم بھول گئے ہو۔ زید نے کہا میں نہیں بھولا بلکہ میں نے اپنے خلیل ابو القاسم رسول خداؐ کے پیچھے نماز جنازہ پانچ تکبیروں کے ساتھ پڑھی جسے کبھی ترک نہیں کروں گا۔'' مسند ابن حنبل جلد (5) میں ہے کہ یحییٰ ابن عبد اللہ ابن جابر کہتا ہے کہ ''میں نے مدائن میں حذیفہ (صحابی) کے غلام عیسیٰ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو اس نے پانچ تکبیریں پڑھیں بعد کو ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ نہ ہی مجھے وہم ہوا ہے اور نہ ہی میں بھولا ہوں میں نے اسی طرح تکبیریں کہی ہیں کہ جس طرح میرے آقا ولی نعمت حذیفہ بن یمان کو دیکھا کہ ایک جنازے پر انہوں نے پانچ تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی تو بعد کو ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا تھا کہ نہ ہی میں بھولا ہوں اور نہ ہی وہم ہوا ہے۔ میں نے اسی طرح تکبیریں کہی ہیں کہ جس طرح میں نے رسول خداؐ کو پڑھتے دیکھا ہے۔''

بسمہ تعالیٰ

روزے کی تاریخ و حقیقت

روزے کی تاریخ وحقیقت:

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (183) سورۃ بقرہ

''اے ایمانداروں تم پر روزے اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم متقی بن جاؤ''

روزے کی حقیقت:۔

اسلامی تعلیمات وعبادات کا ایک اہم وبنیادی مقصد انسانی قلب وباطن کی طہارۃ یعنی جسمانی وروحانی تعلیم وتربیت کے ذریعے انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی میں نظم وضبط پیدا کر کے ایثار وقربانی کا بہترین اخلاقی معاشرہ قائم کرنا ہے۔اسی بناء پر روزہ بھی انسان کی اخلاقی وروحانی تربیت اور معاشرتی اصلاح کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے جس سے باہمی تعاون اور رحم وشفقت کے جذبے کے ساتھ صبر واستقلال اور جسمانی مشقت کے لئے قوۃ پیدا کرنا ہے اور اس کے علاوہ اعتدال پسندی اور عجز وانکساری کی صفت اجاگر کرنے کے ساتھ تمرّ دوسرکشی کا خاتمہ بھی مقصود ہے۔اسی لئے اسلامی عبادات کی بجاآوری کے ساتھ قلب وباطن کی طہارۃ اور کردار کی اصلاح کی صفت کے حصول کو عبادت کی قبولیت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔اسلام حقیقتاً دو باتوں کا مجموعہ ہے۔خالق کی اطاعت اور اس کی مخلوق پر بلا امتیاز شفقت ومہربانی۔اسی لئے خود خداءِ کائنات نے جہاں جہاں اپنی بندگی کا حکم دیا ہے وہاں بلا فصل شفقت علی الخلوق یعنی حقوق انسانی کی ادائیگی کا حکم دے کر شفقت علی الخلوق کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔روزے میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں حکم الٰہی کی اطاعت بھی ہے اور شفقت علی الخلوق کا جذبہ ابھارنا بھی ہے۔اسی لئے فطرے کی مختصر رقم کو لازم قرار دے کر اس رقم کو مہینے کے روزوں کی قبولیت کا ذریعہ قرار دے کر شفقت علی الخلوق کی اہمیت کو واضح کیا

ہے۔ انسان مختلف اغراض وضروریات کا پابند ہے کہ جن کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کی تمام ضروریات کا دائرہ سمٹ کر کھانے پینے میں محدود ہو جاتا ہے اگر خوراک کی احتیاج نہ ہو تو یہ کارخانہ حیات بند ہو جائے گا نہ تجارت کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی زراعت کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی دولت کی احتیاج ہوگی تو پھر جھگڑا فساد کہاں رہے گا انسان فرشتہ بن جائے گا۔ لہذا چونکہ ضروریات حیات خوراک تک سمٹ آتی ہیں کیونکہ کھانے پینے کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اسی بناء پر روزے میں خوراک پر پابندی لگا کر گویا حیات انسانی کی تمام ضروریات و مطالبات پر پابندی لگا کر اسے مقام ملکوت تک پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''روزہ صرف کھانے و پینے کے ترک کرنے کا نام نہیں بلکہ زبان کو جھوٹ سے اور نگاہوں کو حرام سے محفوظ رکھو اور ایک دوسرے سے نزاع وحسد نہ کرو اور شکوہ و جھگڑا نہ کرو اور جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ اور نہ ہی سچی قسمیں کھاؤ اور فحش گالی نہ دو اور ظلم و بے مروتی و تنگ دلی نہ کرو اور یاد خدا سے غفلت نہ کرو فضول باتوں سے دور ہو کر راست گو ہو جاؤ اور اہل شر سے دور رہو بدگوئی و جھوٹ اور افتراء و جھگڑے و بدگمانی اور غیبت و نکتہ چینی سے پرہیز کرو اور اپنے آپ کو آخرت سے قریب سمجھو اور حضرت قائم آل محمدؐ کے ظہور کے انتظار میں رہو اور آخرت کے ثواب کی امید رکھو اور سفر آخرت کے لئے اعمال صالحہ کا زاد تیار کرو اور ضروری ہے کہ آرام دل و آرام جسد اور خضوع و خشوع اور عاجزی و انکساری سے اس طرح رہو کہ جس طرح غلام اپنے آقا کے سامنے رہتا ہے اور عذاب خدا سے ڈرتے رہو رحمت الٰہی کی امید رکھو۔ اے روزہ دار تیرہ قلب تمام عیوب سے اور تیرا باطن مکر و حیلہ سے اور تیرا جسم میل کچیل سے پاک ہونا چاہیے اور خدا کی طرف (رجوع کی بناء پر) غیر سے بیزاری حاصل کرو اور روزے کی حالت میں خالص اللہ کی محبت دل میں رکھو اور ظاہر و پوشیدہ خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچے رہو اور اعلانیہ و خفیہ ان چیزوں (نافرمانی کی) سے ڈرو کہ جن سے

ڈرنے کا حق ہے اور روزے کے ایام میں اپنی روح و بدن اللہ کے سپرد کردو اور اپنے قلب کو خدا کی محبت و یاد کے لئے فارغ کردو اور اپنے جسم کو اس کی فرمانبرداری کے لئے چھوڑ دو پس جو کچھ میں نے بیان کیا ہے ان تمام باتوں پر اگر تم نے عمل کیا تو روزے کے لئے جو کچھ سزاوار تھا وہ تم نے پورا کر دیا اور خدا کی اطاعت بجا لے آیا اور ان باتوں سے جس قدر کم کرے گا روزے کے ثواب سے بھی اسی قدر کم ہو جائے گا اور بے شک میرے والد بزرگوار نے فرمایا کہ پیغمبر اکرمؐ نے سنا کہ ایک عورت روزے کی حالت میں اپنی کنیز کو گالی دے رہی تھی تو پیغمبر اکرمؐ نے کھانا طلب کر کے اس عورت کو کھانا کھانے کے لئے کہا۔ اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں روزے سے ہوں۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تم کس طرح روزے سے ہو جب کے تم اپنی کنیز کو گالی دے رہی تھی اور روزہ صرف کھانا پینا ترک کرنے کا نام نہیں۔ بے شک خدا نے روزے کو تمام قبیح امور (سے بچنے کے لئے) حجاب بنایا ہے خواہ بدکرداری ہو یا بدگفتاری ہو اور پھر حضرت امام صادقؑ نے فرمایا کہ ''روزے دار کس قدر کم ہیں اور بھوکے رہنے والے کس قدر زیادہ ہیں''۔ جسم کے اثرات روح پر مرتب ہوتے ہیں مزاج طبعی کی خرابی کا اثر مزاج عقلی پر پڑتا ہے چنانچہ بیماری میں چڑ چڑا پن کا پیدا ہونا اور بات بات پر غصہ آنا مزاج طبعی کے مزاج عقلی پر اثر کا نتیجہ ہے اور روح انسانی پیدائش سے موت تک ایک ہی رہتی ہے نشو و نما جسم کی صفت ہے روح کی نہیں مگر جسمانی قویٰ کی ترقی و نشو و نما کے ساتھ عقل میں جلاء و کمال پیدا ہوتے رہنا اور پھر بڑھاپے میں اکثر اوقات عقل کا بہک جانا اس کی دلیل ہے کہ قواء جسمانی کا اثر قواء روحانی و ادراکات عقلی پر پڑتا ہے اور انسان روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے اس لئے کامیاب مذہب وہ ہے کہ جو اس تعلق و ارتباط کو قائم و معتدل رکھتے ہوئے انسان کو ترقی کا موقع عطا کرے کسی ایک چیز کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور روزہ میں ایک جانب روح و باطن کا تزکیہ و جلاء اور کمال حاصل ہوتا ہے اور دوسری جانب جسمانی صحت و

سلامتی حاصل ہوتی ہے یعنی مادی وروحانی دونوں فائدے روزے میں موجود ہیں۔ اس بناء پر روزہ فطری بھی ہے اور عقلی بھی ہے۔

روزہ کی تاریخ:۔

قرآن حکیم کا واضح اعلان ہے کہ امت مسلمہ پر روزہ اسی طرح لازم قرار دیا گیا کہ جس طرح ان سے پہلے لوگوں پر فرض تھا۔ اسلام چونکہ عقلی و فطری مذہب ہونے کی بنا پر اس کے تمام اصول و احکام عقلی و فطری ہیں اسی لئے روزہ بھی انسانی فطرت کے عین مطابق ہونے کی بنا پر عالمگیر حیثیت رکھتا ہے کہ جس کی بنا پر اس کی تاریخ انسانی وجود کے آغاز یعنی جناب آدمؑ سے شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ جناب آدمؑ نے جنت ارضی سے باہر آنے کے بعد جنت کی نعمت سے محروم ہونے پر کفارے کے طور پر تمیں روزے رکھے تھے اور پھر نسل انسانی کے بڑھنے اور اقوام و قبائل میں تقسیم ہونے کے ساتھ روزے کا عمل کچھ تبدیلی کے ساتھ مسلسل باقی رہا۔ الہامی وغیر الہامی مذاہب میں روزہ کسی نہ کسی صورت میں تھا اور ہے۔ قدیم اقوام میں روزہ یا ماتم کی علامت کے طور پر یا خوف وخطرے کے وقت روزہ رکھا جاتا تھا اور زاہد و سالک اپنے اندر الہام کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے روزہ رکھتے تھے۔ چنانچہ پانچ سو سال قبل مسیح، گوتم بدھ نے تزکیہ نفس کے لئے ترک طعام ولذت کا عمل شروع کیا یعنی ہنود و بدھ مت اور یہود و نصاریٰ کے ہاں روزہ مختلف صورتوں میں رائج تھا اور اب بھی رائج ہے۔ ہنود کے ہاں ''برت'' کے بعض ایام میں صرف آگ کی پکی ہوئی اشیاء سے دن بھر پرہیز کرنے کا نام روزہ ہے۔ اور سادھو سنتوں کے ہاں چپ رہنے کا روزہ اب تک موجود ہے اور چینیوں کے ہاں بعض دفع کئی کئی روز تک روزہ رکھا جاتا تھا اور یہود کے ہاں چوبیں گھنٹے کا بھی روزہ تھا۔ چنانچہ صرف افطار کے وقت جس قدر کھا لیتے اس کے بعد کھانے کی اجازت نہیں تھی اور اگر افطار کے وقت غافل رہا یا سوگیا تو پھر دوسرے روز مسلسل روزہ رکھنا ضروری

تھا۔ پیغمبر اسلامؐ جب مدینے آئے تو وہاں یہ روزہ رائج تھا جسے اسلام نے ختم کر کے صرف دن بھر کا روزہ مقرر کیا اور قریش مکہ بھی عاشور کا روزہ رکھتے تھے اور عاشور کے روز خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے۔ مدینے میں آباد یہودی قبائل ساتویں مہینے یعنی محرم کی دسویں تاریخ بروز عاشور روزہ رکھتے تھے۔ اور جناب موسیٰ جب کوہ طور پر توریت لینے گئے تو وہاں چالیس روزے رکھے تھے (توریت کی کتاب الخروج) اور آج تک یہود یکم ذالحج سے چالیس روزے رکھنا ثواب سمجھتے ہیں اور عاشور کے آخری روزے کو فرض سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عاشور کے روز ہی جناب موسیٰ کو دس احکام ملے تھے جس کی بنا پر توریت میں عاشور کے روزے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور پیغمبر اسلامؐ جب مدینے آئے تو وہاں عاشور کا روزہ رائج تھا جسے آپ نے ختم کیا۔ پھر بعد کو یہود و نصاریٰ کے ہاں روزے نے رسمی صورت اختیار کر لی وہ یا کفارہ کے لئے یا توبہ کے لئے روزہ رکھتے یا اس سے بھی محدود مقاصد کے لئے رکھتے۔ اور عیسیٰ کی ولادت کے وقت جناب مریم نے خاموشی کا روزہ رکھا تھا اور جناب عیسیٰ نے بیابان میں چالیس روزے رکھے تھے اور اپنے پیروکاروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا اور ان کو فرمایا تھا کہ ”پھر جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی مانند اپنا چہرہ اداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا چہرہ اس لئے بگاڑتے ہیں کہ تم لوگوں کے سامنے وہ روزہ دار ٹھہریں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا بدلہ پا چکے یا پھر جب تم روزہ رکھو تو اپنے سر پر تیل لگاؤ اور منہ دھوؤ تاکہ آدمی پر نہیں بلکہ اپنے باپ پر جو کے پوشیدہ ہے اس پر روزہ ظاہر ہو اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے آشکارا بدلہ دے گا (انجیل۔ متی) اور دوسرے موقع پر جناب عیسیٰ سے جب ان کے شاگردوں نے پوچھا کہ ہم نجس روحوں کو کس طرح نجاست سے نکال سکتے ہیں۔ تو جناب عیسیٰ نے فرمایا یہ جنس سوائے دعا کے کسی اور طرح نہیں نکل سکتی۔“ (انجیل۔ متی) اور اسی انجیل متی میں یہ بھی ہے کہ صدوقیوں اور فریسیوں نے جب حضرت مسیح سے کہا تمھاری جماعت روزہ

کیوں نہیں رکھتی تو انہوں نے کہا ابھی براتیوں میں دولھا موجود ہے پس ان کو فاقہ کرنے کی کیا ضرورت ہے جب میں اٹھ جاؤں گا تو میری امت روزہ رکھے گی۔" امام حسنؑ نے فرمایا کہ ایک یہودی نے پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر چند مسائل دریافت کیے ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ کی امت پر تیس (30) روزے کیوں فرض کیے گئے جبکہ گزشتہ امتوں پر اس قدر فرض نہیں تھے۔ پیغمبر اکرم نے فرمایا" جناب آدمؑ نے شجر جنت سے جو تناول کیا تھا وہ ان کے بطن میں تیس روز تک باقی رہا تو خدا نے ان کی ذریت پر تیس روز کی بھوک و پیاس لازم قرار دی اور رمضان کی رات میں جو کھاتے پیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے تفضل و احسان ہے اور اسی بنا پر آدمؑ پر بھی تیس روزے لازم قرار دیے گئے تھے اور وہی مدت میری امت پر لازم قرار دی گئی پھر آپؐ نے اس آیت (کتب علیکم الصیام ۔۔الخ) کی تلاوت کی۔ یہودی نے کہا یا محمدؐ آپ نے سچ فرمایا لیکن یہ بتایئے کہ اس روزے کا اجر و ثواب کیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا جس نے رمضان کا روزہ رکھا خدا اسے سات صفات و خصال عطا کرے گا اوّل اس کے جسم سے حرام پگھل جائے گا۔ دوسرے خدا اسے اپنی رحمت سے قریب کرے گا۔ تیسرے اس کی طرف سے اس کے بابا آدم کا کفارہ ہو جائے گا۔ چوتھے موت کی سختی اس پر آسان ہو جائے گی۔ پانچویں قیامت کے روز بھوک و پیاس سے اس کے لیے امان ہوگی۔ چھٹے اس روزہ دار کو دوزخ کی آگ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور ساتویں یہ کہ جنت کی نعمت سے فیضیاب ہونے کا روزہ سبب بنے گا۔ یہودی نے عرض کیا آپؐ نے سچ فرمایا...... حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا " خدا نے ماہ رمضان کا روزہ انبیاء ماسبق کی امتوں پر فرض نہیں کیا تھا بلکہ ان انبیاء ماسبق پر فرض کیا گیا تھا۔ اور اس امت پر فضل و کرم کی بناء پر فرض کیا گیا ہے۔"

روزے کی افادیت :۔

انسان دو اجزاء جسد و روح کا مجموعہ ہے اور اسلامی عبادات و احکام میں ان دونوں اجزاء کی اصلاح وتربیت کے پہلو شامل ہیں اور روح چونکہ افضل و اصل ہے اس لیے اس کی تربیت وتزکیہ اصل مقصود ہے اور انسان کو کائنات مادی و روحانی کی صلاحیتوں اور کمالات کا مجموعہ ہونے کی بناء پر اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے اور خدائے علیم وحکیم نے اپنے اوامر ونواہی کے ذریعے انسانی عظمت وشرافت کے تحفظ کا اہتمام کیا ہے عالم ملکوت مادی خواہشات ومطالبات سے خالی ہونے کی بناء پر مقام عصمۃ پر فائز ہے جبکہ وجود بشری میں مادی خواہشات ومطالبات کا ایک طوفان ہے اور یہ دنیاوی گزرگاہ خواہشات وتحریکات نفسانی کی خاردار جھاڑیوں وگناہوں کے کانٹوں سے بھری ہوئی ہے ایسی صورت میں صرف ہدایت ربانی ہی سے انسان اس پر خطر راستے سے اپنا دامن بچا کر گزر سکتا ہے اور اس پر خطر کانٹے دار جھاڑیوں کے درمیان سے دامن کو بچا کر گزر جانے کو (تقوی) کہا گیا ہے۔ یعنی تقوی خوف الٰہی یا عشق ربانی وعظمت الٰہی کے تصور کی بنا پر انسان کی وہ باطنی کیفیت واحساس ہے کہ جو اس کے باطن کو ہر طرح کی غلاظت سے پاک کر کے خارج میں اس کی سیرت وکردار کی اصلاح کرے اور روزے میں بھی حقیقتاً یہی مفہوم پنہاں ہے۔ کیونکہ روزے کے ذریعے انسان کی مادی ونفسانی خواہشات ومطالبات پر قابو پا کر اس کی تمام فکری اور عملی صلاحیتوں کے رخ کو نیکی کی طرف موڑنا مقصود ہے۔ لہذا اگر روزہ اپنے حقیقی مفہوم کے ساتھ ادا کیا جائے تو یقیناً اس سے صفائے باطن اور اعضا وحواس کی طہارت حاصل ہونے کے ساتھ سیرت وکردار کی تعمیر ہوگی۔ کیونکہ مہینے بھر روزے کے ذریعے ذہنی وعملی تربیت کے ذریعے عزم وہمت میں استحکام وضبط نفس وصبر وتحمل کی قوت حاصل ہوتی ہے یعنی جو حیثیت مادی خوراک کو جسم کے لیے حاصل ہے وہی حیثیت روزہ کو روح کے لیے حاصل ہے۔ یعنی

روزے کے ذریعے جب مادی ونفسانی خواہشات پر قدرت حاصل ہو جائے گی تو پھر نہ ہی نگاہیں برائی کی طرف اٹھیں گی اور نہ ہی کان برائی کی طرف متوجہ ہونگے اور نہ ہی زبان برائی کے لیے حرکت کرے گی اور نہ ہی دوسرے اعضاء معصیت کی طرف بڑھیں گے کیونکہ روزے کا مقصد ہی انسانی فکر وعمل کا رخ معصیت سے نیکی کی طرف اور خودغرضی سے انسان دوستی کی طرف اور نفس پرستی سے خدا پرستی کی طرف اور مادیت سے روحانیت کی طرف اور مخلوق سے خالق کی طرف اور دنیا سے آخرت کی طرف موڑنا مقصود ہے۔ اور روزے کو عربی میں ''صوم'' ''رک جانا'' کہتے ہیں اسی بناء پر جو گھوڑا کھانے پینے کو ترک کردے اسے بھی ''صائم'' کہتے ہیں اور دوپہر کے وقت کو بھی صائم کہتے ہیں اس خیال سے کہ سورج نصف النہار میں رک جاتا ہے۔ اور شریعت نے ایک وقت یعنی صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب کے بعد تک حکم الٰہی کے مطابق جسم کو ہر قسم کی غذا وخوراک سے اور اعضاء وحواس کو معصیت سے باز رکھنے کا نام ''صوم'' روزہ رکھا ہے۔ اسی بناء پر روزے کے تین درجے ہیں اول جسم کو ہر قسم کی خوراک سے باز رکھنا یہ عوام کا روزہ ہے۔ دوم اعضاء وحواس کو بھی معصیت سے محفوظ رکھنا یہ خواص کا روزہ ہے۔ سوم یہ کہ فکر وذہن کو برے خیالات سے محفوظ رکھنا یہ خاص الخاص یعنی انبیاء وصدیقین اور مقربان الٰہی کا روزہ ہے۔ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ ''خلق کا روزہ گناہوں کے خیال سے محفوظ رہنا ہے اور عام انسان کے لیے افضل صوم خوراک سے باز رہنا ہے یعنی خواہشات جسمانی سے باز رہنا۔'' اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص نے جھوٹ وغلط بیانی اور معصیت کی بات کرنے اور اس پر عمل کرنے کو ترک نہ کیا تو خدا کو بھی اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی پرواہ وضرورت نہیں ہے۔ اور پیغمبر اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''کتنے ایسے روزہ دار ہیں کہ جن کو بھوکا پیاسا رہنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔'' روزہ کا سب سے پہلا اور اہم افادیت کا پہلو یہ ہے کہ انسان کو

اپنے نفس ونفسانی خواہشات پر قدرت حاصل ہو یعنی ونفسانی وحیوانی خواہشات کی غلامی سے نجات حاصل کر کے ان خواہشات کو اپنا غلام بنالے اور نفس انسانی کے تین مطالبے ہیں اوّل غذا کا مطالبہ جس سے بقاء حیات مقصود ہے۔ دوم صنفی وجنسی مطالبہ جس پر بقائے نوع کا انحصار ہے۔ سوم آرام طلبی کہ جس سے کام ومحنت میں صرف ہونے والی قوت کی بحالی مقصود ہے۔ یہ تینوں مطالبات منشاء فطرت ہیں یعنی یہ تینوں مطالبات نفس وجسم کے لیے تین پھندے ہیں۔ جیسے ہی انسان کمزور ہوا ان پھندوں نے اسے پھانس کر اپنا غلام بنالیا۔ غذا یعنی جسمانی خوراک کے مطالبے کے غلبہ سے انسان پیٹ کا غلام بن جاتا ہے اور صنفی وجنسی طلب کا غلبہ انسان کو پست کر کے مقام حیوانیت تک پہنچا دیتا ہے اور آرام طلبی کا غلبہ انسان کی تمام صلاحیتوں کو ناکارہ بنا دیتا ہے اور روزہ ان خواہشات و مطالبات کو ضبط وحدود کے اندر رکھتے ہوئے شرف انسانی کی حفاظت کرتا ہے۔ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''جب تم روزہ رکھو تو چاہیئے کہ تمہارے کان و آنکھ حرام و برائی سے محفوظ رہیں اور کسی سے جھگڑا نہ کرو اور خدمت گار کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور روزہ دار کا وقار تم پر قائم ہو اور روزہ کے دن کو بغیر روزہ کے دن کی مانند نہ بناؤ۔'' آپؑ کے دوسرے ارشاد میں یہ اضافہ ہے کہ ''تمہارے بال و جسم کی کھال بھی روزے سے ہو '' یعنی معصیت سے ان کا اتصال نہ ہو۔ اور حضرت صادقؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''روزے کا مقصد صرف کھانے پینے کو ترک کرنا نہیں ہے لہٰذا جب تم روزہ رکھو تو اپنی زبانوں کو روکے رکھو اور اپنی نگاہوں کو پابند رکھو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو'' ایک دفعہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک روزہ دار خاتون کو دیکھا کہ جو اپنی کنیز کو گالیاں دے رہی تھی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو کھانا پیش کر دو۔ تو اس خاتون نے کہا یا رسول اللہ میں روزے سے ہوں آپؐ نے فرمایا تم کیسے روزے سے ہو کہ اپنی کنیز کو گالی دیتی ہو یاد رکھو کہ روزہ صرف کھانے پینے کو ترک کرنے کا نام نہیں۔'' اور

امام علی رضاؑ نے اپنے ایک ارشاد میں روزہ کی افادیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ ''روزے کا ایک سبب وعلت یہ ہے کہ انسان بھوک وتکلیف سے واقف ہوتا کہ اس کے نفس میں عجز وانکساری پیدا ہو یعنی انسان میں قوت وطاقت اور اقتدار کا جو غرور ہو وہ یہ دیکھ کر کہ ایک فاقے میں اس کی کیا حالت ہوگئی ہے اس کا غرور کم ہو اور وہ اجر وثواب کا مستحق بنے اور اس میں تکلیف برداشت کرنے کا ملکہ پیدا ہو اور یہ دلیل ہو۔ آخرت کی سختی پر' یعنی وہ سمجھے کہ جب دنیا کی ذرا سی تکلیف میں اس کا یہ حال ہے تو آخرت کی سختی کیسے برداشت کرسکتا ہوں اور اس کے علاوہ روزہ میں نفسانی خواہشات کو شکست دینا بھی مضمر ہے اور اس سے دنیا میں نصیحت اور آخرت میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے تاکہ انسان کو دونوں کے فقر واحتیاج کی کیفیت کا اندازہ ہو اور دنیاوی فقر وفاقہ کا احساس ہوگا تو غرباء کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوگی اور آخرت کے فقر واحتیاج کے احساس سے اپنے لیے توشہ آخرت فراہم کرنے کی فکر پیدا ہوگی روزہ کیونکہ خواہشات پر قابو پانے کا نام ہے اس لیے روزہ کو پیغمبر اکرمؐ نے ڈھال قرار دیا ہے یعنی روزہ دنیا میں خواہشات نفسانی وشیطانی سے بچنے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔ انسان کے طبعی میلانات یعنی اس کے جذبات ہی جرائم کا سرچشمہ ہے اس کے وجود میں **قوۃ غضبیہ اور قوۃ بھیمیہ و جنسیہ** بھی ہے۔ یہ تینوں قوتیں انسانی اور حیوانی جسم میں موجود ہیں لیکن حیوانات ان کے اظہار کے لیے حدود کے پابند نہیں چنانچہ غیظ وغضب کی حالت میں حیوان اپنے سامنے کسی کی پرواہ نہیں کرتا اسی طرح انسان بھی اگر غیظ وغضب کے وقت موقع ومحل کی تمیز نہ کرے تو اس میں اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اسی طرح حیوان بھیمی وجنسی طلب کے لیے آزاد ہے خواہش کی تکمیل میں کسی پابندی کا پابند نہیں اور جس کا کھیت نظر آئے چرنے لگتا ہے جس کا مال ملا کھالیا اور اگر انسان بھی اسی طرح بھیمی اور جنسی طلب کے لئے آزاد ہو جائے تو انسان وحیوان میں

فرق نہیں رہے گا۔ تو روزہ وہ اہم عبادت ہے کہ جو انہی خواہشات کی آزادی کو ضبط میں لا کر انسانی مقام و شرف کی حفاظت کرتا ہے۔ یعنی روزہ میں انسان کے لیے ارتقاء ہے کہ جو نفس بہیمی کی خواہشات سے بلند کر کے ملائکہ و روحانیین کے مشابہ بناتا ہے۔ خدا کی ذات چونکہ مادیت و مادیت کی صفات سے منزّا (پاک) ہے اس لیے اس کی قربت کے لیے جس قدر مادی خواہشات و مطالبات کو کم کر کے ان کی تہذیب و اصلاح کی جائے گی اسی قدر خدا کی قربتِ معنوی و روحانی حاصل ہوگی اور روزہ اسی مفہوم کے حصول کا سبب بنتا ہے اسی لیے خاصان خدا قرب الٰہی کی بلند منازل کی طرف ارتقاء کے لیے روزہ رکھتے تھے جناب موسیٰ نے اسی مقصد کے لیے کوہ طور پر چالیس روزے رکھے اور پیغمبر اسلامؐ نزول قرآن اور نزول وحی سے قبل غار حرا میں جا کر اکثر روزہ رکھتے تھے اور پھر عام انسانوں کو قرب الٰہی کے لیے روزہ کی نعمت عطا کی گئی پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''اگر شیاطین کا قلوب اولاد آدم پر ہجوم و حملہ نہ ہوتا تو انسان ملکوتِ سماوی کا نظارہ کرتا۔'' اور پیغمبر اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''بے شک اولاد آدم کے جسد میں شیطان خون کی طرح داخل ہو جاتا ہے لہذا اس کے داخل ہونے کے راستوں کو بھوک کے ذریعے بند کرو کیونکہ خواہشاتِ نفسانی شیاطین کی چراگاہیں ہیں کہ جب تک کہ وہ سرسبز رہتی ہیں لہذا شیطان کے بار بار وہاں آنے کو روک دو کیونکہ جب تک شیاطین کی آمد کا تسلسل رہتا ہے بندے پر جلال الٰہی کا انکشاف نہیں ہوتا اور وہ لقاءِ الٰہی سے محجوب ہو جاتا ہے۔'' روزہ سے چونکہ ذہنیت و کردار کی اصلاح کی بناء پر اسلامی مساوات و ہمدردی کے معاشرے کی تشکیل بھی مقصود ہے اس لیے غریب و امیر سب پر روزہ فرض کر کے دنیاوی امتیازات کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام صادقؑ سے جب روزہ کا سبب دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا ''روزہ اس لیے فرض قرار دیا گیا ہے تاکہ ایک وقت ایسا بھی ہو کہ جس میں مالدار و غریب سب برابر نظر آئیں کیونکہ مالدار بھوک کی تکلیف کا احساس

کیوں کرتا کہ وہ غریب پر احسان کرتا کیونکہ مالدار جب کسی چیز کو چاہتا ہے وہ مہیا ہو جاتی ہے تو خدا نے چاہا کہ اپنی مخلوق میں مساوات قائم کر کے مالدار کو بھوک کا مزا چکھائے تا کہ وہ کمزور اور نرم دل ہو اور بھوکے پر رحم کرے۔" اسلام دینِ فطرت ہونے کی بناء پر وہ انسانی روح و جسد دونوں کی اصلاح و تربیت کا اہتمام کرتا ہے اسی لیے روزہ سے روح و جسد دونوں کی اصلاح حاصل ہوتی ہے کیونکہ انسانی جسم جب بیمار ہوتا ہے تو جسم بھوک ہڑتال کر لیتا ہے تا کہ باہر کی خوراک کے ذریعے اندرونی مرض کو قوت و مدد حاصل نہ ہو اور اندر کی قوتیں بیرونی دوا کی مدد سے اس مرض کے مواد کو ختم کر سکیں۔ اسی فطری اصول کی بناء پر سال بھر میں اگر کوئی فاسد مادّے جسم میں جمع ہو گئے ہوں تو ایک ماہ کے روزوں کے ذریعے ان فاسد مادّوں کو ختم کر کے جسد کی صحت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ صوموا تصحوا۔ روزہ رکھو تا کہ تم صحت مند ہو جاؤ...... کیونکہ سال بھر انسان کے اندرونی اعضاء مصروف رہتے ہیں جس کی بناء پر ان کو آرام نہیں ملتا لیکن مہینے بھر کے روزوں کے ذریعے اندرونی قویٰ اور خصوصاً معدے کو آرام ملنے کے ساتھ اس کی صفائی بھی ہو جاتی ہے جس سے اس کی کارکردگی بہتر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ معدے ہی کو بیماری کا گھر کہا گیا ہے اس کی اصلاح رہے گی تو انسان صحت مند رہے گا۔ اور حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری مقام حساب میں بارگاہِ الٰہی میں حساب کے وقت۔"

روزہ کی سہولت وفضیلت اور مسائل

(۱) فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدۃ من ایام اخر... الخ (۱۸۴) بقرہ

(۲) فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ...... الخ (۱۸۷) بقرہ

(۳) ثم اتموا الصیام الی الیل ...... الخ (۱۸۷) بقرہ

(۱) پس تم میں سے جو مریض ہو یا سفر میں ہو تو اتنے ہی روز دوسرے دنوں کے ہیں اور جو اس پر قدرت نہیں رکھتے تو مسکین کو کھانا کھلانا فدیہ ہے تو جس نے نیکی کی وہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور تم روزہ رکھو کہ جو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

(۲) ''پس تم میں سے جو ماہ رمضان کو پالے تو چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو اسی قدر (روزے) دوسرے دنوں کے ہیں اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے وہ تمہارے لیے تنگی و دشواری نہیں چاہتا اور چاہیئے کہ تم تعداد پوری کرلو۔''

(۳) ''پھر تم روزوں کو رات تک پورا کرو ...... الخ ''

اسلامی احکام و عبادات کی فرضیت فطرت انسانی کے تقاضے کے مطابق ہونے کی بناء پر اور ان کی ادائیگی کے آسان ہونے کی وجہ سے شریعت اسلامیہ کو شریعۃ سہلہ (آسان شریعت) کہا گیا ہے تا کہ عبادات انسانی فطرت و مزاج پر بار نہ ہوں کیونکہ خدا کی ذات کسی طرح مخلوق کی محتاج نہیں ہے وہ صرف خلوص اور خشوع و خضوع سے اپنے احکام کی تعمیل و فرمابرداری چاہتا ہے۔ مخلوق کی اطاعت و بندگی نہ اس کی عظمت و وقار میں اضافہ کرسکتی ہے اور نہ ہی مخلوق کی سرکشی و نافرمانی اس کی عظمت کو کم کرسکتی ہے۔ اس نے رحم و کرم کی بناء پر ایک جانب رمضان کے روزے قمری مہینے میں قرار دیئے ہیں تا کہ موسم کے بدلنے کے ساتھ روزے کبھی گرمی میں اور کبھی سردی میں آنے سے روزے کی افادیت بھی برقرار رہے اور روزہ فطرت انسانی پر بار بھی نہ ہونے پائے۔ اور اگر روزے مستقلاً سردی کے موسم میں ہوتے تو ان کی افادیت نہ رہتی اور اگر مستقلاً گرمی کے موسم میں فرض ہوتے تو بہت سے انسان بوجھ سمجھ کر ترک کرنے کی بناء پر مستقلاً اس کی افادیت سے محروم رہ جاتے اور پھر ساتھ ہی جائز سفر میں نماز روزے کو قصر قرار دے کر سہولت دینے کے ساتھ فرمابرداری کا بھی امتحان لیا ہے اور اسی طرح مریض و ضعیف کہ جو روزہ نہ رکھ سکے اس سے روزہ کی فرضیت کے حکم کو اٹھالیا ہے

ہاں مریض جب صحت یاب ہو جائے تب قضا شدہ روزوں کی قضا کو اس پر لازم قرار دیا ہے اور روزہ کہ وقت کے آغاز و اختتام کو بھی قرآن حکیم میں واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے خصوصاً روزہ کے افطار کے وقت کے لیے واضح اعلان کیا گیا ہے کہ ''روزوں کو رات تک مکمل کرو'' اس قرآنی وضاحت میں یہ نہیں کہا گیا کہ ''روزہ سورج ڈوبنے تک پورا کرو'' اس لیے کہ سورج کہیں غروب نہیں ہوتا لہٰذا رات کے آغاز ہونے تک کی تکمیل کا حکم دیا گیا ہے جہاں سے رات کا آغاز ہوتا ہے اس وقت تک روزہ رکھنا فرض ہے اور جہاں چھ ماہ کے شب و روز ہیں وہاں روشنی و تاریکی کی شدت و کمی سے شب و روز کا امتیاز کیا جا سکتا ہے۔'' جائز سفر میں روزہ نہ رکھنے کے لیے سورہ بقرہ کی مندرجہ آیات میں واضح حکم الٰہی موجود ہے کہ جس قدر سفر کے ایام ہوں اور بیماری کے ایام ہوں اسی قدر ایام کی بعد میں قضا بجا لائی جائے ۔عبادت چونکہ رضائے الٰہی کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے لہٰذا آج کے دور کی سفری سہولت کو سہارا بنا کر سفر میں روزہ رکھ کر حکم الٰہی کی نافرمانی نہیں کی جا سکتی۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ '' سفر میں روزہ نہیں کیونکہ خدا نے تمہیں یہ تحفہ عطا کیا ہے لہٰذا اس کے تحفہ کو قبول کرو۔'' (تفسیر کبیر)

پیغمبر اکرمؐ صحابہ کے ساتھ ایک سفر میں ایک مقام پر ایک صحابی کے پاس سے گزرے جو درخت کے نیچے آرام کر رہا تھا پیغمبر اکرمؐ نے اسکے متعلق دریافت کیا تو بتایا گیا کہ وہ روزے سے ہے پیاس نے اسے تھکا دیا ہے تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے'' (تفسیر کبیر) اور تفسیر منثور میں ہے کہ عبداللہ ابن عمر سے ایک شخص نے کہا کہ میں سفر میں روزہ رکھنے پر قدرت رکھتا ہوں تو ابن عمر نے کہا میں نے پیغمبر اکرمؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا '' جس نے قصر (سفر میں روزہ نہ رکھنے) کی سہولت کو قبول نہ کیا اس کے لیے عرفات پہاڑ کی مانند گناہ ہیں'' صحیح نسائی اور صحیح ابن ماجہ میں ہے کہ عبدالرحمن

بن عوف کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ''رمضان میں روزہ رکھنے والا حضر (گھر) میں افطار کرنے کی مانند ہے۔'' اور تفسیر درمنثور میں ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے مہینے میں سفر کے دوران روزہ رکھا تو حضرت عمر نے اسے حکم دیا کہ ''اس روزہ کی قضا کرو'' اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ ''بیشک خدا نے مریض اور مسافر پر روزہ نہ رکھنے کا احسان کیا ہے'' (درمنثور)

اس آیت (علی الذین یطیقونہ.....الخ کہ جو روزہ رکھنے پر قدرت نہیں رکھتے) کے ذیل میں حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ''اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جو پہلے روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے تھے اور اب بڑھاپے اور پیاس کے عارضے کی وجہ سے روزہ رکھنا ان کے لیے باعث مشقت ہو تو ان کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ ہر روزے کے بدلے میں ایک مد (چودہ چھٹانک اور احتیاطاً ایک کلو) طعام (اناج) فدیہ (مومن) مسکین کو دیں۔''

اور ایک موقع پر ابوبصیر نے روزہ نہ رکھنے کے لیے بیماری کی حدود و کیفیت سے متعلق حضرت امام صادقؑ سے سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا ''یہ معاملہ اس شخص کے ذمہ ہے اگر وہ خود کو روزہ رکھنے سے معذور سمجھتا ہے تو روزہ نہ رکھے اور اگر اپنے جسد میں روزہ رکھنے کی قوت پاتا ہے تو روزہ رکھے اور جیسا وہ ہے وہی حکم اس پر ہے۔''

حضرت امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے اور ماہ رمضان کے گزرنے کے بعد تندرست ہو جائے لیکن آئندہ رمضان آنے تک ان کی قضا بجا نہ لائے تو اس پر قضا کے ساتھ ساتھ ایک ایک مد طعام (اناج) بھی مسکین کو دینا لازم ہے اور اگر آئندہ رمضان آنے تک مسلسل بیمار رہے تو اس پر صرف فدیہ (ہر روزے کے بدلے میں ایک ایک مد اناج) واجب ہے قضا نہیں۔''

فضیلت :۔

پیغمبر اکرمؐ نے جابر انصاری سے فرمایا۔ ’’ اے جابر جس شخص نے ماہ رمضان کے دن میں روزہ رکھا اور رات کے ایک حصے میں خدا کی عبادت کی اور اپنے شکم اور شرم گاہ کو حرام سے محفوظ رکھا اور زبان کو (برائی سے) روکے رکھا تو ماہ رمضان سے جب باہر آتا ہے تو گویا اپنے گناہوں کی دلدل سے (پاکیزہ ہو کر) باہر آیا ہے۔ جابر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بہترین ارشاد فرمایا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہاں جابر شرط بھی کس قدر سخت ہے۔‘‘

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ’’یہ مہینہ دوسرے ہزار مہینوں سے افضل ہے اور اس میں روزہ رکھنا فرض ہے اس مہینے کا فریضہ دوسرے مہینوں کے ستر فریضوں کے برابر ہے یہ صبر و ہمدردی کا مہینہ ہے اس مہینہ میں خدا رزق میں اضافہ کرتا ہے اور جس نے روزہ دار مومن کا روزہ افطار کرایا تو اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ہم دوسروں کو افطار نہیں کرا سکتے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا تو کم از کم کھٹے دودھ (دہی یا پنیر) یا شیریں پانی کے گھونٹ یا کھجور کے چند دانوں سے افطار کرائے تو اسے بھی ویسا ہی ثواب ملے گا اور جس نے اس ماہ میں اپنے غلام (نوکر) سے (محنت و مشقت میں) تخفیف کی تو بروز حشر خدا اس کا حساب ہلکا کرے گا اور یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا اول رحمت اور وسط مغفرت اور آخر قبولیت اور دوزخ کی آزادی ہے۔ اس ماہ مبارک میں قرآن حکیم کا نزول ہوا لہذا تلاوت قرآن پاک کا بہت زیادہ ثواب ہے چنانچہ معصوم کا ارشاد ہے کہ ’’دوسرے مہینوں میں پورا قرآن پڑھنے کا جس قدر ثواب ملتا ہے اس مہینے میں ایک آیت پڑھنے کا اسی قدر ثواب ملتا ہے‘‘ اور معصوم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ’’ہر چیز کی بہار ہوتی ہے اور رمضان کی بہار قرآن کی تلاوت ہے۔‘‘ اور

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ''جس شخص کی مغفرت ماہ رمضان میں نہیں ہو سکتی تو دوسرے ماہ رمضان تک اسکی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ سوائے اس کے کہ اسے عرفات میں جانے کی توفیق حاصل ہو جائے پس تم اپنے آپ کو فعل حرام سے بچاؤ اور حرام چیز پر افطار نہ کرو''

امیر المومنینؑ نے فرمایا ''بہت سے ایسے روزہ دار ہوتے ہیں کہ جن کا سوائے روزہ سے بھوک و پیاس کے اور کچھ حصہ نہیں ہوتا اور بہت سے ایسے عبادت گزار ہوتے ہیں کہ جن کا عبادت میں سوائے جسمانی کوفت کے کچھ حصہ نہیں ہوتا اور صاحب عقل و دانش کی نیند احمق کی بیداری و عبادت سے افضل ہے اور اس کا (عام دنوں میں) افطار بے عقل و احمق کے روزوں سے افضل ہے۔'' اور حضرت صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''روزہ دار عبادت میں ہوتا ہے اگرچہ سو رہا ہو اس وقت تک کہ وہ غیبت کا ارتکاب نہ کرے''

حضرت باقرؑ نے فرمایا کہ اسلام کی پانچ باتیں بنیادی ہیں '' نماز و زکوۃ اور حج و روزہ اور ولایت آل محمدؑ جو سب سے افضل ہے (کافی)۔

اور حضرت امام صادقؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''روزہ دار کی نیند عبادت ہے اور اسکی خاموشی تسبیح ہے اور اس کا عمل مقبول ہے اور اس کی دعا قبول ہے۔''

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ خدا کا فرمان ہے ''روزہ میرے لیے مخصوص ہے میں ہی اس کا (خاص) اجر دونگا اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کرتے وقت اور دوسری جب وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا اور اس ذات کی قسم کہ جس کے دست قدرت میں محمدؐ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بد بو مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

رمضان کی فضیلت اور اہمیت سے متعلق پیغمبر اکرمؐ کا خطبہ

امیر المومنین نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک روز خطبہ میں فرمایا۔ ''اے لوگو تمہارے پاس اللہ کا مہینہ برکت و رحمت اور بخشش لے کر آیا ہے اور یہ مہینہ خدا کے نزدیک

تمام مہینوں سے افضل ہے اور اس کے دن تمام دنوں سے اور اس کی راتیں تمام راتوں سے اور اسکی ساعتیں تمام ساعتوں سے افضل ہیں اور اس مہینے میں تمہیں خدا کی ضیافت کی طرف دعوت دی گئی ہے اور تم خدا کی طرف سے عزت و کرامت کے اہل ہوئے ہو اور اس مہینے میں تمہارے تمام سانس خدا کی تسبیح ہیں اور تمہاری نیند خدا کے یہاں عبادت کا ثواب رکھتی ہے۔ اس ماہ میں اعمال مقبول اور تمہاری دعائیں مستجاب ہیں پس تم پروردگار سے اپنی نیتوں کی وسعت اور گناہوں اور بدعادتوں سے دلوں کے پاکیزہ ہونے کا سوال کرو تا کہ خدا تمہیں روزہ رکھنے اور قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بے شک شقی اور بد بخت ہے وہ شخص کہ جو اس باعظمت مہینے میں خدا کی بخشش سے محروم رہ جائے اور اس ماہ کی بھوک و پیاس سے روز قیامت کی بھوک و پیاس کا تصور کرو اور اپنے محتاجوں اور مسکینوں پر صدقہ کرو اور بڑوں کی تکریم اور بچوں پر رحم کرو اور قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کروں اور اپنی زبانوں کو نامناسب کلمات سے اور اپنی آنکھوں کو ناجائز دیکھنے سے محفوظ رکھو اور اپنے کانوں کو ایسی آواز سننے سے محفوظ رکھو کہ جس کا سننا حرام ہے اور یتیموں پر مہربانی کرو تا کہ خدا تمہارے یتیموں پر مہربانی فرمائے اور گناہوں سے رخ موڑ کر خدا کی طرف رجوع کرو اور نماز کے اوقات میں دعا کے لیے اپنے ہاتھوں کو خدا کی بارگاہ میں بلند کرو کیونکہ نماز کا وقت دعا کی قبولیت کے لیے بہترین وقت ہے اور اس وقت خدا اپنے بندوں پر نگاہ رحمت فرماتا ہے اور پکارنے والوں کی آواز پر لبیک کہتا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ اے لوگوں تمہاری جانیں رہن شدہ ہیں طلب بخشش سے ان کو آزاد کراؤ اور تمہاری گردنیں گناہوں کی وجہ سے زیر بار ہیں لہذا طول سجدہ سے انکا بوجھ ہلکا کرو اور خدا نے قسم کھائی ہے کہ اس مہینے میں نماز پڑھنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کو عذاب نہیں کرے گا۔ اور بروز قیامت ان کو دوزخ کی آگ سے خوفزدہ نہیں کرے گا۔ اے لوگو جس شخص نے اس ماہ میں روزہ دار کو افطار کرایا خدا

اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف کردے گا۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ کسی کو افطار کرا سکیں۔ تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ''روزہ دار کو افطار کرا کے دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو اگرچہ کھجور کے نصف دانے سے ہی ہو یا اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ سے ہی ہو۔ خداوندِ عالم ایسا کرنے والے کو بھی وہی ثواب عطا کریگا جبکہ یہ شخص اس سے زیادہ پر قدرت نہ رکھتا ہو تو۔ اے لوگو جس شخص نے اس مہینہ میں اپنے اخلاق کو پاکیزہ رکھا وہ پل صراط سے باآسانی گزرے گا۔ جب کہ قدم ڈگمگائیں گے اور جس شخص نے اس ماہ میں اپنے غلاموں وکنیزوں سے آسان و ہلکا کام لیا تو بروز قیامت خدا اس کا حساب آسان کردے گا اور جس شخص نے اس ماہ میں اپنی سختی لوگوں سے کم کردی تو بروز قیامت خدا اس سے اپنا غضب اٹھالے گا اور جس نے اس ماہ میں یتیم کی عزت کی تو بروز قیامت خدا اس کی عزت کرے گا اور جس نے اس ماہ میں صلہ رحمی کی اور قرابتداروں پر احسان کیا تو بروز قیامت خدا اسے اپنی رحمت سے فیضیاب کرے گا اور جس نے اس ماہ میں قرابتداروں سے قطع تعلق کیا تو بروز حشر خدا اسے اپنی رحمت سے دور کردے گا۔ اور جس نے اس ماہ میں سنتی نماز پڑھی تو خدا اس کے لئے دوزخ سے بیزاری لازم قرار دے گا۔ اور اس ماہ میں واجب نماز ادا کرنے والے کو دوسرے مہینوں کی نماز سے ستر گنا زیادہ ثواب عطا کرے گا اور جس نے اس ماہ میں زیادہ درود پڑھا تو بروز حشر اس کا نامہ اعمال وزنی ہوگا اور اس مہینے میں قرآن کی ایک آیت پڑھنے والے کو دوسرے مہینوں میں پورا قرآن پڑھنے کے برابر ثواب ملے گا۔ اے لوگو اس ماہ میں بہشت کے دروازے کھلے ہیں پس تم خدا سے سوال کرو تاکہ وہ تمہارے لئے بند نہ ہو جائیں اور دوزخ کے دروازے اس ماہ میں بند ہیں پس تم خدا سے سوال والتجا جاری رکھو تاکہ تمہارے لئے وہ کھل نہ جائیں اور شیاطین اس ماہ میں مقید ہیں پس خدا سے دعا کرو تاکہ وہ تم پر مسلط نہ ہو جائیں

...اور ماہ رمضان کے ہر روزے کے ثواب کے لئے زبان رسالت سے نکلے ہوئے کلمات کا خلاصہ یہ ہے۔ جبکہ روزہ صحیح عقیدہ و ایمان اور اخلاص کے ساتھ باطن و عملی گناہوں سے دور رہتے ہوئے روزہ رکھنے کا ثواب درجات کی مناسبت سے درج ذیل ہیں۔

○ یکم ماہ رمضان کو خداوند کریم میری امت کے گناہوں کو بخشتا ہے اور ان کے ہزار ہا درجات بلند فرماتا ہے۔

○ دوسرے روزے کے لئے ہر ایک قدم کے بدلے میں ایک ایک برس کی عبادت و روزے کا ثواب خدا عطا فرماتا ہے۔

○ تیسرے روزے کے عوض بدن کے بالوں کے برابر فردوس میں مروارید سفید کے قبے جن کے اوپر نیچے ہزاروں نور کے گھر اور نورانی تخت ہوں گے عطا فرماتا ہے کہ جہاں ہر روز فرشتے ہدیے لے کر اس کے پاس حاضر ہوں گے۔

○ چوتھے روزے کے بدلے میں جنت الخلد کے ستر ہزار محل عطا فرمائے گا کہ ہر محل میں ستر ہزار گھر اور ہر گھر میں پچاس ہزار تخت اور ہر تخت پر ایک حور جس کی ایک ہزار کنیزیں ہوں گی کہ ہر کنیز دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگی۔

○ پانچویں روزے کے بدلے میں جنت الماویٰ میں خدا ہزار ہا شہر عطا کرے گا کہ ہر شہر میں ستر ہزار گھر اور ہر گھر میں ستر ہزار دستر خوان اور ہر دستر خوان پر ستر ہزار خوانچے اور ہر خوانچہ میں ستر ہزار قسم کے کھانے ہوں جو ایک دوسرے کے مشابہہ نہیں ہوں گے۔

○ چھٹے روزے کے عوض خدا جنت دار السلام میں ایک لاکھ شہر عطا کرے گا اور ہر شہر میں ایک لاکھ محلے ہوں گے اور ہر محلے میں ایک لاکھ گھر اور ہر گھر میں ایک لاکھ طلائی تخت کہ ہر ایک تخت کا طول ہزار ذراع ہوگا اور ہر تخت پر حور ہوگی جس کے گیسوؤں میں موتی و یاقوت جڑے ہوں گے۔

○ ساتویں روزے کے عوض خدا جنت النعیم میں ساٹھ ہزار عابدوں اور زاہدوں کا ثواب دے گا۔

○ آٹھویں روزے کے عوض جنت النعیم میں چالیس ہزار شہیدوں اور صدیقوں کا ثواب عطا کرے گا۔

○ نویں روزے کے بدلے میں خدا ہزار عالموں اور ہزار مجاہدوں کا ثواب دے گا۔

○ دسویں روزے کے عوض خدا اس کی ستر ہزار حاجات پوری کرے گا دنیا کی خشکی و تری کی ہر مخلوق اس کے لیے طلب مغفرت کرے گی۔

○ گیارہویں روزے کا ثواب پیغمبر کے ہمراہ چار حجوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ بجالائے ہوئے چار عمروں کے برابر خدا اجر عطا کرے گا۔

○ بارہویں روزے کے عوض خدا اس کے گناہوں کو بخشتا ہے اور نیکیوں کو ہزار گنا کرتا ہے۔

○ تیرہویں روزے کا ثواب حرمین شریفین کے تمام عبادت گزاروں کے ثواب کے برابر خدا اسے ثواب عطا فرماتا ہے۔

○ چودھویں روزے کے عوض حضرت آدمؑ ، حضرت نوحؑ ، حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کی زیارت کا ثواب عطا کرتا ہے۔

○ پندرھویں روزے کے عوض خدا اس کی دینوی و اخروی حاجات بر لاتا ہے۔ حاملان عرش اس کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں اور بروز محشر خدا اسے چالیس نور عطا فرمائے گا جو ہر چار طرف سے اس کا احاطہ کیے ہوں گے۔

○ سولہویں روزے کا عوض اس کو بہشت کے ساٹھ حلے عطا ہوں گے اور گرمی محشر سے بچنے کے لئے اس کے سر پر بادل کا سایہ ہوگا۔

○ سترہویں روزے کے عوض خدا روزہ دار اور اس کے باپ دادا کے گناہ بخشتا ہے اور ان

سے قیامت کی سختی دور فرماتا ہے۔

○ اٹھارویں روزے کے عوض اسے خداوند کریم شہدائے بدر کا ثواب عطا فرمائے گا اور تمام ملائکہ آئندہ سال تک اس کے لئے استغفار کریں گے۔

○ انیسویں روزے کے بدلے میں فرشتے قبر میں جنتی تحفہ اور شراب طہور لے کر اس کی زیارت کو آئیں گے۔

○ بیسویں روزے کے عوض اسے سو برس کے روزوں کا ثواب عطا ہو گا۔ ستر ہزار ملائکہ اس کی شیاطین سے حفاظت کریں گے اور چاروں کتابوں کے قاریوں اور پر ہائے جبرئیل کی تعداد کے برابر اسے ثواب ملے گا اور آیات قرآنیہ کی تعداد اس کو حوریں عطا ہوں گی۔

○ اکیسویں روزے کے عوض خدا اس کی قبر کو ہزار فرسخ وسیع کر دے گا اور وہ ظلمت و وحشت قبر سے محفوظ ہو گا اور اس کا چہرہ مثل چہرہ یوسفؑ کے ہو گا۔

○ بائیسویں روزے کے عوض ملک الموت انبیاء کی طرح اس کی قبض روح کے لئے آئے گا اور خدا دنیا و آخرت کے غم اور منکر نکیر کے ہول سے اسے بچا لے گا۔

○ تیئسویں روزے کے عوض نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور نیکوں کے ہمراہ پل صراط سے پار ہو گا اور تمام امت کی یتیم پروری اور برہنہ پوشی کا ثواب اسے ملے گا۔

○ چوبیسویں روزے کے عوض مرنے سے پہلے اپنا مکان جنت میں دیکھے گا اور ہزار بیماروں' ہزار راہ خدا میں ترک وطن کرنے والوں اور ہزار غلام آزاد کرنیوالوں کے ثواب کے برابر خدا اسے ثواب عطا ہو گا۔

○ پچیسویں روزے کے عوض میں خدا زیر عرش ہزار قبہ ہائے سبز تعمیر کرتا ہے جن پر خیمہ نور بلند کرتا ہے اور فرماتا ہے مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی کہ تمھیں ہزار تاج نورانی پہنا کر نورانی ناقہ پر سوار کر کے ایسی جنت میں بھیجوں گا کہ تمام مخلوق حیران ہو گی۔

○ چھبیسویں روزے کے عوض قتل ناحق اور غصب کے علاوہ ستر گناہان کبیرہ کو خدا معاف فرما دیتا ہے۔

○ ستائیسویں روزے کا ثواب تمام مومنوں کی امداد کرنے اور ہزار برہنہ کو لباس پہنانے و تمام کتب سماویہ کی تلاوت کرنے اور ہزار مجاہدوں کی خدمت کرنے کے برابر ہے۔

○ اٹھائیسویں روزے کے عوض خدا اس کے لئے جنت الخلد میں ایک لاکھ شہر نور کے اور جنت الماویٰ میں ایک لاکھ محل چاندی کے اور جنت الفردوس میں ایک لاکھ شہر سونے کے کہ ہر شہر میں ایک ہزار کمرے ہوں گے عطا فرمائے گا۔

○ انتیسویں روزے کے عوض خدا اسے ہزار محل عطا کرے گا ہر محل میں ایک تخت سفید کافوری ہوگا اور ہر تخت پر سندس واستبرق کے ہزار فرش ہوں گے اور ہر فرش پر ایک حور ہوگی جس کے ستر ہزار حلے ہوں گے اور اس کے ہزار گیسو ہوں گے جو موتیوں اور یاقوتوں سے جڑے ہوں گے۔

○ تیسویں روزے کا ثواب تمام گزشتہ روزوں کے برابر ہے اور علاوہ ازیں ہزار شہیدوں اور ہزار صدیقوں کے ثواب کے برابر ہے۔ الخ جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ہے ریان اس میں سے صرف امت محمدیہؐ کے روزہ دار داخل ہوں گے۔ (بحار الانوار ج۔3)

روزے کے مسائل

رمضان کے روزے کی نیت ہر روز کی جا سکتی ہے اور بہتر یہ ہے کہ رمضان کے آغاز ہی سے قربت الٰہی کے ارادے سے پورے رمضان کے روزے رکھنے کی نیت کر لی جائے۔ اس طرح اگر رمضان کے اختتام سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جائے تو نیت کی بناء پر پورے رمضان کے روزوں کا ثواب حاصل ہوگا۔ اور نیت کے لئے صرف اس قدر ارادہ کرنا کافی ہے کہ میں رمضان کے روزے قربت الٰہی کے لئے رکھوں گا یا رکھتا ہوں۔ اور اگر

شعبان کی آخری تاریخ سے متعلق شک ہوجائے کہ شعبان کا آخری دن ہے یا رمضان کی پہلی تاریخ ہے تو اس پر وہ روزہ واجب نہیں ہے لیکن اگر بعد کو معلوم ہوا کہ وہ رمضان کی پہلی تاریخ تھی تو اس کی قضا لازم ہے لیکن اگر شعبان کی آخری تاریخ ہو اور معلوم نہ ہو کہ شعبان کی آخری تاریخ ہے یا رمضان کی پہلی تاریخ اور اس دن روزہ رکھ لے تو اس کی نیت کو مخصوص کرے یعنی کسی قضاء روزے کی نیت کرے یا یہ نیت کرے کہ اس وقت خدا جو مجھ سے چاہتا ہے وہ بجا لا رہا ہوں اس طرح بعد کو اگر واضح ہوجائے کہ وہ رمضان کا پہلا روزہ تھا وہ اسی میں شمار ہوجائے گا۔

روزے کو باطل کرنے والی چیزیں:۔

(1) عمداً اختیار و ہوش کی صورت میں کھانے پینے سے روزہ باطل ہوجائے گا جبکہ عادتاً تھوک کے نگلنے سے روزہ باطل نہیں ہوگا ہاں اگر دماغی مواد منہ میں آجائے تو اس کے لئے عمداً نگلنے سے روزہ باطل ہوجائے گا۔

(2) اسی طرح غلیظ دھوئیں وغبار کے حلق سے نیچے چلے جانے سے بھی روزہ باطل ہوجائے گا

(3) غذائیت کا ٹیکہ لگوانے سے بھی روزہ باطل ہوجائے گا اسی طرح قوت وطاقت کے ٹیکہ لگوانے سے اجتناب کیا جائے لیکن علاج و دوا کے ٹیکے لگوانے سے روزہ باطل نہیں ہوتا اور اسی طرح ناک کان میں دوا ڈالنے سے روزہ باطل نہیں ہوتا جبکہ حلق تک نہ پہنچے لیکن سیال چیز سے حقنہ (انیمہ) کرانے سے روزہ باطل ہوجائے گا۔

(4) کسی ذی حیات سے جنسی عمل کرنے سے روزہ باطل ہوجائے گا اور اس کے علاوہ عمداً کسی صورت میں جنسی مادے کے خارج ہونے میں بھی روزہ باطل ہوجائے گا لیکن نیند میں یا غیر ارادی طور پر جنسی مادے کے خارج ہونے سے روزہ باطل نہیں ہوگا۔

(5) رات میں اگر غسل جنابت واجب ہوجائے اور وقت ہونے کے باوجود بغیر کسی مجبوری

کے صبح صادق تک غسل نہ کیا جائے تو وہ روزہ باطل ہو جائے گا اس روز بھی بھوکا و پیاسا رہنا ہوگا اور بعد کو قضاء بھی کرنا ہوگی۔ لیکن وقت کی تنگی یا مرض کی وجہ سے یا پانی نہ ہونے کی صورت میں غسل نہ کر سکے تو مٹی سے تیمم کرلیا جائے اور بعد کو جس وقت عذر رفع ہو جائے غسل کرلیا جائے اس طرح روزہ صحیح ہے۔

(6) روزے کی حالت میں عمداً واختیاراً پورا سر پانی میں ڈبونے سے روزہ باطل ہو جائے گا اسی لئے روزے کی حالت میں غوطے کے ذریعے غسل ارتماسی نہیں کیا جاسکتا۔

(7) انبیاء وائمہ یعنی حجج الٰہی اور معصومینؑ پر جھوٹ بولنے سے بھی روزہ باطل ہو جائے گا۔

روزہ نہ رکھنے کی صورت میں

(1) بوڑھا و لاغر مرد و عورت کہ جو مستقلاً روزہ نہ رکھ سکے یا کوئی پیاس کی شدت برداشت نہ کر سکے تو وہ ہر روزے کے بدلے میں ایک ایک مد تقریباً ایک کلو طعام (اناج) فدیہ غریب مومن کو دے۔

(2) حاملہ عورت یا بچے کو دودھ پلانے والی عورت کے لئے اگر روزہ ضرر کا باعث ہو یا بچے کے لئے ضرر کا باعث ہو تو وہ روزہ نہ رکھے بلکہ بعد کو قضا کرے اور ہر روزے کے ساتھ ایک ایک مد اناج فدیہ بھی ادا کرے۔

(3) اگر زوال سے قبل سفر کے لئے جانے کا ارادہ ہوا تو روانہ ہو کر شہر کی حدود سے نکلنے کے بعد اس روزے کا افطار کرنا لازم ہے لیکن اگر روانہ ہوتے وقت گھر میں ہی روزہ افطار کرلیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں اور زوال کے بعد سفر کے لئے روانہ ہونے کی صورت میں اس روزے کو پورا کرنا لازم ہے۔

(4) اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں زوال سے قبل سفر سے واپس گھر پہنچ جائے تو اگر راستے میں کچھ کھایا پیا نہ ہو تو اس روز میں روزہ رکھنا لازم ہے۔

(5) رمضان کے قضاء روزے اگر آئندہ رمضان کے آنے تک بغیر عذر کے نہ رکھے گئے تو ان کی قضاء کے ساتھ ہر روزے کے بدلے میں ایک ایک مد طعام (اناج) بھی مسکین کو دینا لازم ہے۔

(زکوۃ وصدقات)۔(انسان دوستی)

اسلام دین انسانیت و پیغام شرافت ہے۔ اسلام دین رحمت اور پیغام اخوت ومحبت ہے اسلام دین اخلاق و پیغام امن ہے۔ اسلام دین ایثار وقربانی اور پیغام حریت ہے اسلام کا پیغام ہے جیو اور جینے دو۔ خالق کائنات نے جس طرح تخلیقی حسن سے آراستہ کر کے انسان کو اشرف خلائق بنایا ہے۔ اسی طرح وہ حسن سیرت کے لحاظ سے بھی اسے اشرف کائنات بنانا چاہتا ہے اس مقصد یعنی تکمیل انسانیت کے لئے اسلام نے دو بنیادی اصول وستون قرار دیے ہیں۔ اطاعت خالق اور اس کی مخلوق پر شفقت ومہربانی خالق کائنات انسانی بندگی واطاعت کا محتاج نہ ہوتے ہوئے اپنی تمام عبادات وطاعات کے ذریعے انسانی فکر کی طہارت وسیرت وکردار کی تعمیر چاہتا ہے۔ انسانی اقوال و اعمال اس کے باطنی احساسات وخیالات اور کیفیات کا آئینہ ہوتے ہیں اسی بنا پر اسلامی عبادات کا بنیادی مقصد انسان کے باطن کا صفات خبیثہ سے تزکیہ اور صفات حمیدہ سے آراستہ ہو کر پروردگار عالم کی قربت وخصوصی محبت حاصل کرنا مقصود ہے۔ تزکیہ باطن کے ساتھ صادر ہونے والی عبادات وطاعات ہی نگاہ اسلام میں قابل قدر و وزنی ہوتی ہیں۔ انسان دوستی اور شرافت کا معاشرہ قائم کرنے کے لئے اسلام پہلے انسان کے باطن کی صفات خبیثہ سے طہارۃ کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرتا ہے اور ساتھ ہی انسان دوستی وخدمت خلق کے عمل کو افضل عبادت قرار دے کر اس کی طرف ترغیب دلاتا ہے چنانچہ حدیث قدسی میں خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ ''تمام مخلوق میرا کنبہ ہے اور جو میرے کنبے کے لئے زیادہ مفید ومہربان ہوگا وہی میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوگا۔'' اور خدا

کے حبیب کا ارشاد ہے کہ ''افضل ترین و بہترین انسان وہ ہے کہ جو لوگوں کو نفع و فائدہ پہنچاتا ہے'' اس طرح بدترین انسان وہ ہے کہ جو خدا کی مخلوق کو ضرر و نقصان پہنچاتا ہے۔ اسلامی عبادات کا مقصد چونکہ باطنی طہارت کے ساتھ سیرت و کردار کی تعمیر ہے اسی بنا پر انہی مقاصد کے حصول کو عبادات کی قبولیت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ فرزند رسول میں نے حج کیا ہے تو مجھے کیسے معلوم ہو کہ میرا حج قبول ہوا ہے یا نہیں۔ تو امامؑ نے فرمایا کہ حج سے قبل کی اپنی حالت و کیفیت میں تبدیلی و بلندی پاتے ہو تو جان لو کہ تمہارا حج قبول ہو گیا۔ امامؑ نے تمام عبادت کی قبولیت کی پہچان بیان فرمادی ہے۔ یعنی اگر طاعات و عبادات سے باطن میں طہارت اور کردار میں بلندی پیدا ہوتی نظر آئے تو یقیناً عبادت مؤثر ہونے کی بناء پر مقبول ہو رہی ہے ورنہ...... اسی بناء پر امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ کسی کی نمازوں کی کثرت پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ بعض دفعہ نماز و دعا کی کثرت انسان کی عادت ہو جاتی ہیں اگر وہ بجا نہیں لاتا تو وحشت محسوس کرتا ہے لہذا وہ نماز و دعا کے ذریعے اپنی وحشت کو دور کرتا ہے لہذا اس کا امتحان دو باتوں میں لو صدق حدیث و اداء امانت۔ اسلامی عبادات کا مقصد انسان کے باطن کا تزکیہ یعنی فخر و تکبر اور حسد و کینہ اور ہوس دنیا و ریاکاری وغیرہ کی صفات خبیثہ سے طہارت اور عجز و خاکساری اور اخلاص و محبت اور صبر و قناعت اور ایثار و قربانی وغیرہ کی صفات حمیدہ سے آراستہ کرنا مقصود ہے اسی بناء پر جس کا باطن صفات خبیثہ سے پاک اور صفات حمیدہ سے آراستہ ہوگا اس کے نفس کے آئینے میں الہیٰ صفات و تجلیات کا عکس منعکس ہوگا اور وہی نگاہ توحید میں صاحب عزت و شرف ہوگا اور اسی کی عبادات نگاہ توحید میں قابل قدر و مقبول ہوگی۔

اسلام چونکہ دین انسانیت و شرافت ہے اسی بناء پر اس کی تمام عبادات میں انسانیت و شرافت کا جوہر پنہاں ہے۔ نماز کے ذریعے جہاں طہارت باطن کے ساتھ عجز و

انکساری کا جوہر اجاگر کرنا مقصود ہے وہاں نماز جماعت کے ذریعے فکری وعملی وحدت واخوت قائم کرنا بھی مقصود ہے اور اسی طرح روزے کے ذریعے جہاں نعمات الٰہی کی قدر و قیمت کا احساس دلانا مقصود ہے وہاں غریب ومحتاج کے لئے رحم و ہمدردی کا جذبہ ابھارنا بھی مقصود ہے چنانچہ مہینہ بھر کی بھوک و پیاس برداشت کرنے کے بعد اگر فطرے کی مختصر سی رقم ادا نہ کی جائے تو مہینہ بھر کی تکلیف وزحمت کو خدا قبول نہیں کرتا۔ لہذا نماز وہی قبول ہوگی کہ جس میں عجز و خاکساری اور اخلاص وشرافت کا جوہر نمایاں ہوگا اور روزہ وہی قبول ہوگا کہ جس میں انسانی ہمدردی وانسانی دوستی کا جذبہ اجاگر ہوگا۔ اسلام نے ان عبادات کے ذریعہ انسانی فکری وعملی تربیت کا انتظام کیا ہے۔ وہ ایسا اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے کہ جہاں ہر ایک مسلمان کا وجود دوسرے مسلمان کے لئے نعمت ورحمت ثابت ہو۔ جنگ یرموک میں چار مسلمان مجاہد زخمی حالت میں تڑپ رہے تھے کہ ایک مجاہد کا عزیز پانی کا جام اس کے پاس لایا تو اس زخمی مجاہد نے پانی کو دیکھ کر پینے سے انکار کرتے ہوئے دوسرے زخمی مجاہد کی طرف اشارہ کیا اور جب وہ پانی لے کر دوسرے مجاہد کے پاس پہنچا تو اس نے بھی انکار کرتے ہوئے تیسرے مجاہد کی طرف اشارہ کیا اور جب وہ تیسرے مجاہد کے پاس پہنچا تو اس نے چوتھے مجاہد کی طرف اشارہ کیا اور جب چوتھے مجاہد کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑ چکا تھا تو واپس جب تیسرے کے پاس آیا تو وہ بھی دم توڑ چکا تھا اور جب وہ دوسرے کے پاس آیا تو وہ بھی دم توڑ چکا تھا اور جب اپنے عزیز کے پاس پہنچا تو وہ بھی دم توڑ چکا تھا۔ یہ واقعہ کس قدر مختصر ہے لیکن اہمیت کے لحاظ سے انتہائی اہم ہے کیونکہ اس سے اسلام کی تعلیم و تربیت کا جوہر یعنی انسان دوستی کا اظہار ہوتا ہے (امام جعفر صادق" خانہ کعبہ کا سنتی طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر خاموشی سے آپ سے کچھ کہا تو آپ طواف ترک کر کے اس کے ساتھ چلے گئے اور پھر کچھ دیر بعد واپس آکر وہیں سے طواف کو شروع کر کے مکمل کر دیا کہ جہاں سے ترک کیا تھا

جب بعد کو طواف درمیان سے چھوڑ کر جانے کا سبب دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ ضرورت مند شخص آیا تھا کہ جب اس نے اپنی ضرورت واحتیاج کا اظہار کیا تو میں نے نہیں چاہا کہ طواف کے مکمل کرنے تک اس کی احتیاج کو پورا کرنے میں تاخیر ہو جائے لہذا پہلے جا کر اس کی احتیاج کو پورا کیا اور ہاں کسی محتاج وضرورت مند بندہ مومن کی احتیاج کو پورا کرنا ایسا ہے کہ جیسا اس خانہ خدا کے ستر طواف کیے جائیں ۔'' خدمت خلق یعنی انسان دوستی کے جذبے سے ہی انسانی معاشرہ تمام معاشرتی برائیوں سے پاک ہو سکتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''خدا نے اپنی مخلوق میں ایک ایسا گروہ پیدا کیا ہے کہ جسے ہمارے شیعہ کی احتیاج وضرورت کو پورا کرنے کے لیے منتخب کیا ہے تاکہ اس عمل پر ثواب کے طور پر ان کو جنت عطا کرے لہذا اگر تم قدرت رکھتے ہو تو ان میں سے ہو جاؤ۔''

اور امام جعفر صادقؑ کا یہ بھی فرمان ہے کہ ''جب کوئی مومن اپنے برادر مومن کے پاس کسی ضرورت اور احتیاج کے لیے جاتا ہے تو یہ خدا کی رحمت ہے کہ جسے خدا نے اس کی طرف بھیجا ہے اور اس مومن کیلئے اسے حصول رحمت کا ذریعہ بنایا ہے لہذا اس نے اس کی ضرورت اور احتیاج کو پورا کر دیا تو اس نے خدا کی رحمت کو قبول کیا اور اگر اس کی حاجت کو رد کر دیا جبکہ وہ اسے پورا کرنے پر قدرت رکھتا تھا تو اس نے اپنی ذات سے رحمت الٰہی کو دور کر دیا ہے۔''

اور امام جعفر صادقؑ کا یہ بھی فرمان ہے کہ ''یقیناً زمین پر خدا کے ایسے خاص بندے ہوتے ہیں کہ جو لوگوں کی احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں تو بروز قیامت وہ حفاظت میں رہیں گے تو جس نے کسی مومن کو خوش کیا تو بروز قیامت خدا اس کے دل کو خوش کرے گا۔'' امام جعفر صادقؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''مجھے کسی برادر مسلم کی ضرورت اور حاجت کے لیے جانا خدا کی راہ میں ہزار غلام آزاد کرنے اور زین ولگام سے آراستہ ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں دینے سے زیادہ محبوب ہے ۔'' خدائے رحمان ورحیم کا دین اسلام

دین رافت اور رحمت ہے لہذا اس کی مخلوق پر جو زیادہ شفیق و مہربان ہوگا وہی خدائے رحمٰن و رحیم کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہوگا۔ کافر بھی اگر اس کے بندوں پر شفیق و مہربان ہوگا تو وہ بھی خدائے کریم کے خصوصی رحم و کرم کا مستحق ہو جاتا ہے۔ حضرت موسٰی کا صحابی اور ساتھ ہجرت کرنے والا سامری کہ جس نے جناب موسٰی کے کوہ طور پر جانے کے بعد آپ کی تمام قوم کو مشرک و بت پرست بنا کر آپ کی تمام محنت کو برباد کیا تھا تو جناب موسٰی واپس لوٹ کر اپنے اس صحابی کی کارستانی کو دیکھ کر غیظ و غضب سے کانپنے لگے اور سامری کو سزا دینا چاہی تو وحی نازل ہوئی کہ اے موسٰی تم سامری کو چھوڑ دو اس کے لیے آخرت کا ابدی عذاب ہے۔ جناب موسٰی نے اسے چھوڑ دینے کی وجہ دریافت کی تو خدا نے فرمایا۔ ''اے موسٰی یہ سامری سخی ہے میرے بندوں پر رحم کرتا ہے۔''

اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''ایک خطا کار انسان کہ جو سخی ہے وہ خدا کو اس بوڑھے عبادت گزار سے زیادہ محبوب ہے کہ جو بخیل ہے۔''

اور پیغمبر اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''ایمان کے لحاظ سے افضل وہ شخص ہے کہ جس کا ہاتھ سخاوت کے لیے کھلا ہو۔'' اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''ہمارے شیعہ میں سے کسی کے پاس اگر اس کا برادر مومن آ کر اس سے کسی ضرورت اور حاجت کا اظہار کرے اور وہ اسے پورا کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور پھر اس کی وہ مدد نہ کرے تو خدا اسے ہمارے دشمنوں کی کئی حاجات پوری کرنے میں مبتلا کر دے گا جس پر بروز قیامت خدا اسے عذاب دے گا'' اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جو اپنے برادر مومن کی حاجت کے لیے دن اور رات میں چلے اور وہ حاجت پوری ہو سکے یا نہ ہو سکے تو اس کا وہ حرکت کرنا دو ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے

اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے ''جس نے خدا کے ہاں اجر و ثواب کے لیے اپنے کسی برادر مومن کی حاجت کے لیے حرکت و سعی کی یہاں تک کہ اس کی حاجت پور ہو گئی تو اس

عمل پر خدا اس کے لیے مقبول حج و عمرہ کا ثواب لکھے گا اور ماہ حرمت کے دو ماہ کے روزے لکھے گا اور ماہ حرمت کے دو ماہ مسجد الحرام میں اعتکاف میں بیٹھنے کا ثواب لکھے گا اور اس نے حرکت و سعی کی لیکن اس کی حاجت پوری نہ ہو سکی تب بھی خدا جس کی حرکت و سعی پر ایک مقبول حج کا ثواب لکھے گا۔ لہذا تم نیکی کے لیے جلدی کرو۔''

اور امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ ''جس نے اپنے برادر مسلم کی مدد اور اعانت کرنے اور اس کی ضرورت اور حاجت کو پورا کرنے میں بخل کیا تو وہ کسی معصیت کار کی معصیت میں مدد کرنے میں مبتلا ہو گا کہ جس پر (سوائے گناہ کے) کوئی اجر نہیں ہوگا''

اور امام جعفر صادقؑ فرمایا کہ ''جس نے کسی مومن سے ایسی شے کو روکا کہ جس کی طرف وہ مومن محتاج تھا اور وہ اپنے پاس سے یا کسی غیر کے پاس سے اس کی احتیاج کو پورا کرنے پر قدرت رکھتا تھا تو خدا بروز قیامت اسے اس طرح کھڑا کرے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ اور زرد نکلی ہوئی آنکھیں اور ہاتھ گردن کے پیچھے بندھے ہونگے اور کہا جائے گا کہ یہ وہ خائن ہے کہ جس نے خدا اور اسکے رسول کے ساتھ خیانت کی اور پھر اس کے لیے دوزخ کا حکم دیا جائیگا۔''

اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''بروز قیامت ایک ایسے گروہ کو لایا جائے گا کہ جن کے اعمال تہامہ پہاڑ کی مانند ہونگے لیکن ان کے لیے دوزخ کا حکم دیا جائے گا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہؐ کیا وہ نمازی ہونگے۔ آپؐ نے فرمایا انھوں نے نمازیں پڑھی تھیں اور روزے رکھے تھے اور رات کا ایک حصہ عبادت میں بسر کرتے تھے لیکن جب ان کے پاس دنیا آتی تو وہ اس پر ٹوٹ پڑتے تھے۔'' اسلام چونکہ ایثار و قربانی کا دین ہے اس بناء پر مومن کی پوری زندگی قربانی سے عبارت ہے۔ کہیں خواہشات نفسانی کی قربانی ہے اور کہیں دولت کی قربانی ہے اور کہیں نفس و جان کی قربانی ہے یعنی مومن کی زندگی کا ہر لمحہ خدا اور رسول کی محبت میں خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد کی صورت میں خواہشات نفسانی کی قربانی سے عبارت ہے

۔اسی بنا پر مومن کی صفت و پہچان یہی بیان کی گئی ہے کہ مومن وہ ہے کہ جو اپنی جان و مال اور اولاد سب سے زیادہ خدا و رسول اور اہلبیتؑ کو محبوب رکھے۔ یعنی خدا و رسول و اہلبیت کی محبت پر دنیا کی تمام محبتیں قربان کر دے۔ اسی بناء پر حقوق و فرائض و صدقات و خیرات کی ادائیگی کے ذریعے بھی خدا و رسول اور اہلبیتؑ کی محبت کا امتحان لیا جاتا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ دنیا میں ظلم و بربریت اور قتل و غارت گری اور برائی و بدکاری یعنی تمام جرائم و برائیاں محبت مال و محبت ذات کا نتیجہ ہیں اور دنیا کی محبت ہی کی بناء پر اولاد اپنے والدین سے بغاوت کرتی ہے اور بھائی اپنے بھائی کا دشمن بن جاتا ہے دنیا کی محبت ہی کی بناء پر رشوت و ملاوٹ اور قتل و غارت گری اور ذخیرہ اندوزی و ناجائز منافع خوری جیسے جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ انسان اپنے وجود و بقاء کے لیے اولاد سے محبت کرتا ہے راحت و آرام کے حصول کے لیے مال کی محبت میں وہ خدا و رسول سے بغاوت کرتے ہوئے انسانی حقوق کو پائمال و غصب کرتا ہے لہذا جب خدا اور رسول کی محبت ان تمام محبتوں پر غالب آ جائے گی تو ان جرائم کا ارتکاب نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ اسلام ایک جانب ان دنیاوی نعمات کی بے ثباتی اور خود انسانی زندگی کی بے اعتباری ذہن نشین کراتا ہے اور دوسری جانب احترام انسانیت کا درس دیتا ہے اور تیسری جانب مال دنیا کو فضل الٰہی قرار دے کر اسے جائز ذرائع سے حاصل کرنے کو عبادت قرار دے کر اس مال سے حقوق و فرائض کی ادائیگی کے ذریعے اموال میں برکت پیدا ہونے اور آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہنے کی بھی خوشخبری سناتا ہے اور چوتھی جانب ان دنیاوی بے ثبات نعمات کو خدا و رسول کی محبت میں صرف کرنے پر ابدی خالص نعمات جنت کی بشارت و ضمانت بھی دیتا ہے اور پانچویں جانب مالی حقوق و فرائض کی ادائیگی کے ذریعے انسان کو دنیا و مال دنیا کی غلامی سے نجات دے کر شرافت و انسانیت کی بلند منازل پر فائز کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''نیکی اور بھلائی اور صدقہ و

خیرات غربت و افلاس کو دور کرتے ہیں اور زندگی میں اضافہ کرتے ہیں اور ستر قسم کی بری اموات کو دفع کرتے ہیں۔'' اور امام جعفر صادقؑ کا یہ بھی فرمان ہے کہ ''ہاتھ سے صدقہ و خیرات دینا بری طرح کی موت سے بچاتا ہے اور ستر قسم کی بلا و آفت کو دور کرتا ہے اور ستر شیاطین کے زور کو توڑتا ہے کہ جو سب یہ عمل نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔''

اور امام جعفر صادقؑ کا یہ بھی فرمان ہے کہ'' اپنے بیماروں کا صدقہ و خیرات کے ذریعے علاج کرو اور دعا کے ذریعہ مصیبت و بلا کو دفع کرو اور صدقہ و خیرات ہی کے ذریعے رزق میں اضافہ حاصل کرو کیونکہ تمہارے چہرے کے سامنے تم کو اس عمل سے روکنے کے لیے سات سو شیاطین ہوتے ہیں اور مومن کے صدقہ و خیرات دینے کے عمل سے بڑھ کر شیطان پر کوئی عمل بھاری نہیں ہے کیونکہ یہ صدقہ و خیرات بندے کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے پروردگار کے دست (رحمت) میں پہنچتا ہے۔ اور امام جعفر صادقؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''صدقہ دینے سے صبح کا آغاز کرو کیونکہ بلا و آفت خطا نہیں کرتی تو جس نے اول روز میں صدقہ دیا تو خدا اس کے ذریعے اس سے اس روز آسمان سے نازل ہونے والی آفات کو دور کردے گا۔''

ایک موقع پر امیر المومنینؑ نے ان گناہوں سے خدا کی پناہ طلب کرنے کے لیے فرمایا کے جن کی وجہ سے تباہی و بربادی جلدی آتی ہے تو ابن کوا نے عرض کیا کہ وہ کون سے گناہ ہیں تو امیر المومنینؑ نے فرمایا ''وہ قطع رحمی ہے اور یقیناً ایک گھرانے کے گناہ گار لوگ میل و محبت اور اتفاق سے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی و صلہ رحمی کرتے ہیں تو خدا ان کو رزق (فراوانی سے) عطا کرتا ہے اور ایک متقی گھرانے کے لوگ کہ جو آپس میں اختلاف رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں تو خدا ان کو (وسعت) رزق سے محروم کردیتا ہے۔'' اسلامی عبادات میں طہارت باطن کے ساتھ جوہر انسانیت اجاگر کرنا مقصود ہے اسی بناء پر ہر فریضہ کی ادائیگی کے بعد اس کے اثرات کی بناء پر ہی عبادات کی

قدر و منزلت کا تعین کیا جاتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں ڈرا دھمکا کر صرف خمس و زکوۃ ادا کرانا مقصود نہیں بلکہ اس سے انسان دوستی اور انسانی ہمدردی کا جذبہ اجاگر کرنا مقصود ہے۔ لہذا خمس و زکوۃ ادا کرنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کے علاوہ اموال سے خدا اور رسول کی راہ میں صرف کر کے ان فرائض کی ادائیگی سے مرتب ہونے والے انسان دوستی کے اثرات کو ظاہر کرنا چاہیئے کہ اگر صرف ان ہی مفروضہ حقوق مالی کو نکالنے پر اکتفا کی گئی اور قلب و دماغ میں رحم و شفقت اور انسان دوستی کا جذبہ اجاگر نہ ہوا تو نہ ہی مال دنیا کی غلامی سے نجات حاصل ہوگی۔ اور نہ ہی یہ اعمال باعث فضیلت و شرف ہونگے بلکہ ان کی حیثیت غلامی کی اطاعت کی مانند ہوگی۔ امیر المومنین نے مدینے میں ایک محتاج و ضرورت مند عیال دار شخص کو پانچ وسق کھجوریں بھیجیں تو آپؑ کے پاس موجود ایک شخص نے کہا کہ اس ضرورت مند نے آپؑ سے سوال نہیں کیا اور آپؑ نے اس کی طرف پانچ وسق بھیج دیئے۔ جب کہ اس کے لیے ایک وسق کافی تھا۔ امیر المومنین نے فرمایا ''مومنین میں تیری مانند لوگوں کی خدا کثرت نہ کرنے جبکہ عطا میں کر رہا ہوں اور بخل تم کر رہے ہو خدا ہی تجھے کافی ہو اور جو مجھ سے امید رکھتا ہو جب میں نے اسے سوال کرنے کے بعد عطا کیا تو جو میں نے اس سے لیا ہے اس کی قیمت اس نے ادا کر دی ہے اور وہ یہ کہ میں نے اس کے رخ کو اپنی طرف موڑا کہ جو چہرہ طلب حوائج و عبادات کے وقت وہ اپنے پروردگار کے لیے خاک پر رکھتا ہے تو وہ چہرہ میری طرف راغب ہوا تو جس نے اپنے برادر مسلم کے ساتھ اس طرح کیا اس نے احسان و بدلہ کا مقام جانتے ہوئے اور اپنی دعا میں خدا سے جنت کی امید رکھتے ہوئے جنت کی تجدید نہیں کی کیونکہ وہ اس کے لیے اپنے مال سے بخل کرتا ہے۔ (وافی) اور امام محمد باقرؑ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ میرا ایک دوست ضرورت مند اور محتاج ہے اور وہ زکوۃ لینے پر شرماتا ہے تو کیا زکوۃ کا نام بتائے بغیر اسے زکوۃ کا مال دے سکتا ہوں امامؑ نے فرمایا ''ہاں زکوۃ کا نام بتائے بغیر اسے زکوۃ دو اور مومن کی تذلیل نہ کرو''

زکوۃ کی فرضیت

'' واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین '' ...... الخ

اور تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔''

دوسری ہجری میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل عملاً زکوۃ فرض ہوئی تھی۔ قرآن حکیم میں تقریباً تیس مقامات پر خداوند عالم نے نماز کے حکم کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کا حکم دے کر زکوۃ کی اہمیت یعنی حقوق انسانی کی عظمت کو واضح کیا ہے اور لفظ ''زکوۃ'' کے معنی پاکیزگی کے ہیں جس سے واضح ہے کہ خداوندِ عالم ان مالی حقوق کی ادائیگی کے ذریعے نفس انسانی کی مال دنیا کی محبت سے پاکیزگی چاہتا ہے جیسا کہ سورہ توبہ میں فرمان ربانی ہے کہ خذ من اموالھم صدقۃ تطھّر ھم و تزکیھم ......الخ (103 ''یعنی اے رسول تم ان کے اموال سے صدقہ وزکوۃ لے کر ان کے دامن کو پاکیزہ اور ان کے نفوس کا تزکیہ کر دو۔''

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''زکوۃ اغنیاء کے امتحان اور غرباء و فقراء کی اعانت کے لیے مقرر کی گئی ہے اگر لوگ اپنے اموال کی زکوۃ ادا کریں تو کوئی مسلمان غریب محتاج نہیں رہے گا اور خدا کی طرف سے فرض کیے گئے اس فریضے کے ذریعہ وہ مستغنی ہو جائے گا اور لوگ محتاج و غریب اور بھوکے اور ننگے نہیں ہوتے مگر اغنیاء کے گناہوں کی وجہ سے تو خدا کے لیے ضروری ہے کہ جو اپنے اموال سے لوگوں کا حق روک لے تو خدا اس سے اپنی رحمت خاصہ کو بھی روک لے اور مجھے اس ذات کی قسم کہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور رزق عام عطا کیا اور بحر و بر میں جو مالِ ضائع ہوتا ہے وہ زکوۃ کے ترک کرنے کی وجہ سے ضائع ہوتا ہے اور بحر و بر میں جو جاندار شکار ہوتا ہے وہ اس روز خدا کی تسبیح ترک کرنے کی وجہ سے شکار ہوتا

ہے اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے کہ جو اپنے ہاتھ سے زیادہ سخاوت کرنے والا سخی ہو اور لوگوں میں زیادہ سخی وہ ہے کہ جس نے اپنے اموال کی زکوۃ ادا کی اور اس کے مال میں مومنین کے لیے خدا نے جو فرض کیا ہے اس میں اس نے بخل نہیں کیا'' اور پیغمبر اکرمؐ کا فرمان ہے کہ ''جب زکوۃ و خیرات کو روک دیا جائے تو زمین اپنی برکات روک لیتی ہے۔'' اور امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ ''یقیناً خدا نے زکوۃ کو نماز کے ساتھ ملا دیا ہے جیسا کہ خدا کا فرمان ہے ''تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو'' تو جس نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا نہیں کی تو اس نے نماز بھی قائم نہیں کی۔''

اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ'' زکوۃ دینے والے کی تعریف نہیں کی جاتی کیونکہ وہ شے ظاہر ہے کہ زکوۃ سے اس کا خون محفوظ ہو گیا ہے اور زکوۃ ادا کرنے سے وہ مسلمان کہلایا اور اگر اس نے زکوۃ ادا نہ کی تو اس کی نماز بھی قبول نہیں ہو گی اور تمہارے اموال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق لازم ہے۔ عرض کیا گیا وہ کیا ہے ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ زکوۃ کے علاوہ ہمارے اموال پر کوئی اور بات لازم نہیں ہے۔'' امامؑ نے فرمایا سبحان اللہ کیا تم نے کتاب خدا میں فرمان **والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل** نہیں پڑھا کہا **السائل والمحروم** (**المعارج**) ......اور وہ لوگ کہ جن کے اموال میں حصہ مقرر ہے وہ مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (مستحقین) کا ہے۔ عرض کیا گیا حق محروم و معلوم کہ جو ہم پر فرض ہے وہ کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا بخدا یہ وہ شے ہے کہ جسے ہر شخص جانتا ہے کہ آج اس نے اپنے مال میں سے کیا دیا۔ جمعہ کے روز کیا دیا یا مہینہ میں کم یا زیادہ کیا دیا ہے کہ جس پر وہ قائم ہے اور خدا کا یہ بھی فرمان ہے کہ **ویمنعون الماعون** ......اور وہ عام استعمال کی اشیاء سے بھی منع کرتے ہیں۔ اور یہ قرض بھی ہے اور احسان بھی کہ جو وہ کرتا ہے اور گھر کا سامان بھی ہے کہ جو وہ عاریۃً دیتا ہے کہ جو اس سے زکوۃ ہے۔ سائل نے عرض کیا کہ ہمارا پڑوسی ہے کہ جب کوئی

چیز اسے عاریتاً دیتے ہیں تو وہ توڑ پھوڑ کر خراب کر کے واپس کرتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ جب وہ ایسا کرتا ہے تو اسے منع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''اس امت پر زکوٰۃ جیسی سخت کوئی چیز خدا نے فرض نہیں کی ہے اور اسی میں (یعنی ادا نہ کرنے میں) ان کے عوام کی ہلاکت ہوتی ہے۔'' اور امام جعفر صادقؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سے کوئی چیز روک لے اور ادا نہ کرے تو خدا بروز حشر اس مال کو اژدہا کی صورت میں اس کے گلے میں ڈال دے گا کہ جو مخلوق کا حساب ختم ہونے تک اسے نوچتا رہے گا۔''

اور پیغمبر اکرمؐ کا فرمان ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ ادا نہ ہو اس پر لعنت ہے۔''

اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''جب قائم آل محمد ظاہر ہونگے تو زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی گردنیں اڑا دینگے۔'' اور پیغمبر اکرمؐ کا فرمان ہے کہ ''جس نے اپنے سونے چاندی سے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خدا بروز قیامت اسے ہموار زمین پر روک کر اس پر زہریلا سانپ مقرر کر دے گا کہ جس سے وہ بھاگے گا لیکن جب وہ اس سے فرار حاصل نہیں کر سکے گا تو وہ اس کا ہاتھ منہ میں لے کر اس طرح توڑے گا کہ جس طرح مولی کو دانتوں سے کاٹا جاتا ہے پھر اس کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ اور یہ خدا کا قول ہے **ولا یحسبن الذین یبخلون** ......الخ '' **سیطوقون ما بخلوا به یوم القیامة** ...... **الخ''العمران** ......

''اور جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے کچھ عطا کیا اور وہ اس سے بخل کرتے ہیں تو وہ ہرگز اس خام خیالی میں نہ رہیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہوگا تو عنقریب بروز قیامت جس مال سے وہ بخل کرتے تھے ان کے گلے میں بطور طوق پہنایا جائے گا۔'' اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''جس نے زکوٰۃ ایک قیراط (نا قابل ذکر مقدار قلیل) بھی روک لی تو وہ نہ ہی مومن ہے اور نہ ہی مسلمان ہے اور قرآن کی آیت میں ہے کہ'' پروردگارا

مجھے واپس لوٹا دے تا کہ جو میں نے ترک کیا وہ عمل صالح بجالاؤں۔"

نصاب زکوۃ:۔

سونے کا نصاب بیس دینار ہے کہ جس پر نصف دینار زکوۃ ہے اور اسکے بعد ہر چالیس دینار کے اضافے پر چالیسواں حصہ یعنی ایک دینار زکوۃ ہے اور اس طرح چاندی جب سکے کی صورت میں ہو تو دو سو درہم پر زکوۃ ہے جو پانچ درہم ہے اور اس کے بعد ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوۃ ہے۔سونے یا چاندی پر اسی صورت میں زکوۃ ہے جب وہ سکے کی صورت میں رائج ہو۔اس کے علاوہ زیورات وغیرہ کی صورت میں سونا چاندی ہو اس پر زکوۃ نہیں ہے۔سونے چاندی کے سکوں کا بھی گیارہ ماہ ملکیت میں رہنا ضروری ہے اگر دوران سال نصاب سے کم ہو جائیں یا خرچ ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ وقت آنے سے قبل نصاب کی مقدار حاصل ہو جائے تب بھی زکوۃ نہیں ہے۔علمائے اعلام کے فتاوے کے مطابق نوٹ پر زکوۃ واجب نہیں ہے لیکن قرآن حکیم میں تقریباً تیس مقامات پر نماز کے ساتھ زکوۃ کے حکم سے اس کی اہمیت کی بناء پر اگر نوٹ سے زکوۃ ادا کر دی جائے تو تسکین قلب کے ساتھ ثواب بھی حاصل ہوگا۔زکوۃ کے وجود کے وقت سونا چاندی سکے کی صورت میں رائج تھے تو ان پر زکوۃ فرض تھی آج کاغذ کے نوٹ جو رائج ہیں ان کی قیمت اور اہمیت اسی صورت میں ہے کہ انکی مالیت کے مطابق حکومت کی ضمانت کے ساتھ حکومت کے پاس سونا جمع ہوتا ہے اگر یہ صورت نہ ہو تو اس نوٹ کی قدر و قیمت نہ رہے۔چنانچہ جب یہی نوٹ منسوخ کر دیئے جاتے ہے تو عام کاغذ کے برابر بھی ان کی قیمت نہیں رہتی۔

مسائل زکوٰۃ

شرائط زکوٰۃ:۔ زکوٰۃ ہر بالغ و عاقل اور آزاد مسلمان مالک نصاب پر فرض ہے اور نو اشیاء پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، گندم، جو، کھجور، انگور، سونا، چاندی۔

(1) نصاب:۔

یعنی مال کی وہ مقدار کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے نصاب کے مطابق مال اگر گیارہ ماہ تک بغیر استعمال کے ملکیت میں رہے تو بارہواں مہینہ شروع ہوتے ہی اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ لیکن دوران سال استعمال کرنے کی صورت میں کمی وبیشی ہوتی رہے اور اختتام سال نصاب کے مطابق ہو تو زکوٰۃ نہیں ہوگی لیکن زمین کی پیداوار کے لیے سال کی شرط نہیں ہے کیونکہ ایک سال میں زمین سے کئی فصلیں حاصل کی جاتی ہیں لیکن ہر فصل کے تیار ہوتے ہی اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

(2) سونے اور چاندی کا نصاب:۔

امامیہ کے ہاں اگر سونا چاندی کرنسی کی صورت میں ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اس لیے جب بیس دینار ہو تو ان پر آدھا دینار زکوٰۃ ہے اور اس کے بعد ہر چار دینار کے اضافہ پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ اور چاندی کا سکہ ہونے کی صورت میں دوسو درہم اگر ہوں تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ فرض ہے اور اس کے بعد ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوٰۃ ہے سونے چاندی کی کرنسی کا حساب کے مطابق سال بھر بغیر استعمال کے ملکیت میں رہنا شرط ہے اگر دوران سال کمی بیشی ہو جائے تو پھر زکوٰۃ لازم نہیں۔ سونا چاندی کی کرنسی پر زکوٰۃ کے فرض ہونے میں امامیہ وحنفیہ اور مالکیہ وشافعیہ اور حنبلیہ سب کا اتفاق ہے۔

زراعت اور پھلوں پر زکواۃ :۔

امامیہ اور غیر امامیہ سب کا اتفاق ہے کے اگر زراعت کی سیرابی بارش یا نہر سے ہو تو پیداوار پر عشر یعنی دسواں حصہ زکواۃ لازم ہے اور اگر کنوئیں یا دیگر ذرائع سے سیرابی ہو تو پیداوار کا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور حنفیہ کے علاوہ سب کا اتفاق ہے کہ پھلوں و زراعت میں نصاب کی مقدار کا لحاظ ضروری ہے لیکن حنفیہ کے ہاں جس قدر کم یا زیادہ پیداوار ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ پھلوں و زراعت کا نصاب حنفیہ کے علاوہ امامیہ اور غیر امامیہ کے ہاں پانچ وسق ہے اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہے اور ایک صاع تقریبا تین کلوگرام کا ہے اور ایک کلو ہزار گرام کا ہے اس طرح تقریبا نوسو (900) کلو پیداوار پر زکواۃ لازم ہوگی اس سے کم پیداوار پر زکواۃ لازم نہیں ہوگی۔ حنفیہ کے ہاں زمین سے جو بھی پھل و زراعت حاصل ہو اس پر عشر لازم ہے۔ مالکیہ و شافعیہ کے ہاں زمین کی جو پیداوار انسانی مؤنت و خوراک کے لئے ذخیرہ کی جاتی ہے جیسے گندم و جو اور چاول و کھجور اور کشمش تو ان پر زکواۃ لازم ہے۔ حنبلیہ کے ہاں زمین سے حاصل ہونے والے پھل و زراعت کہ جو وزن کیا جائے و ناپا جائے تو اس پر زکواۃ لازم ہے اور امامیہ کے ہاں اناج سے صرف گندم و جو پر اور پھلوں سے صرف کھجور و کشمش پر زکواۃ لازم ہے ان کے علاوہ اشیاء پر مستحب ہے۔

اونٹ کا نصاب :۔

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''پانچ اونٹ سے کم پر زکواۃ نہیں ہے اور جب پانچ اونٹ ہوں تو ان پر ایک بکری زکواۃ لازم ہے امامیہ و غیر امامیہ سب کا اتفاق ہے کہ پانچ اونٹ سے کم پر زکواۃ نہیں ہے اور اونٹ گائے' بھینس اور بھیڑ بکری کا نصاب کی تعداد کے مطابق سال بھر ملکیت میں رہنا ضروری ہے اگر دوران سال نصاب سے کم ہو جائیں اور اختتام سال پر نصاب کے مطابق ہو جائیں تو بھی زکواۃ لازم نہیں۔ اس کے علاوہ بالاتفاق مختلف اقسام کو ملا

کر یعنی گائے اور اونٹ یا گائے و بکری ملا کر نصاب کو مکمل نہیں کیا جاسکتا۔ ہر صنف اپنے نصاب کی تعداد کے مطابق ہونی چاہیے اور گھوڑے و خچر اور گدھے پر بالاتفاق زکواۃ نہیں ہے ہاں اگر مال تجارت کی صورت میں ہو تو بالاتفاق ان پر زکواۃ ہے۔ اور حنفیہ کے ہاں مال تجارت کے بغیر اگر گھوڑے نر و مادہ ساتھ ساتھ ہوں تو ان پر زکواۃ لازم ہے کھیتی باڑی یا کنواں چلانے کے لئے یا سامان اٹھانے کے لئے اونٹ و بیل ہوں تو ان پر بالاتفاق زکواۃ لازم نہیں ہے۔

دس (10) سے چودہ (14) تک اونٹ ہوں تو ان پر ایک سالہ دو بکریاں زکواۃ ہے۔ پندرہ (15) سے انیس (19) اونٹوں پر تین بکریاں زکواۃ ہے۔ بیس (20) سے چوبیس (24) اونٹوں تک چار بکریاں ہیں۔ پچیس (25) پر پانچ بکریاں زکواۃ ہے۔ چھبیس (26) سے پینتیس (35) اونٹوں تک ایک بنت مخاض (یعنی اونٹنی جو دوسرے سال میں داخل ہو جائے زکواۃ ہے۔ چھتیس (36) سے پینتالیس (45) تک اونٹوں پر ایک بنت لبون) جو اونٹنی تیسرے سال میں داخل ہو جائے) زکواۃ ہے اس پر غیر امامیہ کا بھی اتفاق ہے چھیالیس (46) سے ساٹھ (60) اونٹوں تک امامیہ و غیر امامیہ کے اتفاق کے ساتھ ایک حقہ (وہ اونٹ جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے) زکواۃ ہے۔ اکسٹھ (61) سے پچھتر (75) تک امامیہ و غیر امامیہ کے اتفاق کے ساتھ ایک جذعہ (جو اونٹ پانچویں سال میں داخل ہو جائے) زکواۃ ہے چھہتر (76) سے نوے (90) تک امامیہ و غیر امامیہ کے اتفاق کے ساتھ دو بنت لبون (جو اونٹنی تیسرے سال میں داخل ہو) زکواۃ ہے۔ اکانوے (91) اونٹوں سے ایک سو بیس (120) تک دو حقہ (جو اونٹ چوتھے سال میں داخل ہوں) بالاتفاق زکواۃ ہے۔ اور ایک سو اکیس (121) سے ایک سو انتیس (129) تک چالیس چالیس کے حساب سے تین بنت لبون زکواۃ ہے اور ایک سو تیس (130) سے ایک سو انتالیس (139) تک چالیس چالیس کے حساب سے دو بنت لبون

اور پچاس کے حساب سے ایک حقہ زکواۃ ہے اور ایک سو چالیس (140) سے ایک سو انچاس (149) تک پچاس پچاس کے حساب سے دو حقہ اور چالیس کے حساب سے ایک بنت لبون زکواۃ ہے اور ایک سو پچاس (150) سے ایک سو انسٹھ (159) تک تین حقہ زکواۃ ہے۔ اور ایک سو ساٹھ (160) پر چار بنت لبون زکواۃ ہے۔ یعنی جو تعداد چالیس یا پچاس پر برابر تقسیم ہو جائے تو مالک نصاب کو چاہے تو چالیس کے حساب سے بنت لبون زکواۃ دے یا پچاس کے حساب سے حقہ زکواۃ دے جیسا کے اگر کسی کے پاس دو سو اونٹ ہوں تو پچاس کی تقسیم کے لحاظ سے چار حصہ زکواۃ ہے اور چالیس کی تقسیم کے لحاظ سے پانچ بنت لبون زکواۃ ہے۔

گائے وبھینس کی زکواۃ:

ان کے دو نصاب ہیں۔ گائے یا بھینس یا دونوں ملا کر تین عدد ہوں تو ان پر ایک تبیعہ (جو گائے دوسرے سال میں داخل ہو) بالاتفاق زکواۃ ہے۔ اور دوسرا نصاب چالیس کا ہے اگر گائے یا بھینس یا دونوں ملا کر چالیس ہوں تو ان پر ایک مسنہ (جو گائے تیسرے سال میں داخل ہو) بالاتفاق زکواۃ ہے۔ گائے وبھینس میں تیس (30) یا چالیس (40) کی تقسیم کے حساب سے زکواۃ ادا کی جائے گی مثلاً چالیس (40) پر ایک مسنہ ہے لیکن چالیس (40) سے اوپر (59) تک جو انیس (19) گئی زائد ہوں گے ان پر زکواۃ نہیں ہے لیکن جب ساٹھ (60) ہو جائیں تو ان پر تیس تیس کے حساب سے دو تبیعہ (دوسرے سال میں داخل بچھڑے بالاتفاق زکواۃ ہے۔ پھر اسی طرح ستر (70) پر ایک تبیعہ اور ایک مسنہ بالاتفاق زکواۃ ہے۔

بھیڑ بکری کا نصاب :۔

ان کے پانچ نصاب ہیں ۔امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ" چالیس سے کم بھیڑ بکری پر زکواۃ نہیں ہے۔"

پہلا نصاب :۔

چالیس (40) سے ایک سو بیس (120) تک ہوں ایک بکری زکواۃ ہے۔

دوسرا نصاب :۔

ایک سو اکیس (121) سے دو سو (200) تک ہوں تو دو دو بکریاں یا بھیڑیں زکواۃ ہیں۔

تیسرا نصاب :۔

دو سو ایک (201) سے تین سو (300) تک ہوں تو تین بکریاں یا بھیڑیں زکواۃ ہیں۔

چوتھا نصاب :۔

تین سو ایک (301) سے چار سو (400) تک ہوں تو چار بھیڑ یا بکریاں زکواۃ ہے۔

پانچواں نصاب :۔

چار سو (400) پر چار بکریاں ہیں اس کے آگے سو پر ایک بکری کے حساب سے جس قدر اضافہ ہو زکواۃ ہوگی۔

اور نصاب کی تعداد کے مطابق جانور بالاتفاق گیارہ ماہ ملکیت میں رہیں دوران سال کمی نہ ہو۔اس کے علاوہ سال بھر یا سال کا زیادہ حصہ باہر کھیت و جنگل میں چل پھر کر پیٹ بھریں تب ان پر زکواۃ ہوگی لیکن اگر سال بھر یا سال کا زیادہ حصہ مالک کو ان کی خوراک کا انتظام کرنا پڑے تو پھر زکواۃ نہیں ہے۔

سونے چاندی کا نصاب :۔

سونا چاندی جب کرنسی کی صورت میں ہو تو ان پر زکواۃ لازم ہے اس طرح سونے کا نصاب

بیس دینار اور چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے کہ جس پر زکواۃ لازم ہو جاتی ہے بیس دینار پر نصف دینار اور دوسو درہم پر پانچ درہم زکواۃ ہے۔ سونے چاندی کے درہم و دینار کا سال بھر بغیر استعمال کے مالک کے پاس رہنا ضروری ہے اگر دوران سال نصاب سے کم ہو جائیں تو ان پر زکواۃ نہیں ہے ثابت سونے یا چاندی یا ان سے بنے ہوئے زیورات پر زکواۃ فرض نہیں ہے۔ امامیہ کے علاوہ فقہاء اربعہ کے ہاں بیس مثقال سونا اور دوسو درہم (چاندی کے) ہوں تو زکواۃ فرض ہے اور نصاب کا مال سال بھر مالک کے پاس رہنا ضروری ہے اور زکواۃ وہی چالیسواں حصہ ہوگی۔ امامیہ کے علاوہ چاروں فقہاء کے ہاں ثابت سونے چاندی پر زکواۃ واجب ہے اور زیورات پر زکواۃ کے وجوب میں ان کے درمیان استعمال ہونے اور استعمال نہ ہونے کی صورت میں کچھ اختلاف ہے۔

مستحقین زکواۃ:۔

''انما الصدقات للفقراء والمساکین'' ......الخ

تمام مکاتب فقہ کا اتفاق ہے کہ غیر سید کی زکواۃ سید کے لئے جائز نہیں ہے اور نہ ہی اولاد اپنے والدین واجداد کو اور نہ ہی والدین اپنی اولاد اور پوتوں ونواسوں کو دے سکتے ہیں اور نہ ہی شوہر اپنی زوجہ کو زکواۃ دے سکتا ہے۔ مذکورہ افراد میں جو محتاج ہو اس کے مصارف دوسرے پر لازم ہیں۔ لیکن فقہ مالکیہ میں دادی ونانی اور پوتوں ونواسوں کو محتاج ہونے کی صورت میں زکواۃ دی جاسکتی ہے۔ بھائی اور چچا و ماموں اور پھوپھی وخالہ وغیرہ اقرباء ہی زکواۃ کے اولین مستحقین ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اور اس پر بھی تمام مکاتب فقہ کا اتفاق ہے کہ جس جگہ و شہر کی زکواۃ ہو وہ اسی شہر کی ضروریات و مستحقین پر صرف کی جائے لیکن حنفیہ و امامیہ کے ہاں صرف اس قدر اضافہ ہے کہ اگر دوسری جگہ زیادہ ضرورت ہو تو دوسری جگہ زکواۃ کا مال منتقل کیا جاسکتا ہے اور مالکیہ وشافعیہ کے ہاں ایک شہر

کی زکواۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہیں کی جاسکتی۔اور حنبلیہ کے ہاں ایک شہر کی زکواۃ اتنی مسافت تک منتقل کی جاسکتی ہے کہ جو قصر کی مسافت کے اندر ہو اور قصر کی مسافت یا اس سے آگے منتقل کرنا ممنوع ہے۔سورہ توبہ کی مندرجہ آیت میں زکواۃ کے آٹھ مستحقین بیان کیے گئے ہیں۔فقراء' مساکین' زکواۃ وصول کرنے والے' کمزور ایمان والے، غلاموں کی آزادی کے لئے' غریب مقروض مسلمان کے قرض کی ادائیگی کے لئے ''خدا کی راہ کے مختلف کاموں کے لئے اور ضرورت مند کو گھر تک پہنچنے کے لئے''۔

فقراء و مساکین:۔

فقیر و مسکین میں تھوڑا سا فرق ہے کہ فقیر وہ ہے کہ جو سال بھر کے لئے اپنے اہل و عیال کے لئے مصارف نہ رکھتا ہوں اگرچہ کچھ مویشی و زمین اس کے پاس ہو لیکن اس سے سال بھر کے مصارف حاصل نہ ہو سکتے ہوں تو جس قدر مصارف کی کمی ہوگی اسی قدر اسے زکواۃ دی جائے گی اور مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس مصارف کے حصول کے لئے کوئی ذریعہ نہ ہو۔امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور مسکین وہ ہے کہ جو اس سے بدحال ہے لہذا وہ سوال کرتا ہے یعنی ایسے معذور جو سخت محتاج ہوں لیکن کمانے کی قدرت و ذریعہ رکھنے والا کہ جو کچھ نہ کرے تو امامیہ و شافعیہ اور حنبلیہ کے ہاں اس کے لئے زکواۃ جائز نہیں ہے۔اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''فقراء وہ ہیں کہ جو لوگوں سے سوال نہیں کرتے جبکہ ان پر ان کے عیال کے مصارف ہیں''۔اور چار سو اصحاب صفہ فقراء میں شامل تھے ان کے سوال نہ کرنے کی دلیل خدا کا یہ قول ہے کہ ''للفقراء الذین احصرو فی سبیل اللہ الخ...... یہ خیرات ان محتاجوں کے لئے ہے کہ جو خدا کی راہ میں محصور ہو گئے کہ روئے زمین پر چل پھر نہیں سکتے۔'' یعنی معذور و محتاج اندھے و لنگڑے و جذامی اور ضعیف و بے سہارا مرد و عورتیں اور بچے سب شامل ہیں۔سماعہ نے معصومؑ سے سوال

کیا کہ زکواۃ لینا کس کے لئے جائز ہے۔امام نے فرمایا زکواۃ انہی لوگوں کے لئے جائز ہے جن کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے کہ " للفقراء " ......الخ اور جس کے پاس سات سو درہم ہوں اس کے لئے زکواۃ لینا جائز ہے اور جس کے پاس پچاس درہم ہوں اس کے لئے زکواۃ لینا جائز نہیں ہے۔عرض کیا گیا یہ کیسے؟ امام نے فرمایا جس کے پاس سات سو درہم ہیں وہ صاحب عیال ہے کہ جن کے مصارف کے لئے وہ کافی نہیں ہوتے تو وہ اپنے عیال کی ضرورت کے لئے زکواۃ لے سکتا ہے اور جس کے پاس پچاس درہم ہیں اور وہ اکیلا ہے اور ایسا کام بھی کرتا ہے کہ جس سے اس کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔عرض کیا گیا گھر و خادم رکھنے والے کے لئے زکواۃ لینا جائز ہے۔امام نے فرمایا ہاں لیکن اگر وہ غلہ و اناج کے حصول کا ذریعہ رکھتا ہے کہ جس سے اس کے مصارف پورے ہو سکتے ہیں تو اس کے لئے زکواۃ نہیں ہے لیکن اگر اس کے اور اس کے عیال کے کھانے و کپڑے اور بغیر اصراف دوسری ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں تو اس کے لئے زکواۃ لینا جائز ہے۔

والعاملین علیھا او[illegible]س کے کارندوں کا۔یہ وہ لوگ ہیں کہ جو صاحب شریعت کی طرف سے زکواۃ و صدقات وصول کرنے پر مامور ہوں صاحب شریعت صاحب اختیار ہے جو ان کے لئے مقرر کر دے۔

والمؤلفة القلوب (جن کی تالیف قلب کی گئی):۔

یہ وہ کمزور ایمان والے لوگ ہیں کہ جن کو کلمہ اسلام سے منسلک رکھنے کے لئے ان کے لئے زکواۃ و صدقات سے حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ "جیسا کہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جنھوں نے توحید کی وحدانیت کی گواہی دی لیکن محمدؐ کے اللہ کا رسولؐ ہونے کی معرفت ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تو رسول خداؐ ان کی تالیف قلوب کرتے تھے اور ان کو تعلیم

دیتے تھے تا کہ وہ معرفت حاصل کرلیں تو خدا نے ان کے لئے صدقات میں سے ایک حصہ مقرر کیا تا کہ وہ معرفت کی طرف راغب ہو جائیں۔'' زمانہ رسول میں ایسے کمزور ایمان والوں کے قلوب میں ایمان کو مستحکم کرنے اور ان کو اسلام سے منسلک رکھنے کے لئے خدا نے قرآن حکیم میں ایک حصہ مقرر کیا تا کہ کسی لالچ میں آکر دوسری طرف لڑھک نہ جائیں اور ان کے شک کو دور کر کے ان کے قلوب میں یقینی ایمان کو راسخ کرنے کے لئے پیغمبر اکرمؐ ان کو تعلیم دیتے رہے بقول تفسیر کبیر رازی جب (نو ہجری) حنین کی فتح کا مال غنیمت آیا تو پیغمبر اکرمؐ نے اس میں م مؤلفۃ لقلوب سے پندرہ افراد کو حصہ عطا فرمایا۔ اور وہ ابو سفیان' اقرع بن حابس تمیمی' عیبہ بن حرض فزاری' حویطب بن عبد العزیٰ عامری' سہل بن عمرو بن عامری' حرث بن ہشام مخزومی' سہیل بن عمرو جمحی' ابو السنابل' حکیم بن حزام اسدی' مال بن عوف بنی نضری' صفوان بن امیہ جمحی' عبد الرحمٰن بن یربوع مخزومی' جد بن قیس سہمی' عمرو بن مرداس' علاء بن حرث ثقفی تھے اور ان کے علاوہ علقمہ عامری اور زید الخیل طائی' عباس بن مرداس بنی سلیمی' اور بعض دیگر افراد بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ حنین کے مال غنیمت میں سے پیغمبر اکرم نے مؤلفۃ القلوب میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ عطا کیے مگر عبد الرحمٰن بن یربوع اور حویطب کو پچاس پچاس اور حکیم بن حزام کو پچھتر اونٹ عطا کیے لیکن حکیم بن حزام نے بار بار اپنے زیادہ مستحق ہونے کا اظہار کیا تو پیغمبر اکرمؐ نے بڑھاتے بڑھاتے اسے بھی سو اونٹ عطا کر دیئے صفوان کہتا ہے کہ پیغمبر اکرم میرے نزدیک مبغوض ترین تھے۔ لیکن آپ نے مجھے اس قدر عطا کیا کہ محبوب ترین ہو گئے۔ مؤلفۃ القلوب کا حصہ قرآن حکیم نے مقرر کیا ہے اور حکم قرآنی کو قرآنی آیۃ ہی منسوخ کرتی ہے اور مؤلفۃ القلوب کے حق کو منسوخ کرنے کے لئے کوئی آیۃ نازل نہیں ہوئی۔ لہذا یہ حصہ قیامت تک باقی ہے جیسا کہ امام حسنؑ نے فرمایا کہ'' مؤلفۃ القلوب وہ (کمزور ایمان والے) لوگ ہیں کہ جو تا قیامت اسلام میں داخل ہوتے

رہیں گے۔" (در منثور)

اور تفسیر کبیر رازی میں علامہ رازی لکھتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ منسوخ نہیں ہوا یہ امام کا کام ہے کہ وہ ایسی قوم کی تالیف قلب کرے۔ رازی نے تاقیامت ہر دور میں امام کے وجود کو تسلیم کرلیا ہے اور امام وہی ہوگا جو کمزور ایمان والوں کی قلبی حالت کو جان پہچان سکے کہ کس کا ایمان کمزور ہے۔ قلبی کیفیات کا جاننا صرف معصوم کا کام ہے۔ حضرت عمر نے پیغمبر اکرمؐ کے بعد مؤلفۃ القلوب کے حصہ قرآنی کو ختم کردیا تھا۔

وفی والرقاب:۔

"اور جن کی گردنوں میں غلامی کا پھندا ہو" مسلمان ہوجانے والے غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے ایک حصہ مقرر کیا گیا جس سے اسلام کی مذہب حریت و دین انسانیت کی وضاحت ہوتی ہے کہ اسلام انسان کو انسانی غلامی سے نجات دلاتا ہے۔

الغارمین (قرضداروں کے لئے):۔

بغیر معصیۃ کے جو مسلمان مقروض ہوں تو زکوٰۃ وصدقات کے ذریعے ان کو قرض سے نجات دلائی جائے۔

وفی سبیل اللہ (اور خدا کی راہ میں):۔

ایک حصہ خدا کی مختلف راہوں پر صرف کیا جائے' اسلام سے دفاع کرنے والے مجاہدین کے لئے' دینی مدارس کے لئے' شفاء خانے کے لئے اور دیگر عوامی مفاد و مصالح کے مقامات ہوں ان پر صرف کیا جائے۔

وابن السبیل (مسافر):۔

(مسافروں کی کفالت کے لئے) جو مسافر اپنے شہر و مال سے محروم ہوا سے وطن تک پہنچنے کے لئے زکواۃ سے دیا جائے۔ توحید پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ ذات توحید کو

تمام نقائص اور احتیاجات سے منزہ اور تمام صفات و کمال سے آراستہ مان کر اسی کو لائق عبادت ماننا اور دنیا کی تمام محبتوں کو اس کی محبت پر قربان کر دینا یعنی اپنی جان و مال کی محبتوں کو خدا کی محبت پر قربان کر دینا۔ دنیا میں مال کی محبت ہی تمام برائیوں کی اصل ہے دنیا کی راحت و آرام اور عیش و عشرت اور مال و دنیا کی محبت پر انسان آخرت کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ خداوند عالم اپنی محبت کے امتحان کے لئے مومنین سے ان کی جان و مال کی جنت کے بدلے میں خریداری کرتا رہا چنانچہ سورۃ توبہ میں اس کا ارشاد ہے کہ ''یقیناً خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں یقیناً ان کے لئے جنت ہے۔'' محبان الٰہی یا ایمان بالتوحید رکھنے والوں کے تین درجے یا قسمیں ہیں۔

(1) وہ لوگ کہ جنہوں نے قلب و باطن سے توحید کی تصدیق کی اور توحید سے کیے گئے عہد کو کمال اخلاص سے عملاً پورا کیا اور اپنے قلب و باطن سے دنیا کی تمام محبتوں کو نکال کر محبت الٰہی کو اس میں بسایا اور خدا کی مخلوق سے ان کی محبت کا معیار خدا کی ان سے محبت کی بناء پر ہے اور ان کی جان و مال اور اولاد سب اللہ کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ سورہ انعام میں ارشاد ربانی ہے کہ '' کہہ دو یقیناً میری نماز و میری عبادت اور میری حیات و میری موت سب عالمین کے پروردگار اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ یہ حضرات اموال سے صرف خمس و زکواۃ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ سب کچھ محبت الٰہی میں لٹا دیتے ہیں۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا گیا کہ دو سو درہم پر کس قدر زکواۃ ہے تو آپ نے فرمایا عوام پر شرعی حکم کے مطابق پانچ درہم ہے اور ہم پر تمام مال خرچ کرنا ہے''۔ یہ سب سے بلند مقام و درجہ ہے اسی بناء پر مومنین کو بھی یہی حکم دیا ہے کہ صرف زکواۃ نکالنے ہی پر اکتفا نہ کی جائے جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا کہ ''ظاہراً تو ہر ہزار درہم پر پچیس درہم زکواۃ ہے اور باطنی طور پر تیرے برادر مومن کو جس قدر احتیاج ہو تم اس کے لئے اس کا ایثار کرو۔''

(2) دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اموال سے واجب حقوق نکالنے پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ واجب حقوق نکالنے کے بعد مال کو اس غرض سے بھی روکتے ہیں کہ اموال سے نفع حاصل کریں اور جب کوئی نیکی کا موقع آتا ہے تو بخوشی وہاں خرچ کرتے ہیں اور نیک مواقع و محتاج افراد کی فکر میں رہتے ہیں۔

(3) تیسری قسم ان لوگوں کی ہے کہ جو اموال سے صرف واجب حقوق کے نکالنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں اس سے کم یا زیادہ نہیں نکالتے یہ مال کی حقیقت واصلی افادیت سے غافل ہیں۔ مال کی طرف راغب ہیں یہ عوام کا درجہ ہے کہ جن کی محبت آخرت ورغبت آخرت کمزور ہے۔ خمس وزکواۃ اور صدقات وخیرات جہاں نعمات دنیا کا عملاً شکریہ ہے وہاں ان کے ذریعے دنیا کی محبت سے نجات حاصل کر کے محبت الٰہی کا جوہر حاصل کرنا مقصود ہے۔ اس لئے جو مال خدا کی محبت میں صرف کیا گیا اسے قلیل جاننا چاہیے کیونکہ محبت الٰہی کے جوہر ودولت کا پوری کائنات برابری نہیں کرسکتی۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ "میں نے دیکھا کہ نیکی واحسان تین صفات کے بغیر باصلاحیت نہیں ہے اس کو قلیل وحقیر جاننا اور اسے پوشیدہ ادا کرنا اور جلدی ادا کرنا اور جب تم نے اپنے احسان کو حقیر وقلیل جانا تو تم نے اس کی نگاہ میں اسے عظیم کر دیا کہ جس پر احسان کیا ہے اور تم نے جب اسے پوشیدہ کیا تو تم نے اسے مکمل کر دیا اور جب تم نے جلدی عطا کیا تو اسے مفید وخوشگوار بنا دیا۔"

انسانی طبائع کی خودغرضی کی بناء پر رحمٰن ورحیم نے خمس وزکواۃ وغیرہ مالی حقوق کو لازم قرار دیا ہے کہ کم ازکم یہ واجب حقوق ہی لوگ نکال دیا کریں کیونکہ اسلامی معاشرہ میں ایک مسلم ومومن کو دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا ہے تاکہ حقیقی بھائی کی طرح سے ایک دوسرے کے لئے ایثار وقربانی کے جذبے کا اظہار کریں جیسا کہ مدینے میں جب پیغمبر اکرمؐ نے مہاجرین وانصار کے درمیان جو اسلامی بھائی چارہ قائم کیا تو انصار نے اسلامی بھائی

چارے کی روح کو اس طرح عملاً ظاہر کیا کہ جس کے پاس دو مکان تھے تو ایک مکان مہاجر بھائی کو دے دیا اور اگر ایک مکان تھا تو آدھا حصہ مہاجر بھائی کو دے دیا اسی طرح غلام و کنیز اور مال سب میں نصف نصف اپنے مہاجرین بھائیوں کو دے دیا۔ یہ صورت چونکہ ہمہ وقت و ہر وقت حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے کم از کم حقوق مالیہ جو خدا نے فرض کیے ہیں وہی ادا کر کے ضرورت مند مومنین و مسلمین کی مدد کی جائے۔ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''زکواۃ کے مستحق محمدؐ و آل محمدؐ کے وہ کمزور شیعہ ہیں کہ جن کی بصارت تو قوی نہیں ہے لیکن ان کی بصیرت قوی ہے اپنے اولیاء کی ولایت کے اعتقاد اور ان کے اعداء سے برأت کی بنا پر ان کی بصیرۃ یا باطن خوبصورت ہے وہ تمہارے دینی بھائی ہیں آباء و امہات کے علیحدہ و مخالف ہونے کے باوجود ان کا تم سے تعلق ہے اگر ہو سکے تو دوسرے مال سے مدد کر کے ان کو زکوۃ و صدقہ نہ دو کیونکہ وہ ہمارے موالی و شیعہ ہیں۔ وہ ہم سے جسد واحد کی مانند ہیں اور ہماری جماعت و گروہ پر زکوۃ و صدقہ اس طرح ممنوع ہے اور سوائے اس کے جو تم اپنی نیکی کی بصیرت رکھنے والے برادران ایمانی کو ادا کرتے ہوئے بطور امکان ان سے زکوۃ و صدقات کو دور رکھو اور ان کو اس سے دور رکھو کہ تم ان پر اپنی میل گراؤ کیا تم سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بدن کی میل صاف کرے دھوئے اور پھر اسے برادر مومن پر ڈال دے۔ یقیناً گناہوں کی میل تو بدن کی میل سے بہت بری ہے تو اپنے برادران ایمانی کو میلا نہ کرو۔''

امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ ''بیس درہم تصدق کرنے سے اپنے کسی برادر ایمانی کی ایک درہم صلہ رحمی کرنا مجھے زیادہ محبوب ہے اور سو درہم تصدق کرنے سے کسی برادر ایمانی کی بیس درہم سے صلہ رحمی کرنا زیادہ محبوب ہے اور ایک غلام آزاد کرنے سے کسی برادر ایمانی کی سو درہم سے مدد و صلہ رحمی کرنا مجھے زیادہ محبوب ہے۔''

ذی رحم محتاج ہو تو صدقہ کا دس گنا اجر ہے تو قرض کا اٹھارہ (18) گنا اجر ہے اور برادر ایمانی

کے ساتھ صلح ونیکی کا بیس گنا اجر ہے اور صلح رحمی پر چوبیس (24) گنا اجر ہے ان ارشادات میں زکوۃ وصدقات کے علاوہ بھی برادران ایمانی کی مالی مدد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

حج کا عالمگیر فلسفہ اور اعمال حج

اور

(اخوۃ' مساوات وحدت' انکساری اور عالمگیر امن وسلامتی کی تعلیم وتربیت)

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا و من کفر فان اللہ غنی عن العلمین (سورہ العمران 97)

اور لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا واجب ہے کہ جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہے اور جس نے (قدرت کے باوجود) کفر کی روش اختیار کی تو خدا تمام جہانوں سے مستغنی ہے اسلامی عبادات میں خالق ومخلوق اور عبد ومعبود کے درمیان تعلق قائم کرنے کے ساتھ انسان کی ذہنی وفکری اور اخلاقی تربیت واصلاح کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اسی بناء پر نماز وروزے اور حج وزکوۃ اور دیگر تمام عبادات میں باطنی طہارت و تعمیر سیرت وکردار کو روح عبادت قرار دیا گیا ہے اور اسی بناء پر باطن کی طہارت اور کردار کی بلندی قبولیت عبادت کی دلیل قرار دی گئی ہے۔ جیسا کہ علم نبوت کے چھٹے وارث حضرت امام جعفر صادقؑ سے جب کسی نے دریافت کیا کہ فرزند رسول حج کرنے کے بعد کیسے معلوم ہو کہ حج قبول ہوا ہے یا نہیں تو امامؑ نے فرمایا کہ ''حج کرنے کے بعد اگر اپنی فکر وذہنیت اور سیرت وکردار میں تبدیلی وبلندی محسوس کرو تو جان لو کہ تمہارا حج قبول ہو گیا ہے۔ امامؑ نے واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ حج ودیگر عبادات سے اگر

باطنی طہارت میں اضافہ اور کردار میں بلندی پیدا ہو جائے تو یہ ان عبادات کی قبولیت کی دلیل ہے۔ یعنی اگر عبادات کی ادائیگی کے ساتھ فکر و عمل میں تبدیلی نہ ہو بلکہ پستی ہو تو یہ عبادات بغیر روح کے جسد کی مانند ہیں اور یہ عبادات مجبور و خائف غلاموں کی طاعت کہلائیں گی۔ باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ عبادت گزار تین طرح کے ہیں۔ ''بعض خوف خدا کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں کی طرح کی عبادت ہے اور بعض لالچ کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں یہ تجار کی عبادت ہے اور جو اسے عبادت کا اہل سمجھ کر عبادت کرتے ہیں یہ آزاد لوگوں کی بندگی ہے۔'' اسی بناء پر حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ ''پالنے والے میں نے نہ ہی تیرے جہنم کے خوف سے اور نہ ہی تیری جنت کے لالچ کی وجہ سے تیری عبادت کی بلکہ میں نے تجھے عبادت کا اہل جان کر تیری عبادت کی۔''

اسلامی عبادات میں حج وہ عبادت ہے کہ جس میں قدم قدم پر طہارت باطن یعنی فکر و عمل کی اصلاح کا اہتمام کیا گیا ہے۔ خداء علیم وحکیم نے انسان کو مدنی الطبع فطرت پر پیدا کیا ہے اسی فطری جذبے سے معاشرتی زندگی کی تشکیل و تکمیل کرتا ہے۔ انسان چونکہ خود غرض واقع ہوا ہے اس لئے معاشرتی زندگی میں ذاتی اغراض کے لئے ہمہ وقت ٹکراؤ و فساد کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اسی بناء پر معاشرتی زندگی کی اصلاح و تکمیل کے لئے یعنی حقوق انسانی کے تحفظ اور ظلم و فساد کے خاتمے کے لئے ابتداء ہی سے انسان کی فکری و عملی تربیت کے لئے خداء قدیر کی طرف سے قوانین اور شرائع اس کے معصوم بندے لے کر آتے رہے ہیں۔ اسلام نے انسانی حقوق کے تحفظ اور انفرادی و اجتماعی زندگی کو ظلم و فساد سے پاک کرنے اور اسلامی معاشرے میں وحدت و اخوت اور محبت و ایثار کی اقدار کو رواج دینے کے لئے جو جامع تعلیم و تربیت کا انتظام کیا ہے وہ کسی مذہب و ملت میں نہیں ہے۔ روزانہ پانچ وقت کی نماز باجماعت اور جمعہ کے اجتماع میں اسی حقیقت کی تربیت کا اہتمام کیا گیا ہے اور پھر حج کے موقع پر ہر سال

دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے ان کو فکری و عملی وحدت میں منسلک کر کے اسلام کی عالمگیر برادری کی عملی تفسیر پیش کی گئی ہے۔ آج کے دور میں اقوام عالم نے اپنے ہاتھوں ڈھائے جانے والے مظالم سے نجات پانے کے لیے عالمگیر انسانی برادری کے تصور کو محسوس کرتے ہوئے اقوام متحدہ کا ادارہ قائم کیا ہے۔ لیکن ملت ابراہیمی کی ابتدائی دعوت اور ملت محمدی ؐ کی تجدیدی پکار نے ہزاروں سال پہلے اس خواب کی تعبیر پیش کر دی ہے اور مجلس اقوام متحدہ کا قیام حج کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ حج اسلامی تمدن و مذہب اور عمل و کردار کی وحدت کا ذمہ دار ہے کہ جہاں مختلف ممالک کے باشندے جمع ہو کر اپنے اپنے ملک کی معاشی و مذہبی اور معاشرتی و سیاسی حالات سے ایک دوسرے کو آگاہ کرتے ہیں جس سے اسلامی تحریک کی وسعت و استحکام کے لیے مشترکہ لائحہ عمل طے کر سکتے ہیں۔ حج وہ عبادت ہے کہ جہاں مختلف ممالک کے بسنے والے ایک قوم، ایک خاندان کی صورت اختیار کر لیتے ہیں کہ جن کے شہر مختلف اور تہذیب و تمدن مختلف اور معاشرہ و زبانیں مختلف اور پھر سب کے سب اپنے فطری اختلاف وطبعی امتیازات کے باوجود ایک ہی گھر کو مرکز و قبلہ جان کر اس کے گرد طواف کرتے ہیں اور ایک ہی مقام یعنی مکہ مکرمہ کو ام القریٰ مان کر وطنیت و قومیت اور رنگ و نسل اور تمدن و معاشرت کے تمام امتیازات کو مٹا کر ایک ہی وطن، ایک ہی قومیت، ایک ہی تمدن و معاشرت اور ایک ہی عربی زبان میں متحد ہو کر ایک خاندان کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جس سے فکری و نظریاتی اور عملی وحدت قائم ہو جاتی ہے۔ یہ وہ وحدت و برادری ہے کہ جس میں دنیا میں تمام قومیں اور مختلف ممالک کے بسنے والے جو وطنیت و قومیت اور رنگ و نسل اور غربت و امیری کی تفریق و امتیاز کی لعنت میں گرفتار ہیں کہ جو جنگ و جدل اور فتنہ و فساد کا سبب ہے تو وہ ایک لمحہ میں اسلام کے اس وحدت و اخوت کے رشتے میں شامل ہو کر انسانوں کی قائم کردہ ان تمام زنجیروں کو توڑ ڈالتے ہیں اور تھوڑے عرصے میں تمام قومیں ایک ملک

میں ایک لباس میں اور ایک وضع میں اور ایک فکر و عمل کے لحاظ سے دوش بدوش ایک قوم بن کر ایک خاندان کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اور ایک ہی زبان میں خدا سے باتیں کرتے ہیں۔ اس سے اسلام کی عالمگیر اخوت و برادری کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس عظیم عبادت کے موقع پر ایک مرکز پر اجتماع کے مقصد کو چند اعمال ادا کرنے تک محدود کر دیا ہے اور اس کی عالمگیر افادیت کو فراموش کر دیا ہے جبکہ اسلامی عبادات میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کو منظم کرنے کے ساتھ ذہنی و فکری اور عملی اصلاح کا اہم مقصد پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ روزانہ پانچ وقت کی نماز میں انسان جب بارگاہِ ایزدی میں مٹی پر سجدہ کرتا ہے تو اس سے جہاں خالق و مخلوق اور مالک حقیقی کی بارگاہ میں اپنے عجز و نیاز اور احتیاط کے اظہار کے ساتھ اس کی خالقیت و مالکیت کا اقرار مقصود ہے وہاں باطن سے غرور و تکبر کو نکال کر عجز و انکساری کا جذبہ پیدا کرنا بھی مقصود ہے تاکہ انسانی معاشرہ سے غرور و تکبر کی بناء پر تحقیر و تذلیل اور فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو۔ اسی طرح سال میں ایک ماہ کے روزے فرض کیے گئے تاکہ بھوک کی تکلیف کے احساس سے غرباء و مساکین کی بھوک کی تکلیف کا احساس ابھر کر ان کی مدد و اعانت پر آمادہ کرے۔ اسی طرح صاحبانِ دولت پر کہ جو حج کے مصارف برداشت کر سکتے ہوں ان پر حج کو فرض کیا گیا کیونکہ خدا کے مرکزی گھر تک پہنچ کر بلا امتیاز رنگ و نسل اور ایک ہی طرح کے لباس میں ملبوس ہو کر ایک ہی طرح کے اعمال بجا لا کر اسلامی مساوات کا عملاً تربیتی سبق حاصل کرنے کے ساتھ خدا کے حکم کے سامنے بارضا و رغبت گردن جھکا دینے کا جذبہ ابھرتا ہے اور اس کے علاوہ بھی حج کے اندر اسلامی تعلیمات کے بہت سے اصول و اسباق پنہاں ہیں۔ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے اس نے قیام امن کے لیے جہاں دیگر تعلیم و تربیت کا انتظام کیا ہے وہاں حج کی عبادت میں اس کا خاص اہتمام کیا ہے۔

حج کرنے والا احرام باندھنے کے بعد کسی چھوٹے سے چھوٹے جاندار کو بھی ہلاک

نہیں کر سکتا اور یہاں تک کہ اپنے جسم کو بھی اس طرح کھجلا نہیں سکتا کہ خون نکل آئے۔ اس طرح حج کے ذریعے امن و سلامتی کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا ہے تا کہ اپنے اپنے ممالک کی طرف واپس جا کر انسانی جانوں کی عزت و حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے امن و سلامتی کی قیام ہو اور معاشرے میں عملی مساوات کا رواج ہو۔ حج کیا ہے۔ دو برگزیدہ بندوں کی پیروی میں حکم خدا کے سامنے تسلیم و رضا سے گردن جھکا دینے کا نام حج ہے اور بندگی کے معاہدے کو اس طرح بجالانا کہ جس طرح ہزاروں سال پہلے دو برگزیدہ بندے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر کے خدا کی بے حساب برکتوں سے مالا مال ہوئے تھے۔ یہی ملت ابراہیمی اور یہی حقیقی اسلام اور یہی وہ باطنی جذبہ و احساس ہے کہ جسے حجاج حج کے عمل میں اپنے عمل اور حالات و کیفیات میں مجسم ظاہر کرتے ہیں کہ بغیر سلے دو کپڑے پہن کر خود کو جناب اسماعیل کی طرح بارگاہ الٰہی میں نذر کرتے ہیں۔ جس طرح کہ جناب ابراہیم اور جناب اسماعیل تین روز کے سفر کے بعد گرد و غبار میں اٹے ہوئے خانہ خدا تک پہنچے تھے اسی طرح حجاج بلا سلے لباس میں ملبوس اور ہر قسم کی زینت کو ترک کر کے خانہ خدا تک پہنچتے ہیں اور جناب ابراہیم کے جہاں جہاں تک قدم پڑے تھے وہاں لبیک اللھم لبیک کا ترانہ الاپتے ہیں اور چونکہ روحانی طور پر حج دراصل خدا کے سامنے اپنی سیاہ کاریوں سے توبہ کر کے اپنے رب کو راضی کرنا ہے تا کہ اس کی رحمت بے کراں اور فضل و کرم کا رخ حاجی کی طرف ہو جائے۔ اسی لیے پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''حج گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے کہ جس طرح بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔''

اسلام کی ابتدائی تاریخ کی یادگاریں اسی سرزمین مکہ سے وابستہ ہیں۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل تک اور حضرت اسماعیل سے پیغمبر اکرمؐ تک جو کچھ ہدایت کے لیے ہوا اور جو کچھ خدا کی طرف سے رشد و ہدایت کی بارش

ہوئی اس کا تمام تر تعلق سرزمین عرب اور خصوصاً ارض حرم کے کوہ وصحرا اور وہاں کے در و دیوار سے ہے۔ حضرت آدمؑ نے یہیں سکونت اختیار کی اور عرش الٰہی کے سامنے خدا کا گھر بنایا۔ اور حضرت ہود اور حضرت صالحؑ نے یہیں پناہ لی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے یہیں سکونت اختیار کی اور یہیں ان کی قربانی پیش کی گئی اور یہیں پیغمبر اسلامؐ کی ولادت ہوئی اور یہیں صفا و مروہ کی پہاڑیاں ہیں کہ جو جناب ہاجرہؑ کی یاد دلاتی ہیں۔ یہیں آب زم زم ہے کہ جس سے حضرت اسماعیل کی پیاس بجھی تھی اور یہیں وہ گھر ہے کہ جس کی دیواریں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے بلند کی تھیں اور یہیں جنت سے آنے والا حجر اسود ہے کہ جسے جناب آدمؑ ساتھ لائے تھے اور یہیں سے رشد و ہدایت کا سورج طلوع ہوا اور یہیں وہ غار ہے کہ جہاں نزول وحی کا آغاز ہوا اور یہیں خدا کا وہ اولین گھر ہے کہ جو اس دنیا میں عرش الٰہی کا سایہ اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کا مرکز ہے کہ جہاں اس کی رحمت و غفاری اپنا عکس ڈال کر کرہ ارض کو اپنی شعاعوں سے منور کرتی ہے یہیں وہ مرکز و منبع ہے کہ جہاں سے حق پرستی کا چشمہ ابلا کہ جس نے دنیا کو سیراب کیا یہیں وہ روحانی علم معرفت کا مطلع ہے کہ جسکی کرنوں نے زمین کے ذرے ذرے کو درخشاں کیا۔ یہیں وہ جغرافیائی نکتہ ہے کہ جس میں ملت کے تمام افراد بندھے ہوئے ہیں۔ غرض حج کی عبادت میں جہاں فکری و عملی اور اخلاقی و معاشرتی اور مذہبی و سیاسی اسباق و تعلیمات پنہاں ہیں۔ وہاں اس میں تاریخ انسانی کے بعض ایسے واقعات شامل ہیں کہ جن واقعات نے انسانی فکر کو عظمت و رفعت عطا کی۔ حج اگر اس کے مفاہیم و مقاصد کو ذہن میں رکھ کر ادا کیا جائے تو یقیناً اس سے امت مسلمہ میں فکری و عملی انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ حج کی عبادت میں انسان کے لئے مادی و روحانی دونوں طرح کے فوائد پوشیدہ ہیں۔ حج کے لئے مال و دولت خرچ کرنے سے جہاں باطن سے سخت دلی اور بخل کا دور کرنا مقصود ہے وہاں لذات مادی کو ترک کر کے مکمل طور پر خدا کی طرف متوجہ ہو کر

عبادت الٰہی میں استغراق سے خدا کی محبت وقربت حاصل کرتے ہوئے خود کو مکمل طور پر پروردگار کے سپرد کر دینا بھی مقصود ہے اس لئے کہ خلاق عالم تک رسائی وقربت معنوی کے لئے ضروری ہے کہ خواہشات ولذات مادی سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور صرف ضروریات حیات تک اکتفاء کیا جائے۔ اور تمام حرکات وسکنات میں باطن اور نیت وارادے کو خدا کی ذات کے لئے خالص رکھا جائے اسی بناء پر سابقہ ملتوں میں راہب وعابد افراد مخلوق سے جدائی اختیار کر کے پہاڑوں کی چوٹیوں وغاروں میں جا کر خدا کی عبادت میں مصروف رہتے اور یکسوئی سے خدا کی محبت وقربت کے لئے مخلوقات سے جدائی اختیار کرتے اور لذات حاضرہ کو ترک کرنے کی قربانی دے کر آخرت کی کامرانی کے لئے اپنے نفوس کو مشقت میں ڈالتے تھے۔ خلاق عالم نے قرآن حکیم میں ان میں سے بعض مخلصین کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں خدا کا ارشاد ہے کہ ''یہ اس لئے کے ان میں سے عالم وخدا پرست لوگ بھی ہیں اور وہ یقیناً تکبر وبڑائی نہیں کرتے۔'' اور پھر جب طویل زمانے کی وجہ سے جذبہ اور شوق عبادت تقریباً ختم ہوگیا اور لوگ عموماً مادی ونفسانی خواہشات کی پیروی میں مصروف ہوگئے۔ اور خدا کی عبادت وانس کے لئے علیحدگی کو ترک کر دیا۔ تو پیغمبر اسلامؐ طریقہ آخرت کے احیاء کے لئے مبعوث ہوئے آپ نے انبیاء کے طریقے کو زندہ کیا۔ لہٰذا جب اہل ادیان نے آپ سے آپ کے دین میں رہبانیت وترک دنیا کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''خدا نے رہبانیت کے بدلے میں حج وجہاد مجھے عطا کیا ہے۔ اس لئے کہ ایام حج میں کچھ دنوں کے لئے حاجی تمام لذات دنیا وزینت کو ترک کر کے مختصر وسادہ لباس وخوراک پر اکتفاء کرتا ہے حج کے موقع پر جہاں ایک طرف مادی ونفسانی لذات کچھ دنوں کے لئے ترک کر دی جاتی ہیں وہاں دنیا بھر کے مسلمانوں سے اس وقتی رابطے کے ذریعے تجارت اور اموال کے تبادلے کے معاہدوں سے مستقل رابطہ قائم کرنا بھی مقصود ہے

تا کہ رہبانیت کا غلبہ بھی نہ رہے اور حج کی افادیت وسیع ہو جائے۔ اسی لئے علوم نبوی کے چھٹے وارث امام جعفر صادق نے ایک موقع پر فرمایا کہ ''یقیناً خداوند عالم جیسا چاہتا تھا ویسا ہی اپنی مخلوق کو ایک معین مدت کے لئے پیدا کیا اور دینی و دنیوی امور میں مصلحت کے لحاظ سے ان کو بعض کام کرنے کا حکم دیا اور بعض سے منع کیا اور حج کے موقع پر مشرق و مغرب کے لوگوں کو ایک مقام پر جمع کر دیا تا کہ ایک دوسرے سے متعارف ہو کر ہر قوم ایک دوسرے سے تجارت اور سامان کے نقل و حرکت اور تبادلے سے نفع حاصل کرے اور ساتھ ہی پیغمبر اکرمؐ کے آثار و نشانات کو پہچان کر یاد رکھیں اور بھولنے نہ پائیں۔ اور اگر تمام قومیں اپنے اپنے شہروں میں محدود ہو کر رہ جائیں تو ہلاک ہو جائیں اور فوائد ختم ہو جاتے اور اخبار باقی نہ رہتیں اور نہ ہی وہ اقوام باقی رہتیں۔'' حج کے اس عالمگیر فلسفہ کے بعد اس کے تمام ارکان کی افادیت و مصلحت کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔ بیت اللہ کی زیارت اور حج کے لیے جانے والے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اپنے دل و دماغ سے ہر قسم کی دنیاوی خیالات نکال دے اور ریاکاری اور بڑائی کا خیال و تصور نہ ہو کیونکہ یہ خیالات حج کی افادیت سے مانع ہیں بلکہ نیت و ارادہ صرف حکم الٰہی کی بجا آوری اور رضائے رب کا حصول ہو یعنی اجر و ثواب کے حصول اور خدا کے عذاب و ناراضگی سے نجات کا خیال ہو اور خدا کے علاوہ ہر ایک شے سے اپنے دل و دماغ کے تعلق کو جدا کر کے پوری طرح دل و دماغ کو خدا کی طرف متوجہ کرے۔ اور چونکہ بارگاہ الٰہی میں قرب حقیقی حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہے اس لیے اپنی خطاؤں سے توبہ خالص کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے جو حقوق اس کے ذمہ ہیں ان کو ادا کرے اور سفر کی اس طرح تیاری کرے کہ واپس نہیں لوٹے گا۔ لہٰذا اپنے اہل و اولاد کے لیے وصیت کرے اور واپس لوٹ کر نہ آنے والے کی طرح ان سے رخصت ہو یعنی سفر آخرت کی طرح تیاری کرے کیونکہ حج میں بھی بارگاہ الٰہی میں حاضری ہوتی ہے۔ لہٰذا سفر کے پورے آداب

سیکھ لے۔ اسی بناء پر حج کے سفر کو تمام اسفار سے مختلف جانے لہٰذا اس سفر کے لیے زادِ سفر وسیع وپاکیزہ ہو۔ زر و مال نہ ہی حرام کا ہو اور نہ ہی ایسا ہو کہ جس سے خدا اور رسولؐ اور بندوں کے حقوق ادا نہ کیے گئے ہوں۔ ورنہ حج درست نہ ہوگا۔ زادِ سفر وسیع ہو اور اس میں کسی طرح سے بخل سے کام نہ لے کیونکہ سفرِ حج میں مال خرچ کرنا راہ خدا میں خرچ کرنا ہے جو ایک درہم ستر درہم کے برابر ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "انسان کے لیے یہ عزت وشرف ہے کہ جب وہ سفر کے لیے روانہ ہو تو اس کا زادِ سفر پاکیزہ ہو۔" اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "جب تم سفر کرو تو تمہارا دسترخوان وسیع ہو۔" یعنی مستحقین پر خرچ کرنے میں بخل نہ کرو۔ حج کے لیے جب روانہ ہو تو دل ودماغ میں خانہ کعبہ اور ربّ کعبہ کی عزت اور عظمت ومحبت غالب ہو۔ اور اس عمل حج کو عظیم جانے اور یہ خیال رہے کہ اس گھر کی زیارت ایک عظیم شرف ہے جو خدا نے اسے عطا کیا ہے لہٰذا اگر راستے میں دنیا سے چل بسا تو بھی اس کا شمار زائرین میں ہوگا۔ جس طرح جسمانی طور پر ہر چیز کو چھوڑ کر اپنے ربّ ومالک کی طرف متوجہ ہوا ہے اسی طرح باطنی و ذہنی طور پر ہر چیز کو چھوڑ کر ہر قسم کے خیالات و تفکرات اور محبت کو ذہن سے نکال کر اپنے باطن کو کعبہ کے ربّ کی طرف متوجہ کرے اور یہ خیال رکھے کہ ظاہری نگاہ سے اگر گھر کی زیارت کرنے کے لیے جا رہا ہے لیکن باطنی نگاہوں سے گھر کے مالک ورب کی زیارت کرنے جا رہا ہے اس لیے اپنے اخلاق وآداب کو بہترین بنائے۔ کلام وگفتگو میں نرمی واچھائی ہو اور تواضع وانکساری کا جوہر غالب رہے۔ بدخلقی وبدکلامی اور سخت لہجے سے اجتناب کرے اور ہر فحش بات وعمل اور جھگڑے فساد سے پرہیز کرے کیونکہ خدا کا ارشاد ہے کہ "حج میں نہ ہی عورتوں کے پاس جائے نہ ہی کوئی گناہ کرے اور نہ ہی کوئی جھگڑا کرے (بقرہ)۔"

اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "مقبول حج کا بدلہ صرف جنت ہے۔" عرض

کیا گیا حج کی نیکی واچھائی کیا ہے پیغمبر اکرم ؐ نے فرمایا کہ ''پاکیزہ کلامی اور کھانا کھلانا۔'' ابتداء سے آخر تک ہر قسم کی زینت و آرائش سے دور رہے تاکہ فخر و غرور کرنے والوں میں اس کا شمار نہ ہو اور جہاں پیدل چل سکتا ہو پیدل چلے تاکہ تواضع وانکساری پیدا ہو اور بڑائی ختم ہو۔ ہاں اگر پیدل چلنا عبادت کے لیے کمزور کردے تو سوار ہونا افضل ہے۔ اسی لیے پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ ''تمہارا سوار ہونا مجھے پسند ہے کیونکہ اس طرح دعا و عبادت پر انسان قادر رہتا ہے۔'' اور ہر طرح کی آرائش و زینت سے دور رہے۔ سفر کی بناء پر اگر بال الجھے ہوئے وغبار آلودہ ہوں تو اسی طرح اسے رکھے جیسا کہ سورہ الحج میں خلاق عالم کا ارشاد ہے

میقات (احرام باندھنے کا مقام):۔

میقات میں پہنچ کر جب احرام کے لیے غسل کرے اور جسم سے میل وغبار کو دور کرے تو جسم کو پاک صاف کرنے کے ساتھ ساتھ توبہ واستغفار کے پانی سے اپنے باطن سے گناہوں وخطاؤں کی میل وغبار کو دھوڈالے اور پھر احرام کا سفید و پاکیزہ لباس پہنتے وقت اپنے باطن کو تقویٰ اور صدق وصفا کا نورانی لباس پہنائے۔ احرام کے دو سفید بلا سلے کپڑے پہنتے وقت اس سے کفن میں لپٹنے کو یاد کرے کہ عنقریب اسی طرح بلا سلے سفید کپڑوں میں لپٹ کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ یعنی جس طرح خدا کے گھر کی زیارت تمام حالات ولباس کے خلاف صورت میں ہے۔ جس طرح کفن بلا سلا سفید وسادہ ہوتا ہے اسی طرح احرام کا لباس بھی بلا سلا سفید وسادہ ہوتا ہے اور جب احرام کے لیے غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھے تو اس وقت یہ تصور وخیال کرے کہ جیسے میت کو غسل وکفن دینے کے بعد اس کے لیے نماز جنازہ ہے اسی طرح غسل واحرام کے بعد دو رکعت نماز ہے۔ پھر مدینے کی طرف جاتے ہوئے مسجد شجرہ سے حج کے لیے احرام باندھا جائے۔ امام جعفر صادقؑ سے جب مسجد شجرہ میں احرام باندھنے کی وجہ دریافت کی گئی کہ پیغمبر اکرم ؐ نے مسجد شجرہ سے کس وجہ سے احرام باندھا

تو امامؑ نے فرمایا کہ" اس مقام پر ایک درخت تھا کہ جس کے پاس سے پیغمبر اکرمؐ معراج کے لیے گئے تھے جب آپؐ اس درخت کے پاس پہنچے تو ندا دی گئی کہ اے محمد آپ نے کہا لبیک۔ پھر ندا آئی کہ کیا میں نے تجھے یتیم پا کر پناہ نہیں دی۔ کیا تجھے گمنام پا کر روشناس نہیں کرایا تو پیغمبر اکرمؐ نے کہا ان الحمد والنعمة والملک لک لا شریک لک لبیک اس بناء پر پیغمبر اکرمؐ نے مسجد شجرہ سے احرام باندھا۔ اور اسی بناء پر میقات میں احرام باندھ کر جب تکبیر یعنی لبیک کے ساتھ مذکورہ کلمات کہیں تو یہ خیال رہے کہ یہ خدا کی ندا کا جواب ہے اور امید رکھے کہ یہ جواب قبول ہو اور اس کا بھی ڈر رہے کہ کہیں اس کے لبیک کے کلمات کو رد نہ کر دیا جائے۔ یعنی امید و خوف کے درمیان متردد ہو لیکن اپنی قوت سے بے پرواہ ہو کر خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرے اور جب احرام باندھ کر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے تو یہ خیال کرے کہ اس طرح میقات سے خدا کے گھر کی طرف بڑھ رہا ہے کہ جس طرح بروزِ قیامت صور پھونکے جانے کے بعد ہر طرف سے قبروں سے لوگ نکل کر بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے لیے میدان حشر کی طرف بڑھیں گے۔ امام جعفر صادقؑ سے جب تکبیر کی وجہ دریافت کی گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ" خداوندِ عالم نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم سے کہا کہ لوگوں کو حج کے لیے پکاریں تو انہوں نے ندا دی تو دور دور سے لبیک کے ذریعے جواب دیا گیا اس لیے ہر حاجی لبیک کہتا ہے۔

حضرت ابراہیم کی پکار و ندا کو اصلاب و ارحام میں موجود ذرات تک نے سنا اور عالم ارواح میں ارواح نے سنا جس نے جتنی بار لبیک کہا اتنی بار دنیا میں آنے کے بعد اسے حج نصیب ہوتا ہے۔

دخول مکہ:۔

حاجی جب شہر مکہ میں داخل ہو تو خیال کرے کہ مقام امن میں پہنچ گیا ہے۔ کیونکہ

خلاق عالم کا ارشاد ہے کہ جو اس شہر میں داخل ہوا وہ امن میں آ گیا۔ اور جب صحن کعبہ میں پہنچے تو امید رکھے کہ عذاب الٰہی سے محفوظ ہو گیا ہے۔ اور تمام اوقات میں خدا کے رحم و فضل کی امید غالب رہے کیونکہ اس کا فضل و کرم عام اور رحمت وسیع ہے اور گھر کا شرف بھی عظیم ہے۔ لہٰذا زائر کے لئے رعایت اور احسان و کرم بھی ضروری ہے۔ جب کعبہ پر نگاہ پڑے تو دل و دماغ میں اس گھر کی عظمت کو اجاگر کرے۔ اور اس گھر کی زیارت و ملاقات کی طرح اس گھر کے مالک کی بھی زیارت معنوی کی امید رکھے اور اس گھر کی زیارت کے شرف و مرتبے پر فائز ہونے پر خدا کا شکر ادا کرے۔

طواف (یعنی خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا):۔

ابو حمزہ ثمالی نے امام زین العابدینؑ سے دریافت کیا کہ کعبہ کا طواف سات مرتبہ کیوں ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ ''خدا نے جب فرشتوں کے سامنے آدمؑ کی خلافت کا اعلان کیا تو فرشتے معترضانہ جواب دینے کی بناء پر نور الٰہی سے محجوب و محروم ہو گئے اور سات ہزار سال تک محروم رہے اور سات ہزار سال تک عرش الٰہی کا طواف کرتے رہے پھر خدا نے ان پر رحم کیا اور ان کی توبہ قبول کی۔ تو ان کے لئے چوتھے آسمان پر ایک گھر بیت المعمور بنایا اور اسے ثواب و پناہ کی جگہ قرار دیا اور پھر خانہ کعبہ کو بیت المعمور کے بالکل نیچے قرار دیا اور اسے بھی لوگوں کے لئے ثواب و پناہ کی جگہ قرار دے کر بندوں پر ہزار سال کے بدلے میں ایک ایک طواف قرار دیا۔ محمد ابن سنان کے سوالات کے جوابات میں امام علی رضاؑ نے طواف کی علت تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ ''جب خدا نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو فرشتوں نے کہا کہ کیا زمین پر ایسا خلیفہ بنائے گا کہ جو زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ تو اس جواب دینے پر فرشتے نادم ہوئے اور اس لغزش پر استغفار کرتے ہوئے عرش کا طواف کرنے لگے تو خدا نے چاہا کہ اس کے بندے بھی اسی طرح اس کی بندگی

کریں تو آسمان چہارم پر عرش کے بالکل نیچے ایک گھر صراح بنایا اور صراح کے نیچے بیت المعمور بنایا اور پھر زمین پر بیت المعمور کے بالکل نیچے خانہ کعبہ بنایا اور جناب آدمؑ کو کعبہ کا طواف کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے طواف کیا تو خدا نے ان کی توبہ قبول کی اور یہی طریقہ عمل ان کی اولاد ونسل میں قیامت تک کے لیے جاری کر دیا۔''

ان ارشادات میں ذہن کو متوجہ کیا گیا ہے کہ کعبہ کا طواف کرتے وقت انسان فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس گھر کا جسمانی طور پر مسلمانوں کے ساتھ طواف کرتے ہوئے اپنے دل ودماغ کے ساتھ عرش کے گرد فرشتوں کے ساتھ طواف کرو۔ کیونکہ یہ گھر عالم ظاہر میں خدائی دربار کا نمونہ ہے اور خدا کی ذات نگاہوں کی رسائی سے بالاتر ہے لہٰذا کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ خیال رہے کہ جس طرح جسم ظاہری گھر کا طواف کر رہا ہے اسی طرح روح اس گھر کے مالک ورب کے جمال وجلال اور ربوبیت کا طواف کر رہی ہے اور جس طرح جسم گھر پر قربان ہو رہا ہے اسی طرح روح گھر کے رب ومالک پر قربان ہو رہی ہے یعنی کعبہ کا طواف کرتے وقت محبت وامید غالب رہے کیونکہ طواف کرنے میں خدا کے مقرب فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے کہ جو عرش کا طواف کرتے ہیں۔

حجر اسود کی تکریم:۔

حجر اسود وہ پتھر ہے کہ جنت ارضی میں جس پر بیٹھ کر حضرت آدم عبادت کیا کرتے تھے جب حضرت آدم جنت سے نکلے تو اس پتھر کو ساتھ لائے۔ یہ برف سے زیادہ سفید تھا لیکن ہزاروں سال سے کفار وبدکاروں کی نجاست کے ہاتھوں سے مس ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا کفر وشرک اور جاہلیت کی نجاست کی وجہ سے رنگ بدل گیا۔ احیاء العلوم غزالی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو بوسہ دے کر کہا کہ'' اے پتھر تو نہ ہی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ

ہی فائدہ۔ اگر میں نے رسولؐ خدا کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز بوسہ نہ دیتا''۔ وہاں حضرت علیؑ موجود تھے آپؑ نے کہا یہ نفع ونقصان پہنچاتا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کس طرح؟ تو حضرت علیؑ نے کہا کہ خدا نے جب اولاد آدمؑ سے اپنی ربوبیت کا عہد واقرار لیا تھا تو ایک نوشتہ اس پتھر کے اندر پوشیدہ کردیا تھا۔ پس یہ مومن کے لئے عہد پورا کرنے اور کافر کی عہد شکنی کی گواہی دے گا۔'' اس کے بعد علامہ غزالی لکھتے ہیں کہ'' حاجی حضرات بوسہ دیتے وقت جو کلمات کہتے ہیں ان سے مراد وہی ہے جو حضرت علیؑ نے کہا ہے۔ حاجی حضرات حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت کہتے ہیں کہ میں نے اپنی امانت ادا کردی اور میں نے جو عہد کیا تھا اسے پورا کردیا تاکہ تو میرے لیے اس کی گواہی دے۔'' حجر اسود کو جب کوئی بوسہ دے تو یہ خیال کرے کہ یہ بمنزل قسم ہے اور ساتھ ہی بیت اور رب بیت کی محبت وقربت حاصل کرنے کی نیت ہو۔

رکن یمانی:۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ'' رکن یمانی جنت کا ایک دروازہ ہے جب سے اسے خدا نے کھولا ہے بند نہیں کیا۔'' نیز امام جعفر صادقؑ نے یہ بھی فرمایا کہ'' رکن یمانی ہمارا وہ دروازہ ہے کہ جس سے جنت میں داخل ہوا جائے گا اور اس میں جنت کی ایک نہر ہے کہ جہاں لوگوں کے اعمال پہنچتے ہیں۔'' جنت کے دروازے سے اس لئے مناسبت ہے کہ رضائے رب کی بناء پر اس کا بوسہ لینا جنت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور نہر سے مشابہت اس لیے بھی کہ اس کے بوسہ دینے سے گناہ دھل جاتے ہیں۔ کیونکہ گھر کا چومنا اور مس کرنا بیت اور رب بیت کی بناء پر ہے۔''

سعی (صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑنا):۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ جناب اسماعیل وبی بی حاجرہ کو

مکے کی سرزمین پر چھوڑ گئے اور حضرت اسماعیلؑ اپنی ماں کی گود میں تھے ان کو پیاس لاحق ہوئی تو ان کو صفا و مروہ کے درمیان ایک درخت کے سایہ کے نیچے لٹا کر جناب ہاجرہ پانی کی تلاش میں کوہ صفا پر گئیں اور کہا کوئی انیس و مددگار ہے لیکن کوئی جواب نہ ملا تو وہ کوہ مروہ پر آئیں اور آواز دی کہ کوئی انیس و مددگار ہے وہاں بھی کوئی جواب نہ ملا۔ اسی طرح سات چکر لگائے۔ اچانک نگاہ جناب اسماعیل پر پڑی تو دیکھا کہ جناب اسماعیلؑ نے ایڑھی رگڑی جس سے پانی نکل آیا فوراً دوڑ کر آئیں اور پانی کو روکنے کے لیے چاروں طرف ریت کو جمع کرتے ہوئے کہا زم زم رک جا' رک جا اسی لیے آب زم زم کہلاتا ہے۔ جناب ہاجرہ نے صفا و مروہ کے درمیان جو سات چکر لگائے تھے خداء رحمان نے اس عمل کو حج کا ایک رکن قرار دے کر قیامت تک تمام حج کرنے والوں پر اسے فرض قرار دے دیا۔ سعی میں ایک طرف بادشاہ حقیقی کی چوکھٹ پر عبد کے بار بار حاضر ہونے کی طرف اشارہ بھی اور دوسری جانب اپنی خطاؤں سے برأت کا اظہار بھی ہے جیسا کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ''تمہارا سعی میں بار بار دوڑنا تمہاری خواہشات سے فرار کرنا اور تمام قوت و طاقت سے براۃ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔'' اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ''سعی کرنے کا مقام خدا کو بہت محبوب ہے کیونکہ وہاں پر جبار و سرکش کو ذلیل کیا گیا ہے۔'' سعی سے بادشاہِ حقیقی کے دروازے پر عبد کے بار بار حاضر ہونے سے خدمت و خلوص کا اظہار کرنے سے اس کی نگاہِ رحمت کی توجہ حاصل کرنا بھی مخصوص ہے۔

عرفات میں قیام (وقوف عرفات) :۔

میدان عرفات کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ''جبرائیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے پاس عرفہ کے روز زوال آفتاب کے قریب آئے اور کہا کہ اپنی لغزش و نقصان کا اعتراف کریں اور اپنے اعمال حج کو پہچانیں اس لیے جبرائیلؑ کے قول کے مطابق

اس کا نام عرفات ہوا"۔

میدان عرفات میں ٹھہرتے وقت جب لوگوں کے ہجوم کو دیکھیں کہ ان کی زبانیں مختلف ہیں اور دعا و فریاد و بخشش کے لیے ان کی آوازیں بلند ہیں اور سب کے سب ارکان حج و عبادات بجالانے میں اپنے اپنے امام و قائد کی پیروی میں مصروف ہیں تو اس سے میدان حشر کے منظر کو یاد کریں کہ اسی طرح وہاں بھی ہر قوم و امت اپنے اپنے نبی اور امام کی شفاعت کی محتاج ہوگی۔ اور عرفات میں دعا کرتے ہوئے قبول و رد ہونے کے درمیان متردد ہو اور تضرع و زاری کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو تا کہ حج قبول ہو اور کامیابی اور رحمت حاصل کرنے والوں میں شمار ہو۔ عرفات میں بخشش و رحمت کی امید غالب رہے کیونکہ یہاں اطراف کے لوگ آ کر جمع ہوتے ہیں جن کے قلوب و بواطن خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انکی کوشش و ہمت خدا سے دعا و سوال میں مرکوز ہوتی ہے۔ اور انکے ہاتھ بارگاہ ربوبیت کی طرف بلند ہوتے ہیں میدان عرفات میدان رحمت ہے یہاں تمام مخلوق پر رحمت کا نزول و بارش ہوتی ہے اور قلوب انکساری و زاری کرتے ہیں۔ ایسا مقام اخیار و صالحین اور ارباب معرفت و متقین اور اوتاد و ابدال سے خالی نہیں ہو سکتا۔ لہذا بعید نہیں ہے کہ ان نفوس قدسیہ و شریفہ کی وجہ سے تمام حاضرین پر رحمت کی بارش ہو۔ لہذا میدان عرفات میں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ اس کی امیدیں ناکام رہیں گی اور کوشش ضائع ہوگی۔ اس کی غربت اور اہل وطن سے دوری پر وہ رحم نہیں کرے گا بلکہ بحر رحمت انتہائی وسیع ہے جو وہاں نازل ہو کر سب کو ڈھانپ لے گا۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ "ایک بڑا گناہ یہ ہے کہ عرفات میں حاضر ہو کر کوئی یہ خیال و گمان کرے کہ خدا نے اسے نہیں بخشا۔"

مشعر الحرام (مزدلفہ):۔

مزدلفہ میں قیام کے وقت حاجی یہ خیال کرے کہ مولا و آقا نے اسکی طرف نگاہ کرم

کی ہے جب کہ وہ اس سے اپنی نگاہ کرم کا رخ موڑے ہوئے تھا اور اپنے دروازے سے لوٹا دیا تھا۔ اب اس نے اپنے حرم میں اسے اہل جنت سے قرار دیا ہے کیونکہ مشعر الحرام حرم الٰہی ہے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ''مزدلفہ میں خدا سے تقوٰی اختیار کرو اور پہاڑ پر چڑھتے وقت اپنی روح و باطن کے ساتھ ملا اعلیٰ کی طرف پرواز کر جاؤ۔''

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ''مزدلفہ میں جناب آدم نے مغرب و عشاء کی نمازیں ساتھ ساتھ ادا کی تھیں۔ اس لیے وہاں یہ نمازیں ساتھ ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔''

رمی الجمرات :۔

جناب ابراہیمؑ جب جناب اسماعیلؑ کو بحکم الٰہی قربانی کے لیے لے جا رہے تھے تو راستے میں تین جگہ شیطان نے آ کر آپ کے ارادے و عمل کو فاسد کرنا چاہا تو جناب ابراہیم نے تینوں مقامات پر بحکم خدا اسے سنگ ریزے مارے۔ لہٰذا ہر حاجی کو حکم ہے کہ منٰی میں پہنچ کر تینوں جمروں کو سنگ ریزے مارتے وقت جناب ابراہیمؑ کی پیروی کرتے ہوئے یہ تصور کرے کہ شیطان کے چہرے کو پتھر مار رہا ہے اور اس کی کمر توڑ رہا ہے۔ اور امر الٰہی کی پیروی کرتے ہوئے شیطان کی ناک رگڑ رہا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ''سب سے پہلے جناب آدمؑ نے رمی کیا تھا۔ پھر جناب ابراہیمؑ نے رمی کیا اس لیے کہ اس وقت شیطان ان کے سامنے مجسم ہو کر آیا تھا۔''

سنگ ریزے مارتے وقت شیطانی وسواس کو توڑنے و ذلیل کرنے کی نیت ہو' اور شیطان کو اپنے نفس سے دور رکھنے کا قصد ہو ظاہراً ان ستونوں کو پتھر مار رہا ہو اور باطن میں اپنے نفس امارہ و شیطان کو پتھر مار رہا ہو جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا'' کہ سنگ ریزے مارتے وقت خواہش نفسانی اور افعال مذمومہ کو رمی کرو۔''

قربانی :۔

جب جناب ابراہیم نے امتحان گاہ یعنی منیٰ میں قربانی کے لیے جناب اسماعیل کو لٹا کر اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر بیٹے کی گردن پر چھری چلائی تھی تو جب پٹی کھول کر بیٹے کو زندہ وسلامت سامنے کھڑا دیکھا اور بیٹے کی جگہ دنبہ ذبح شدہ پایا تو قربانی کی قبولیت کے لیے فکر مند ہوئے تو خداء کریم نے فرمایا۔ ''اے ابرہیم تم نے اپنے خواب کو عملاً سچ کر دکھایا۔'' محبت الٰہی میں خدا کے دوست کی اس عظیم قربانی کی یادگار کو باقی رکھنے کے لیے خانہ کعبہ کا حج و زیارت کرنے والوں کے لیے قیامت تک جانور کی قربانی کرنا فرض قرار دے دیا گیا۔ تاکہ محبت الٰہی میں قربانی کا جذبہ اجاگر ہوتا رہے۔ امام علی رضاؑ نے فرمایا خدا نے یہ قربانی اس لیے بھی فرض قرار دی کہ تمہارے مساکین کے لیے گوشت کی وسعت ہو۔ لہٰذا تم ان مساکین کو گوشت کھلاؤ قربانی کے وقت یہ خیال کیا جائے کہ وہ شیطان ونفس کی خواہشات کو ذبح کر رہا ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ'' جانور کو ذبح کرتے وقت طمع وخواہشات نفسانی کا گلا کاٹ ڈالو اور خدا سے رحمت وغفران کے طالب ہو جاؤ۔'' اور آپؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ'' قربانی کے ہر ہر عضو وجز کے بدلے میں انسان کے بدن کا ایک ایک عضو وجز آتش دوزخ سے نجات پاتا ہے۔''

اور آپؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ'' قربانی کے جانور کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی خداوندِ عالم قربانی دینے والے کو بخش دیتا ہے'' تاکہ اس کے سامنے واضح ہو جائے کہ کون غائبانہ اس سے ڈرتا اور تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ جیسا کہ خداء کریم کا ارشاد ہے کہ

'' خدا کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

اور تم دیکھو کہ خدا نے ہابیل کی قربانی قبول کر لی اور قابیل کی رد کر دی۔

ارکانِ حج کا فلسفہ:۔

امام جعفر صادقؑ نے حج کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ''جب حج کا ارادہ کرو تو اپنے دل و دماغ کو ہر شغل و رکاوٹ سے خدا کے لیے خالی کردو اور اپنے تمام امور اپنے خالق کے سپرد کردو اور اپنی تمام حرکات و سکنات میں کہ جو تم سے صادر ہوں خدا پر بھروسہ کرو اور اس کی قضا و قدر اور حکم کے سامنے سرخم کردو اور دنیاوی راحت و آرام کے شوق سے الوداع و رخصت حاصل کرلو اور مخلوق کے جو حقوق تم سے متعلق ہیں وہ ادا کردو اور زاد و سواری و ساتھیوں اور قوت و جوانی و مال پر بھروسہ نہ کرو اس خوف سے کہ کہیں تمہارے لیے یہ دشمن و وبال جان نہ بن جائیں۔ کیونکہ جو رضائے الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر خدا کے غیر پر بھروسہ کرتا ہے تو خدا اس غیر کو اس کے لیے دشمن اور وبال قرار دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ اس کی کوئی قوت اور کوئی حیلہ و کوشش نہیں مگر خدا کی توفیق و تائید اور حفاظت کے ساتھ ہے۔ پس نہ لوٹنے والوں کی طرح تیاری کرو اور صحبت و رفاقت کو اچھا بناؤ اور فرائض الٰہی کے اوقات اور اس کے نبی کی سنن کا لحاظ رکھو اور جو ادب و احتمال اور صبر و شکر اور شفقت و سخاوت اور دائمی اوقات میں ایثار تم پر لازم ہے کہ ان کا لحاظ رکھو پھر توبہ خالص کے پانی سے غسل کر کے اپنے گناہوں کو دھو ڈالو اور صدق و صفا اور خضوع و خشوع کا لباس پہنو اور جو چیز تم کو ذکر الٰہی سے اور اس کی اطاعت سے روکتی ہے اس سے احرام باندھو اور خدا کے لیے اپنی دعوت و دعا میں پاکیزہ و خالص و صاف لبیک کہو اور اخلاص و تقویٰ کے ساتھ متمسک ہوتے ہوئے اپنے دل کے ساتھ فرشتوں کی معیت میں عرش کے گرد طواف کرو۔ جیسا کہ ظاہراً مسلمانوں کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہے ہو۔ اور سعی کرو تو اس طرح سے کہ اپنی خواہشات سے بھاگ رہے ہو اور اپنی تمام قوت و طاقت سے براۃ چاہ رہے ہو اور منیٰ کی طرف خروج کے وقت اپنی غفلت و لغزش سے باہر نکلو اور جو تیرے لیے جائز و حلال نہیں اور تم اس کے مستحق نہیں ہو اس

کی خواہش نہ کرو اور عرفات میں خطا کا اعتراف کرو اور خدا کی وحدانیت کے عہد کی خدا کے ہاں تجدید کرو اور اس کی قربت حاصل کرو اور مزدلفہ میں اس سے تقوی اختیار کرو اور جبل میں چڑھتے وقت اپنی روح کے ساتھ ملاء اعلی کی طرف بلند ہو جاؤ اور ذبیحہ کے وقت طمع و خواہشات نفسانی کا گلا کاٹ ڈالو اور رمی کے وقت شہوت وخساست اور افعال ذمیمہ کو رمی کرو اور اپنے بال منڈاتے وقت ظاہری و باطنی عیوب کو مونڈ ڈالو اور حرم میں دخول کے وقت خدا کی امان اور رحمت و تعظیم اور اس کے جلال کے احساس کے ساتھ گھر کی زیارت کرو اور خدا کی تقسیم (پر رضا) اور اسکی عظمت کے لیے خضوع کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دو اور الوداعی طواف کرتے وقت خدا کے سوا سب سے الوداع کرو اور صفا و مروہ پر ٹھہرتے وقت اپنی روح و باطن کو لقاء رب کے لیے خالص و صاف کرو کہ جب تم خدا سے ملاقات کرو گے۔

جناب آدمؑ کا حج:۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "جب جناب آدم کی توبہ کو خدا نے قبول کرنا چاہا تو ان کی طرف جبرائیل کو بھیجا۔ جبرائیل آئے اور کہا اے مصیبت و بلا میں صبر کرنے والے اور اپنی لغزش سے تائب ہونے والے اے آدم خدا نے مجھے آپ کی طرف وہ مناسک واعمال بتانے کے لیے بھیجا ہے کہ جن کے ذریعے خدا آپ کی توبہ قبول کرے گا۔ تو جبرائیل نے آدم کا ہاتھ پکڑ کر ان کو خانہ کعبہ کی جگہ لا کھڑا کیا تو آسمان سے ایک بادل اترا جس نے آدم کو ڈھانپ لیا۔ جبرائیل نے آدم سے کہا کہ اس بادل نے جہاں تک آپ پر سایہ کیا ہوا ہے وہاں سے اپنے پاؤں سے نشان لگالیں۔ تو آدم نے کعبہ کا خط کھینچنے کے بعد حرم مسجد کا خط کھینچا پھر جبرائیل جناب آدم کو منٰی میں لائے اور منٰی کی مسجد کی جگہ دکھائی۔ جہاں جناب آدم نے خط کھینچا۔ پھر عرفات میں ان کو ٹھہرایا اور کہا کہ سورج غروب ہو جائے تو سات مرتبہ اپنی لغزش کا اعتراف کریں۔ یہی عمل ان کی اولاد کے لے سنت قرار پایا کہ لوگ میدان عرفات

میں اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے کہ جس طرح ان کے باوا آدم نے اعتراف کیا تھا۔ اور وہ خدا سے توبہ کا سوال کریں کہ جس طرح ان کے باوا آدم نے سوال کیا تھا۔ پھر جبرائیل نے کہا اب عرفات سے روانہ ہوں تو آدم سات پہاڑیوں پر سے گزرے اور جبرائیلؑ کے کہنے پر ہر پہاڑی پر چار چار مرتبہ تکبیرات کہیں۔ پھر جبرائیلؑ جناب آدمؑ کو مقام جمع (مزدلفہ) پر لائے جہاں آدمؑ نے مغرب وعشاء کی نماز ساتھ ساتھ پڑھی اس لیے اس مقام کو مقام جمع سے موسوم کیا گیا۔ کیونکہ آدمؑ نے یہاں پر دو نمازیں ساتھ ساتھ پڑھیں تھیں۔ پھر جناب آدم سے کہا کہ جمع کے میدان میں ٹھہریں تو آدم صبح تک وہاں ٹھہرے رہے پھر جبرائیل نے کہا کہ جمع پہاڑ پر جائیں اور جب سورج طلوع ہو تو سات مرتبہ اپنی لغزش کا اعتراف کریں اور سات دفعہ خدا سے توبہ واستغفار کریں تو جناب آدمؑ نے یہ عمل کیا۔ یہ دونوں اعتراف جناب آدمؑ کی اولاد میں سنت قرار پائے جس نے عرفات کو نہ پایا اور مقام جمع کو پالیا اس نے حج پورا کر لیا۔ پھر آدم وہاں سے روانہ ہوئے اور چاشت کے وقت منیٰ میں پہنچے تو جبرائیلؑ نے کہا کہ مسجد منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھیں اور بعد کو قربت الٰہی کے لیے قربانی دی تاکہ خدا اس قربانی کو آپ کی طرف سے قبول کرے جس سے معلوم ہو جائے کہ خدا نے آپ کی توبہ قبول کر لی ہے اور یہ قربانی آپ کی اولاد کے لیے بھی سنت ہو گی تو جناب آدم نے قربانی دی جسے خدا نے اس طرح قبول کیا کہ آسمان سے آگ نازل ہوئی کہ جس نے قربانی کو جلا دیا۔ پھر جبرائیلؑ نے کہا کہ خدا نے آپ پر احسان کیا ہے کہ اس نے آپ کو مناسک حج تعلیم کرائے کہ جن سے آپ کی توبہ وقربانی قبول کی۔ لہٰذا اپنا سر خدا کے لیے تواضع کی بناء پر مونڈھ ڈالیں کیونکہ اس نے آپ کی قربانی قبول کر لی ہے۔ آدمؑ نے تواضع الٰہی کے لیے اپنا سر مونڈھ ڈالا۔ پھر جبرائیلؑ جناب آدمؑ کا ہاتھ تھام کر ان کو خانہ خدا کی طرف لے گئے راستے میں جمرہ عقبہ کے پاس ابلیس نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ اے

آدمؑ اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکر کے ساتھ تکبیریں کہیں۔ جناب آدمؑ نے ایسا کیا تو ابلیس وہاں سے غائب ہوگیا۔ دوسرے روز جبرائیل جناب آدم کا ہاتھ تھامے جمرہ اولی کے پاس لائے تو ابلیس پھر وہاں نمودار ہوا تو جبرائیلؑ نے کہا کہ اسے سات پتھر ماریں اور ہر پتھر کے ساتھ تکبیر کہیں آدمؑ نے ایسا ہی کیا تو ابلیس غائب ہوگیا۔ پھر ابلیس جمرہ ثانیہ کے پاس نمودار ہوا اور کہا کہ اے آدم کہاں کا ارادہ ہے۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہیں۔ آدمؑ نے ایسا ہی کیا۔ پھر جمرہ ثالث کے پاس ابلیس نمودار ہوا اور کہا اے آدم کہاں کا ارادہ ہے تو جبرائیل نے کہا کہ اسے سات پتھر ماریں اسی طرح تیسرے اور چوتھے روز ہوا۔

ارکان حج یا آثار انبیاء کی تعظیم وتکریم کی تربیت

ارکان حج خلاق عالم کے برگزیدہ بندوں کے اعمال کی یادگار اور ان سے منسوب اشیاء کی تعظیم وتکریم کا نام ہے جس سے ہر مسلم کے ذہن میں اس حقیقت کو بٹھانا مقصود ہے کہ خاصان خدا کی یاد کو باقی رکھنا اور ان سے متعلق ومنسوب اشیاء کی تعظیم وتکریم کرنا رضائے رب کے مطابق اور جز ایمان ہے۔ ارکان حج میں خلاق عالم نے اپنے برگزیدہ بندوں کے اعمال کی نقل کرنے کو اپنی عبادت قرار دیا ہے اور زیادہ تر پتھروں کی تعظیم وتکریم کو انسانیت کا شرف قرار دیا ہے خدا کا پتھروں کا اولین گھر جو قبلہ خلائق اور حج کا محور ومرکز ہے اس پتھر کے گھر کی طرف جھکنے اور اس کی تعظیم وتکریم کو خلاق عالم نے ہر مسلمان پر لازم وفرض قرار دیا ہے اور اطراف ارض سے لوگوں کو خلاق عالم اس گھر کی زیارت وحج کے لئے بلا کر اس گھر کی تعظیم وتکریم کراتا ہے اور اس گھر کو اپنی خاص رحمت کا مرکز اور گناہوں کی بخشش اور دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ قرار دے کر اسے اپنی عظیم آیت قرار دیا ہے۔ اس طرح خدا نے اپنے گھر

کی دیواروں میں نصب سیاہ پتھر کی تعظیم وتکریم کو بھی ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے صرف اس بناء پر کہ خدا کے نبی حضرت آدم جنت ارضی میں اس پر بیٹھ کر عبادت بجالایا کرتے تھے۔ اسی طرح مقام ابراہیم کا پتھر کہ جس پر جناب ابراہیم نے کھڑے ہو کر خانہ خدا کعبہ کی دیواروں کو بلند کیا تھا تو اس قدر نرم ہو گیا تھا کہ خدا کے خلیل کے قدموں کے نشانات ابھر آئے تھے تو خلاق عالم نے اس پتھر کو اپنے گھر کے پاس جگہ دی اور اسے اپنی آیت ونشانی قرار دیتے ہوئے دعاؤں کی قبولیت اور بخشش کا وسیلہ قرار دے کر ہر مسلمان پر اس کی تعظیم وتکریم کو فرض قرار دیا ہے۔ ہر حاجی پر کعبہ کا طواف کرنے کے بعد اس کے پاس دو رکعت نماز پڑھنا فرض قرار دیا ہے کوئی اس پتھر کی تعظیم وتکریم اور اس کے الٰہی نشان وآیت ہونے سے انکار نہیں کرسکتا۔ صرف اتنی سی بات ہے کہ خدا کے نبی وخلیل نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ کی دیواروں کو بلند کیا تھا اور اس پر ان کے قدموں کے نشانات ابھر آئے تو خلیل کے نشان قدم کی بناء پر پتھر خدا کی آیت اور بخشش ورحمت کے حصول کا ذریعہ بن گیا۔ اگر پتھر پر خدا کے نبی وخلیل کے قدم پڑ جائیں تو وہ اس قدر متبرک اور خدا کی آیت ونشانی بن جائے تو جس جگہ انبیاء کے اجسام دفن ہوں اور پھر وہ جگہ جہاں سردار الانبیاء کا جسم آرام کر رہا ہو وہ جگہ کس قدر متبرک ہو گی۔ یقیناً وہ جگہ متبرک اور دعا کی قبولیت وبخشش کا بہترین ذریعہ ہو گی اور خدا کی نشانی ہو گی اور نزول رحمت کا مرکز ہو گی۔ اسی طرح دو پہاڑیاں صفا ومروہ ہیں کہ جن کے درمیان ایک نبی کی والدہ اپنے بیٹے جناب اسماعیلؑ کی محبت میں سات دفعہ دوڑی تھیں تو خلاق عالم نے ان دونوں پہاڑیوں کو متبرک قرار دیتے ہوئے ان کو اپنی آیت ونشانی قرار دیا ہے اور ان کے درمیان جناب ہاجرہؑ کے عمل کی یاد کو باقی رکھنے کے لئے سات مرتبہ دوڑنا ہر حاجی پر فرض قرار دیا ہے۔

اسی طرح خدا کے رسول وخلیل نے جن تین مقامات پر شیطان کو پتھر مارے تھے

ان کے اس عمل کی نقل کرتے ہوئے تین شیطانوں کو کنکر مارنا ہر حاجی پر لازم قرار دیا گیا ہے اور اس عمل کو خدا کی لازمی عبادات میں شامل کیا گیا ہے۔ پھر جہاں خدا کے خلیل نے خدا کی محبت میں اپنے بیٹے کی قربانی بارگاہ الٰہی میں پیش کی تھی کہ جس کے بدلے میں خدا کی طرف سے جنتی دنبہ آ کر ذبح ہو گیا تھا اور جناب اسماعیلؑ کو خدا نے بچا لیا تھا۔ اب قیامت تک اس مقام پر اسی روز جانور کی قربانی دینا ہر حاجی پر فرض قرار دے کر اس عمل کو حج کا ایک رکن بنا دیا گیا ہے چنانچہ خدا کی محبت میں دی گئی اس قربانی کی یاد کو باقی رکھنے کے لئے ہر سال کروڑوں جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ خود مقام منیٰ میں ہر سال لاکھوں جانور ذبح ہوتے ہیں اور صدیوں سے یہ عمل جاری ہے لیکن اس بے پناہ دولت کے خرچ کرنے کو کوئی اصراف نہیں کہہ سکتا جب کہ جناب اسماعیل بچ گئے تھے۔ لیکن سردار الانبیاء کے نواسے امام حسینؑ نے جو راہ خدا میں قربانی پیش کی کہ جس کی نظیر اولین و آخرین میں نہیں مل سکتی۔ آپؑ نے اپنی قربانی کے ساتھ (72) انسانی جانوں کا نذرانہ بارگاہ الٰہی میں پیش کیا تو اس عظیم قربانی کی یاد کو باقی رکھنا بھی انتہائی ضروری و عین عبادت ہے اور اس عظیم قربانی کی یاد کو باقی رکھنے کے لئے جس قدر دولت صرف ہو اسے اصراف نہیں کہا جا سکتا۔ ہر قوم اپنے فطری جذبے کے مطابق اپنے محسنین کی یادوں کو باقی رکھتی ہے ان کے ولادت و وفات کے ایام میں تعطیلات اور ان کے تذکرے سے محسن شناسی کا ثبوت فراہم کرتی ہے اور اپنے محسن سے متعلق اشیاء کو بھی محفوظ کر کے محسن شناسی کے جذبے کا اظہار کرتی ہے پاکستانی قوم کو سامراج سے نجات دلانے والے قائداعظم جس مکان میں رہتے تھے اور جس بستر پر سوتے تھے اور جس میز و کرسی کو استعمال کرتے تھے اور جس قلم سے لکھتے تھے اس تک کو قوم نے محفوظ کر کے محسن شناسی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ پھر پوری امت مسلمہ کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ دنیا انسانیت کے محسن اعظم رسولؐ عالمین سے متعلق آثار و نشانات کو کیا اس نے محفوظ کیا ہے کیا وہ مکانات و جگہیں کہ جہاں پیغمبر

اسلامؑ رہتے تھے ان کو محفوظ کر لیا گیا ہے یا کہ ان کے نشانات تک کو ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ عالمگیر فطرت انسانی ہے کہ محسنین سے متعلق آثار ونشانات کو محفوظ رکھا جائے اور اسلام بھی دین فطرت ہے لہٰذا جو لوگ محسن انسانیت پیغمبر اعظم سے متعلق آثار ونشانات کو مٹانے کے مرتکب ہوں گے ان کا فکری تعلق دین فطرت سے کہاں تک ہو سکتا ہے ان کو ان کے عمل سے پہچانا جا سکتا ہے کیونکہ پورا حج ہی ہزاروں برس قبل بزرگان دین کے آثار ونشانات کو باقی رکھنے اور ان کی طرف نسبت کی بناء پر ان آثار ونشانات کی تعظیم وتکریم کرنے پر مشتمل ہے۔ جو لوگ بزرگان اسلام سے منسوب آثار ونشانات کی تعظیم وتکریم سے رخ موڑتے ہیں ان کو ارکان حج میں پیغمبر اسلام سے قبل کے بزرگان دین کے آثار ونشانات کی تعظیم وتکریم کے لیے جھکا دیا گیا ہے تاکہ سردار الانبیاء کے آثار ونشانات کی تعظیم وتکریم اور ان کی حفاظت کا احساس اجاگر ہو۔

حج کی اہمیت وفضائل

''اور جن لوگوں کو استطاعت وقدرت حاصل ہو ان پر خدا کی خوشنودی کے لیے خانہ خدا کا حج بجالانا فرض ہے اور جس کسی نے (حج ترک کر کے) کفر کی روش اختیار کی تو (وہ جان لے کہ) خدا تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ (العمران۔ 17)''

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ'' جو شخص صاحب استطاعت ہو اور اس کے لیے حج کرنے سے کوئی ضرورت اور احتیاج رکاوٹ نہ ہو اور نہ کوئی ایسا مرض لاحق ہو کہ جس کے ساتھ حج ادا نہ کر سکے اور نہ کسی حاکم وبادشاہ کی طرف سے رکاوٹ ہو اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اس کی موت یہود ونصاریٰ کی موت کی مانند واقع ہو جائے''

خطبہ غدیر میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ'' اے لوگوں بیت اللہ کا حج ادا کرتے رہو کیونکہ جو لوگ اس کے فریضے کو بجالائیں گے وہ دولت مند رہیں گے اور جو اس سے لاپرواہی

کریں گے وہ تنگ دستی کا شکار ہونگے۔'' (احتجاج طبرسی)

ارشادنبوی ہے کہ ''مقبول حج کی جزا صرف جنت ہے۔عرض کیا گیا حج کی قبولیت واچھائی کون سا عمل ہے۔پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا پاکیزہ کلام کرنا اور ساتھیوں ومحتاجوں کو کھانا کھلانا'' اور پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ حج جلدی ادا کرلو قبل اس کے کہ حج ادا نہ کرسکو۔''

ارشادِ امام ہے کہ ''اے لوگوں جو بیت اللہ کا حج کرے گا خدا اس کی نصرت کرے گا اور جو کچھ اس راہ میں خرچ کرے گا وہ سب اسے دنیا ہی میں مل جائے گا۔اور آخرت میں جو اجر نیک لوگوں کو ملنے والا ہے اسے بھی خدا اس کے لیے ضائع نہیں کرے گا۔''

ارشادِ نبوی ہے کہ ''پانچ وقت کی نماز پڑھو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو اور اپنے مال کی زکوٰۃ دو اور اپنے اس گھر کا حج کرو تاکہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

ارشادنبوی ہے کہ ''جس نے حج اس طرح ادا کیا کہ فسق و ہر برائی سے دور رہا تو وہ ایسا ہے کہ جیسا کہ اس کی ماں نے اسی روز اسے جنم دیا ہے۔''

امام محمد باقرؑ کا ارشادِ ہے کہ ''تین چیزوں کا بدلہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ملتا ہے حج کہ جس سے انسان کی تنگدستی دور ہوتی ہے۔صدقہ کہ جس سے آنے والی پریشانی رفع ہوتی ہے اور لوگوں سے نیکی کرنا کہ جس سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔''

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ''حج غربت ومحتاجی دور کرتا ہے اور گناہوں کو اس طرح صاف کرتا ہے جس طرح آگ کی بھٹی لوہے سے میل کو دور کردیتی ہے۔''

ارشادنبویؐ ہے کہ ''حج وعمرہ بجالانے والے خدا کے مہمان ہوتے ہیں اگر وہ خدا سے کوئی چیز مانگیں تو وہ دیتا ہے اس سے دعا کریں تو وہ لبیک کہتا ہے اور کسی کی سفارش کریں تو قبول کرتا ہے اگر خاموش رہیں تو بلا طلب ادا کرتا ہے اور اگر راہ خدا میں ایک درہم خرچ کریں تو اسکے بدلے ہزاروں درہم عطا کرتا ہے۔''

سماعہ راوی ہیں کہ ان سے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ تم نے اس سال حج کیوں نہیں کیا۔ سماعہ نے کہا کہ لوگوں کے کچھ معاملات در پیش تھے اور کچھ کام بھی بجالانے تھے کہ جن میں نفع کی امید تھی۔ امامؑ نے فرمایا '' خدا کی قسم جو معاملات کہ بیت اللہ کے حج سے روکتے ہیں ان میں خدا نے کوئی نفع قرار نہیں دیا۔'' (کافی)

ایک شخص جس میں حج کرنے کی صلاحیت تھی لیکن وہ تذبذب میں تھا اس نے اسحاق بن عمار سے مشورہ کیا تو اسحاق نے اس کی کمزوری دیکھ کر حج کرنے سے منع کر دیا تو جب اسحاق حضرت صادقؑ کی خدمت میں آئے تو امامؑ نے اس سے فرمایا '' تم نے جو غلطی کی ہے اس کی وجہ سے اس کے مستحق ہو گئے ہو کہ ایک سال تک بیمار رہو۔''
اسحاق کہتا ہے کہ میں ایک سال تک بیمار رہا۔ (کافی)

اور حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ '' حاجی کے چہرے پر اس وقت تک نور قائم رہتا ہے کہ جب تک وہ کوئی گناہ دوبارہ نہ کرے۔''

استطاعت کی وضاحت :-

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا '' اگر کسی کے پاس صرف سفر خرچ اور سواری ہو اس کے علاوہ کچھ نہ ہو کہ جس سے اپنے اہل وعیال کی مدد کر سکے اور وہ لوگوں کی محتاجی سے محفوظ رہ سکیں کہ جب وہ حج سے واپس لوٹے تو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے تو ایسی صورت میں حج کرے گا تو وہ ہلاک ہو گیا۔ سائل نے عرض کیا استطاعت کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا '' مال میں اتنی وسعت ہو کہ کچھ سے حج ادا کرے اور کچھ اپنے اہل وعیال کی ضروریات و مدد کے لیے چھوڑ سکے۔ کیونکہ خدا نے جب زکوۃ فرض کی تو دو سو درہم پر فرض کی ہے۔''
ارشاد نبویؐ ہے کہ '' لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ میری امت کے اغنیاء فخر ومباہات کے لیے اور متوسط لوگ تجارت کے لیے اور غرباء وفقراء سوال کرنے کے لئے حج کریں گے۔''

حج کی قبولیت کو معلوم کرنے کے لیے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ''حج کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ جن معاصی پر وہ کاربند تھا ان کو چھوڑ دیا اور اس کے ملنے والے لوگ بدل کر صالح ہو گئے یعنی صالح لوگوں سے رفاقت اختیار کر لی اور اس نے لہو ولعب کی محافل کو ترک کر دیا۔''

ایک حاجی نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیسے معلوم ہو کہ میرا حج قبول ہوا ہے آپؑ نے فرمایا ''حج کرنے کے بعد حج سے پہلے کی باطنی کیفیت اور عمل میں اگر تبدیلی اور بلندی حاصل ہو جائے تو جان لے کہ تیرا حج قبول ہو گیا۔''

امام جعفر صادقؑ مسجد الحرام میں تھے کہ پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ گناہ گار کون ہے۔ امامؑ نے فرمایا ''جو ان دونوں جگہوں یعنی عرفات اور مشعر الحرام میں قیام کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اور کعبہ کے طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ خیال کرے کہ اللہ نے اسے نہیں بخشا ہے تو یہ سب سے زیادہ گناہ گار ہے۔''

مسائل حج:۔

اسلام میں ہر عاقل و بالغ اور آزاد مسلمان پر زندگی میں ایک بار حج اس وقت فرض ہے کہ جب وہ حج کے لیے آنے جانے کے سفر کے تمام اخراجات رکھنے کے ساتھ ان افراد کے اخراجات بھی رکھتا ہو کہ جن کا نان نفقہ اس کے ذمہ ہو اور حج کا راستہ بھی محفوظ ہو یعنی راستے میں جان و مال اور عزت کے لیے خطرہ نہ ہو اور ایسا مرض اور کمزوری بھی نہ ہو کہ سفر کی مشکلات برداشت نہ کر سکے اور حج کی وجہ سے روزی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ختم نہ ہونے پائے اور حج کے لیے کسی حرام کام کے کرنے پر مجبور بھی نہ ہو اور کسی واجب فعل کو ترک بھی نہ کرنا پڑے کہ جو شریعت کی نگاہ میں حج سے زیادہ اہم ہو اور جس شخص کی ضرورت ذاتی مکان کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی اس پر اس وقت حج فرض ہو گا کہ جب اس کے پاس مکان کے لیے

علیحدہ رقم ہو اگر کسی پر خمس وزکوۃ فرض ہو اور مال سے خمس یا زکوۃ نکالنے کے بعد حج کے مصارف پورے نہ ہو سکیں۔ تو پہلے خمس وزکوۃ ادا کیا جائے اور اس پر بھی حج فرض نہیں ہوگا۔ کسی خاتون کے پاس اتنا مال ہو کہ حج ادا کر کے وطن واپس پہنچ سکتی ہے لیکن واپسی پر اس کا شوہر محتاج ہو جائے گا یا اسے خرچ نہیں دے گا یا اس کی زندگی تنگی سے گزرے گی تو اس عورت پر حج فرض نہیں ہے۔ اور اگر کسی کے پاس حج کے لیے خرچ یا اپنا ذریعہ نہ ہو اور کوئی دوسرا شخص اسے سفر خرچ دے اور اس کے اہل وعیال کا بھی خرچ دے اور اسے اطمینان بھی ہو جائے تو اس پر حج فرض ہو جائے گا اور اگر اس کے بعد اس کے پاس اپنا مال بھی ہو جائے تو دوبارہ حج فرض نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو حج کے تمام اخراجات اس شرط پر دے کہ وہ راستے میں اس کی خدمت کرے تو اس شرط کے ساتھ اس پر حج فرض نہیں ہے۔ اگر کوئی ہر طرح سے حج کرنے کی قدرت رکھتا ہو حج نہ کرے اور بعد کو غریب ہو جائے تو اسے جائز طریقے سے حج کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر استطاعت وقدرت کے ہوتے ہوئے کوئی حج نہ کرے اور بعد کو بیماری وبڑھاپے یا کمزوری کی وجہ سے حج ادا نہ کر سکے تو حج کے لیے کسی کو اپنا نائب بنا کر بھیج دے اور اگر کسی پر حج فرض ہو اور ادا کیے بغیر اس کی وفات ہو جائے تو اسکے متروکہ مال سے حج کے سفر کی رقم علیحدہ کر لی جائے جس سے اس کی طرف سے نیابت کے ذریعے حج ادا کرا دیا جائے اس رقم کے ورثاء وارث نہیں ہو سکتے اگر کاروبار کے غرض سے کوئی جدہ پہنچ جائے اور وہاں حج کا موقع ہو اور حج ادا کر سکتا ہو تو حج ادا کرے اور بعد کو دوبارہ اس پر حج فرض نہیں ہے اگر کوئی کسی کی طرف سے اجرت لے کر حج کے لیے جائے تو وہ کسی تیسرے شخص کو اجرت دے کر اجرت دینے والے کی اجازت کے بغیر حج کے لیے نہیں بھیج سکتا۔ کسی کی طرف سے اجرت لے کر حج کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ طواف النساء بجالائے اور اگر طواف النساء بھول جائے اور راستے میں یاد آئے تو واپس جا کر ادا کرے اور اگر واپس نہ

جا سکے تو کسی کو نائب مقرر کرے ادا کرائے۔ اجرت پر حج کرنے والے نے اگر طواف النساء نہیں کیا تو اسی کی زوجہ اس پر حرام ہوگی۔ رقم دینے والے پر اس کا اثر نہیں ہوگا۔

عمرہ وحج کا احرام باندھنے کے بعد درج ذیل چیزیں حرام ہوجاتی ہیں

(1) سلے ہوئے کپڑے مرد کے لیے جائز نہیں سلے ہوئے کپڑوں کی مانند جیسے مشین سے بنے ہوئے یا بنے بنائے کپڑے وغیرہ۔ پیسوں کے لیے اگر کمر بند سلا ہوا ہو تو حرج نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ اس میں گرہ نہ ہو۔ ضرورت اور مجبوری کی حالت میں سلا ہوا لباس پہن سکتے ہیں مگر ایک دنبہ کفارہ دینا ہوا۔ احرام کے لباس میں گرہ نہیں دی جاسکتی۔ عورتیں سلا ہوا لباس پہن سکتی ہیں مگر دستانے نہیں پہن سکتیں لیکن بلا سلا لباس افضل ہے۔

(2) خوشبو لگانا جسم یا لباس وغیرہ پر عطر یا کوئی بھی خوشبو دار چیز لگانا ناجائز ہے اگر احرام باندھنے سے قبل لباس پر کوئی خوشبو دار چیز لگائی گئی ہے کہ جس کی خوشبو احرام باندھنے کے بعد تک باقی رہے تو اس لباس کا پہننا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح کھانے میں خوشبو دار چیز جیسے زعفران وغیرہ ڈالا گیا ہو تو وہ کھانا بھی نہیں کھا سکتے لیکن مجبوری کی حالت میں خوشبو دار لباس پہن سکتے ہیں اور مجبوری کی حالت میں خوشبو دار کھانا بھی کھا سکتے ہیں لیکن کھانا کھاتے وقت ناک پر کپڑا رکھیں اور ساتھ ہی ایک دنبہ کفارہ ادا کیا جائے۔ کھانے وغیرہ میں دارچینی ، سونٹھ، الائچی وغیرہ بھی استعمال نہ کی جائے۔

(3) مرد و عورت دونوں کے لیے سرمہ لگانا جائز نہیں ہے سرمہ لگانے پر کفارہ نہیں ہے. لیکن اگر سرمہ خوشبو دار ہو تو ایک دنبہ کفارہ ہے۔

(4) آئینہ یا آئینہ کی طرح صاف چمکدار چیز کہ جس میں واضح نظر آئے نہیں دیکھ سکتے اور نگاہ کی عینک کے علاوہ۔

(5) مرد ایسی کوئی چیز نہیں پہن سکتا کہ جو پاؤں کے اوپر کے حصے کو چھپالے۔ عورتوں

کے لیے یہ پابندی نہیں ہے۔

(6) زینت کے لیے مہندی وغیرہ بھی نہیں لگائی جاسکتی اور نہ ہی زینت کے لیے انگوٹھی پہن سکتے ہیں۔لیکن ارتکاب پر کفارہ نہیں ہے۔

(7) عورتیں زیور نہیں پہن سکتیں۔احرام باندھنے سے قبل عورت جن زیورات پہننے کی عادی ہو ان کا اتارنا ضروری نہیں مگر وہ زیورات کسی مرد کے سامنے یہاں تک کہ اپنے شوہر کے سامنے بھی ظاہر نہیں کرسکتی لہٰذا احتیاطاً واجب ہے کہ زیورات اتار دے۔

(8) مرد کے لیے دوران سفر احرام کی حالت میں سر کو سائے میں رکھنا جائز نہیں (یہ پابندی عورت اور بچوں کے لیے نہیں ہے) لیکن اگر کہیں قیام کریں یا منیٰ میں ہوں تو سائے میں چلنا پھرنا جائز ہے اور چھتری سے سایہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔منیٰ میں قیام کے وقت اپنے خیمے سے قربانی کرنے یا کنکریاں مارنے کے لیے جاتے وقت چھتری وغیرہ کا سایہ کیا جا سکتا ہے اور رات کے وقت بھی سایہ کے نیچے سفر کرنا جائز ہے بشرطیکہ رات ہی میں پہنچ جائے ۔اگر میقات سے دور کسی اور مقام سے احرام باندھنے کی نظر کر کے اس مقام سے احرام باندھ کر سفر کرے تو ہوائی جہاز یا چھت والی سواری سے سفر کیا گیا تو ایک دنبہ کفارہ دینا ہو گا لیکن اگر رات کو سفر کر کے رات ہی میں مکے یا مکے سے قریب کسی مقام پر پہنچ جائے تو کفارہ نہیں ہے۔

(9) مرد اپنے سر کو کپڑے یا ٹوپی یا مہندی یا مٹی وغیرہ کسی شے سے چھپا نہیں سکتا اور نہ ہی دونوں ہاتھوں سے سر کو ڈھانپ سکتا ہے۔پانی یا اور کسی بہنے والی چیز میں سر کو نہیں ڈبو سکتا۔ اور نہ ہی سوتے وقت مرد اپنے چہرے کو چھپا سکتا ہے اور نہ ہی مچھر وغیرہ سے بچنے کے لیے مچھر دانی لگائی جاسکتی ہے نہ ہی شاور کے نیچے نہا سکتے ہیں لیکن ایسی آبشار کے نیچے مرد نہیں نہا سکتے کہ جو پورے سر کو چھپالے اور سر کو کپڑے وغیرہ سے خشک کرنا بھی جائز نہیں ہے اگر سر کو

چھپایا گیا یا ڈھانپا گیا تو ایک دنبہ کفارہ دینا ہوگا۔ لیکن مسئلہ نہ جاننے یا بھول جانے کی صورت میں کفارہ نہیں ہے اور عورت کے لیے چہرہ پر کپڑا ڈالنا جائز نہیں اور سوتے وقت عورت تکیہ پر سر رکھ سکتی ہے اور نماز میں چونکہ عورت کے لیے سر چھپانا ضروری ہے اس لیے چہرہ کا کچھ حصہ بھی چھپانا لازمی ہے۔ نماز کے فوراً بعد چہرہ کھول دیا جائے۔ نامحرم سے پردے کے لیے ناک و ٹھوڑی بلکہ بوقت ضرورت گردن تک چھپا سکتی ہے لیکن پردے کا کپڑا ہاتھ سے پکڑ کر الگ رکھے۔

(10) ناخن کا پورا یا تھوڑا حصہ کاٹنا بھی جائز نہیں ہے اگر ایک سے نو انگلیوں تک ناخن کاٹے گئے تو ہر ایک ناخن کے لیے ایک مد (تقریباً چودہ چھٹانک) اناج کفارہ دیا جائے اور دسوں انگلیوں کے ناخن کاٹنے پر ایک دنبہ کفارہ ہے۔

(11) دانت نکالنا یا نکلوانا احرام کی حالت میں جائز نہیں ہے چاہے خون نہ نکلے احتیاطاً ایک دنبہ کفارہ ہے۔

(12) اپنے بدن یا کسی دوسرے کے بدن سے خون نکالنا جائز نہیں اگرچہ معمولی ہو ضرورت اور مجبوری کے وقت پچھنے لگوانا یا پھوڑے پھنسی سے خون نکالنا پڑے تو جائز ہے اور تکلیف کی صورت میں خارش کو کھجلانا جائز ہے اگر کھجلانے سے خون نکل آئے تو اس کا کفارہ بھی احتیاطاً ایک دنبہ ہے۔

(13) بدن پر تیل کی مالش کرنا یا کرانا جائز نہیں ہے احرام باندھنے سے قبل بھی ایسے تیل سے مالش کرنا جائز نہیں ہے کہ جس کی خوشبو احرام باندھنے کے بعد تک قائم رہے۔ خوشبودار تیل کھانے میں بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ اگر خوشبودار تیل کھانے وغیرہ میں استعمال کیا گیا تو ایک دنبہ کفّارہ دینا ہوگا یا تین روزے کفّارے کے رکھے جائیں۔

(14) جسم کے بال کاٹنا یا صاف کرانا احرام باندھنے کے بعد جائز نہیں ہے ضرورت و

مجبوری کی صورت میں بالوں کو کاٹا جا سکتا ہے مگر ایک دنبہ کفارہ دینا ہوگا وضو غسل کرتے وقت اگر بال خود بخود گریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر دونوں بغلوں کے بال صاف کیے جائیں تو دو دنبے کفارہ دیئے جائیں اگر سر پر یا داڑھی پر ہاتھ پھیرنے سے کچھ بال گر جائیں تو صرف مٹھی بھر اناج کفارہ دینا کافی ہے۔

(15) استمناع کسی بھی طریقے سے عملاً نجس مادہ خارج کرنا حرام ہے اگر ایسا کیا گیا تو ایک اونٹ کفارہ دینا ہوگا۔

(16) میاں بیوی کا آپس میں جنسی خواہش سے خوش طبعی کرنا جنسی حرکات کرنا اور جنسی نگاہ سے دیکھنا بھی ناجائز ہے اگر مسئلہ نہ جاننے پر عمداً جنسی عمل سرزرد ہو جائے تو احتیاطاً ایک اونٹ کفارہ دینا ہوگا۔

(17) کسی عورت سے نکاح کرنا یا نکاح کا گواہ بننا یا نکاح پڑھنا حرام ہے مسئلہ نہ جاننے کی صورت میں اگر کسی عورت سے نکاح کر لیا گیا تو وہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ نکاح پڑھنے کی صورت میں ایک اونٹ کفارہ دینا ہوگا۔

(18) جھوٹی قسم کھانا اگر جھوٹی قسم ایک بار کھائی گئی تو ایک دنبہ کفارہ دینا ہوگا۔ اگر دو بار کھائی گئی تو ایک گائے کفارہ ہے اور اگر تین بار جھوٹی قسم کھائی گئی تو ایک اونٹ کفّارہ دینا ہو گا۔ اور اگر سچی قسم دو بار کھائی گئی تو کفّارہ نہیں ہے۔ لیکن اگر سچی قسم تین بار کھائی گئی تو ایک دنبہ کفّارہ ہے کفّارہ کا جانور عیب دار بھی جائز ہے۔ حق کے اثبات اور باطل کی تردید کے لیے قسم کھانا جائز ہے۔

(19) انسان کے جسم پر پیدا ہونے والے جاندار جوں وکھٹمل کو نہ ہی مارا جا سکتا ہے اور نہ ہی جسم سے علیحدہ کر کے پھینک سکتے ہیں۔ لازم ہے کہ ان تمام چیزوں سے صفائی احرام باندھنے سے پہلے کر لینی چاہیے۔

(20) حرم میں اگے ہوئے درخت یا گھاس کا کاٹنا بھی ناجائز ہے۔ حرم کے گھاس کو توڑنے کا کفّارہ استغفار ہے۔ اور درخت یا گھاس کاٹنے کا کفّارہ ایک دنبہ ہے پھل دار درخت اس پابندی سے خارج ہیں اگر درخت کا تھوڑا حصّہ کاٹا گیا تو اس درخت کی قیمت کے لحاظ سے اتنے حصّہ کی قیمت کفّارہ دینا ہوگی۔

(21) اسلحہ یا سامان جنگ بھی حالت احرام میں لے کر جانا جائز نہیں ہے البتہ بوقت ضرورت اسلحہ ساتھ لے کر چلنا جائز ہے۔

(22) جھوٹ بولنا' گالی دینا' دوسروں پر فخر کرنا سخت منع ہے ان کا کفّارہ توبہ و استغفار ہے

حج کا طریقہ

حج کی تین اقسام ہیں۔ دو اقسام یعنی حج افراد و حج قرآن کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو مکہ سے (90) کلومیٹر کے اندر رہتے ہیں اور (90) کلومیٹر سے دور رہنے والوں کے لئے حج تمتع ہے اور اسی کے احکام تحریر کئے جاتے ہیں۔ حج تمتع کے دو حصے ہیں۔

(1) عمرہ تمتع (2) حج تمتع

عمرہ تمتع:۔

عمرہ تمتع کا وقت شوال' ذی قعدہ اور ذی الحج کی نو (۹) تاریخ سے پہلے تک ہے کسی وقت ادا کیا جا سکتا ہے اور حج تمتع نو تاریخ سے شروع ہو کر بارہ یا تیرہ ذی الحج کو ختم ہو جاتا ہے

عمرہ تمتع کا طریقہ:۔

حج تمتع کا عمرہ اس عمرہ سے الگ ہے جو کہ عام دنوں میں ادا کیا جاتا ہے حج کے ایام کے علاوہ جو عمرہ ادا کیا جاتا ہے اسے عمرہ مفردہ کہتے ہیں۔

عمرہ تمتع میں پانچ اعمال فرض ہیں:۔

میقات سے احرام باندھنا' کعبہ کا طواف کرنا' دو رکعت نماز طواف پڑھنا' صفاء و مروہ کے درمیان سعی یعنی سات مرتبہ دوڑنا اور تقصیر کرنا یعنی کچھ بال اور ناخن کٹوانا۔

عمرہ تمتع کے پانچ ارکان کی توضیح

(1) میقات سے احرام باندھنا:۔

احرام ہر جگہ سے نہیں باندھ سکتے بلکہ چند مخصوص مقامات سے احرام باندھنا ضروری ہے ان مقامات کو میقات کہتے ہیں اور وہ پانچ مقامات ہیں۔

(الف) مسجد شجرہ :۔

مدینۂ منورہ سے حج کے لیے جانے والوں کے لیے احرام باندھنے کا مقام مسجد شجرہ ہے جسے ذوالحلیفہ بھی کہتے ہیں جو مدینے سے چار پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ اسے بئرِ علیؑ بھی کہتے ہیں۔ مسجد شجرہ کے اندر سے احرام باندھا جائے اگر مرد جنابت کی حالت میں ہو اور غسل نہ کر سکے تو تیمم کر کے مسجد کے اندر ٹھہر کر احرام باندھے۔ یا صاحب جنابت اور خواتین ماہواری کی صورت میں مسجد سے گزرتے ہوئے بھی احرام باندھ سکتے ہیں اگر حائضہ عورت پاک ہونے کا انتظار نہ کر سکے تو مسجد کے پاس سے احتیاطاً احرام باندھے اور اگر کسی بیماری کی وجہ سے کوئی لباس اتار نہ سکے اور احرام کے دو کپڑے نہ پہن سکے تو اس حالت میں عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ کہے اور پھر بعد کو جہاں اور جس وقت بیماری وغیرہ کا عذر دور ہو جائے فوراً احرام کا لباس پہن لے۔ جدہ میقات نہیں ہے اگر جدہ سے مکہ جانا چاہیں تو جدہ سے احرام باندھنے کی نذر کریں گے کہ میں اللہ کے لیے اپنے اوپر فرض کرتا ہوں کہ حج تمتع کے عمرہ تمتع کا احرام جدہ سے باندھونگا قربۃً الی اللہ نذر کر کے میقات کے مقام سے پہلے کسی بھی

مقام سے احرام باندھا جا سکتا ہے لیکن میقات تک پہنچنے پر یا مکے میں داخل ہونے سے قبل دوبارہ احرام باندھا جائے گا۔

(ب) دوسرا میقات وادی عقیق ہے جو عراق ونجد سے آنے والوں کا میقات ہے۔

(پ) قرن المنازل:۔ یہ طائف کی طرف سے حج کے لیے آنے والوں کا میقات ہے یہ مکے سے تقریباً (65) میل پر واقع ہے۔

(ج) یلملم:۔ یہ یمن کی طرف سے آنے والوں کا میقات ہے یہ بلند جگہ ہے جو مکے سے تقریباً (60) میل پر واقع ہے۔

(د) جحفہ:۔ یہ شام کی طرف سے آنے والوں کا میقات ہے۔

(2) عمرہ تمتع کا احرام:۔

عمرہ تمتع کے احرام میں تین باتیں فرض ہیں۔ نیت کرنا و بلا سلے دو کپڑے پہننا اور تلبیہ کہنا۔

(الف) احرام باندھنا:۔

احرام باندھنے کے لیے وضو یا غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ غسل کرنا سنت ہے اور دو رکعت نماز پڑھنا بھی سنت ہے۔ اگر کسی نماز کا وقت ہے تو ضروری ہے کہ نماز پڑھ کر احرام باندھا جائے اگر نماز کا وقت نہ ہو تو دو رکعت سنت نماز پڑھی جائے اور احرام کے کپڑے پہن کر نیت کی جائے کہ میں احرام باندھتا ہوں حج تمتع کے عمرہ تمتع کے لیے واجب قربۃ الی اللہ نیت میں اس بات کی وضاحت ہو کہ احرام حج کا ہے یا عمرہ کا اور اپنے حج کا یا نیابت کے حج کا۔ اگر نیت میں اس کی وضاحت یا تعین نہ ہوا تو حج نہیں ہوگا اور نیت میں خلوص و قربت ضروری ہے۔

(ب) احرام کا لباس:۔

احرام کے لیے دو گرہ سلے کپڑے پہننا ضروری ہے ایک ایسا کپڑا جو کمر سے گھٹنے

تک کو چھپا لے اور دوسرا ایسا کپڑا کہ جسے شانوں پر ڈالا جائے تو دونوں شانوں کو چھپا لے۔ عورتوں کے لیے احرام کے بلا سلے کپڑے پہننا ضروری اور فرض نہیں ہے بلکہ فضیلت ہے۔ عورتیں عام لباس میں احرام باندھ سکتی ہیں احرام کے لباس کے لیے ضروری ہے کہ پاک ہو خالص ریشم کا نہ ہو حرام جانوروں کی کھال یا بالوں کا نہ ہو اتنا باریک نہ ہو کہ جسم نظر آئے۔ اور احرام کا لباس پہنتے وقت خدا کی قربت کا ارادہ ہو اور ضرورت کے وقت احرام کا لباس بدلا جا سکتا ہے اور نہانے کے لیے اتارا جا سکتا ہے اور اگر کسی وقت لباس نجس ہو جائے تو فوراً پاک کر لیا جائے۔

(ج) تلبیہ:۔

عمرہ تمتع کے احرام کا یہ تیسرا فریضہ ہے احرام کا لباس پہن کر جب عمرہ تمتع کی نیت کر لی جائے تو اسی وقت ایک مرتبہ تلبیہ کہنا فرض ہے۔ تلبیہ کے کلمات عربی میں صحیح طور پر ادا کیے جائیں۔

تلبیہ

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک والملک لا شریک لک

یہ کلمات کہنے کے بعد احرام مکمل ہو گیا اور انسان مُحرم ہو گیا۔ تلبیہ کے کلمات شہر مکہ کے مکانات نظر آنے تک کہتے رہنا مستحب ہے۔ عمرہ تمتع کا احرام باندھنے کے بعد کئی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ جن کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

(3) طواف کعبہ:۔

عمرہ تمتع کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ تمتع کا دوسرا فرض خانہ کعبہ کا سات بار طواف

کرنا ہے جس کی نیت یہ ہے کہ حج تمتع کے عمرہ تمتع کے لیے خانہ کعبہ کا سات بار طواف کرتا ہوں۔قربۃً الی اللہ۔ مکے پہنچ کر ٹھہرنے کا انتظام کرنے کے بعد طواف کیا جاسکتا ہے۔

شرائط طواف:۔

طواف کرنے والا باوضو ہو بدن ولباس پاک ہو شرم گاہ پوشیدہ ہو طواف کی نیت قربۃً الی اللہ ہو مرد ختنہ شدہ ہو طواف حجر اسود کے پاس سے شروع کیا جائے اور اسی کے پاس ختم کیا جائے اور حجر اسود کو طواف میں شامل رکھا جائے طواف میں حجر اسماعیلؑ کو بھی شامل کیا جائے دوران طواف بایاں کندھا کعبہ کی طرف رہے اور دوران طواف خانہ کعبہ سے ہر طرف سے فاصلہ مقام ابراہیم کے فاصلے کے برابر لیکن مقام ابراہیم کے اندر ہو۔اور سات مرتبہ طواف کیا جائے۔ہجوم کے دباؤ کی وجہ سے کعبہ کے گرد بے اختیار گھومنے سے طواف نہیں ہوگا۔ خانہ کعبہ کے پاس ایک چبوترہ ہے جسے طواف میں شامل کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ بھی خانہ کعبہ کا ایک حصہ ہے اس کے اوپر سے گزرنے سے طواف نہیں ہوگا۔طواف کرتے وقت دائیں بائیں اور پیچھے دیکھ سکتے ہیں۔لیکن بایاں کندھا خانہ کعبہ کی طرف رہنا چاہیئے اور حجر اسماعیل کی طرف سے طواف کے لیے جگہ تنگ ہے اس کی دیوار سے ساڑھے چھ ہاتھ جگہ طواف کے لیے بچتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اسی مقدار کے اندر طواف کیا جائے اور حجر اسماعیلؑ کو طواف کے اندر شامل کیا جائے اور اگر بھول کر بھی حجر اسماعیلؑ کو طواف کے اندر شامل نہ کیا تو طواف نہیں ہوگا۔خانہ کعبہ اور مقام ابراہیم کے درمیان ساڑھے چھبیس ہاتھ کا فاصلہ ہے لہٰذا طواف کے دوران چاروں طرف خانہ کعبہ سے اتنی ہی حدود میں رہنا چاہیئے۔

لیکن اگر ہجوم کی وجہ سے خانہ کعبہ سے ساڑھے چھبیس ہاتھ سے زیادہ فاصلہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں طواف ہو جائے گا طواف کرتے وقت اگر چار دفعہ گھومنے کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو فوراً جا کر وضو کر لیا جائے اور جہاں سے طواف چھوڑا ہو وہیں سے شروع کر کے مکمل کر لیا

جائے اگر چار دفعہ گھومنے سے پہلے وضو ٹوٹ جائے تو اسی حالت میں طواف پورا کرنے کے بعد دوبارہ وضو کر کے طواف پورا کیا جائے۔ نجاست کی حالت میں یا بغیر وضو کے بھول کر یا مسئلہ نہ جاننے کی صورت میں طواف کیا جائے تو طواف باطل ہے اگر طواف کے دوران جسم یا لباس نجس ہو جائے تو فوراً جا کر جسم و لباس کو پاک کر کے واپس آ کر اسی مقام سے طواف شروع کر کے مکمل کیا جائے کہ جہاں سے چھوڑا تھا۔ اگر عورت ماھواری کی حالت میں مکے میں ہو اور پاک ہونے تک ٹھہر بھی نہ سکتی ہو تو طواف و نماز کے لیے کسی کو نائب بنا کر ادا کرائے اور اس کے بعد اعمال خود بخود بجالائے۔ طواف کرنے کے بعد طواف کے متعلق کسی شک کا اعتبار نہیں ہے مستحاضہ عورت بغیر غسل کے طواف کر سکتی ہے۔ طواف کے درمیان اگر شک ہو جائے کہ کتنی مرتبہ طواف کیا ہے اور فیصلہ نہ کر سکے تو طواف باطل ہے پھر سے طواف کرے اور کثیر الشک کا اعتبار نہیں۔ طواف کرتے وقت کعبہ کے دروازے کے پاس درود پڑھنا مستحب ہے۔ طواف کرتے وقت یہ کلمات پڑھنا مستحب ہے۔

اللھم انی فقیر و انی خائف مستجیر فلا تغیَر جسمی و لا تبدل اسمی

نماز طواف:۔ عمرہ تمتع کے طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف پڑھنا فرض ہے۔ جس کی نیت یہ ہے کہ حج تمتع کے عمرہ تمتع کے طواف کی دو رکعت نماز پڑھتا ہوں واجب قربۃ الی اللہ یہ نماز صبح کی نماز کی طرح پڑھی جائے گی اگر نماز طواف کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ طواف ختم ہوتے ہی مقام ابراہیمؑ کی پشت پر نماز طواف پڑھی جائے۔ جہاں تک ہو سکے مقام ابراہیم کے قریب نماز طواف پڑھی جائے اور اگر مقام ابراہیم کی پشت پر نہ ہو سکے تو دونوں اطراف کے درمیان یا پیچھے ہٹ کر ایسی جگہ نماز طواف پڑھی جائے جو مقام ابراہیم سے قریب ہو۔

(4) سعی (یعنی صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا):۔

عمرہ تمتع کا یہ چوتھا فریضہ ہے اس کی نیت یہ ہے کہ حج تمتع کے عمرہ تمتع کے لیے صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرتا ہوں ''قربۃ الی اللہ'' صفا سے مروہ تک تیز چل کر آنا ایک شمار ہوتا ہے۔ پھر مروہ سے صفا تک جانا دو بار شمار ہوگا۔ سعی کے لئے وضو غسل اور تیمم کی ضرورت نہیں ہے اور نہ جسم ولباس پاک ہونے کی ضرورت ہے لیکن وضو وطہارت کے ساتھ ہونا افضل ہے۔ سعی سواری پر بھی کی جا سکتی ہے سعی کرتے وقت صفا و مروہ پر پاؤں رکھنا ضروری ہے سعی کرتے وقت تھکاوٹ کی وجہ سے درمیان میں مختصر وقفے کے لیے بیٹھ سکتے ہیں ضروری ہے کہ سعی نماز طواف کے بعد ادا کیا جائے۔

(5) تقصیر:۔

سعی کے بعد عمرہ تمتع کا آخری فریضہ تقصیر ہے یعنی سر یا داڑھی یا مونچھ کے تھوڑے سے بال یا کچھ ناخن کٹوانا اور اس کی نیت بھی ضروری ہے حج تمتع کے عمرہ تمتع کے احرام سے فارغ ہونے کے لیے تقصیر کے لیے نیت کرے کہ میں تقصیر کرتا ہوں ''قربۃ الی اللہ''، تقصیر کے بعد احرام کا لباس اتار لیا جائے اب وہ تمام چیزیں جو احرام کی وجہ سے حرام ہوگئیں تھیں حلال ہو جائیں گی البتہ دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے جب تک حج مکمل نہ ہو سر منڈانا جائز نہیں ہے۔ اور بغیر ضرورت کے حج کا احرام پہننے تک مکے سے باہر جانا بھی جائز نہیں اور نہ شکار کھیلیں اور نہ ہی درخت کاٹیں۔ عمرہ تمتع میں طواف النساء فرض نہیں ہے۔

حج تمتع کا طریقہ:۔

حج تمتع کے پہلے حصے عمرہ تمتع کے احکام کے بعد اب دوسرے حصے یعنی حج تمتع کے احکام تحریر کیے جاتے ہیں۔

حج تمتع کے فرائض:۔ حج تمتع میں تیرہ باتیں فرض ہیں۔

(1) احرام باندھنا۔(2) عرفات میں نو ذی الحجہ کو ظہر سے غروب آفتاب تک ٹھہرنا۔

(3) مشعر الحرام یعنی مزدلفہ میں عید کی شب قیام کرنا۔(4) عید کے روز منٰی میں جا کر صرف بڑے شیطان کے نشان کو کنکریاں مارنا۔(5) عید کے روز منٰی میں جا کر کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کرنا۔(6) قربانی کے بعد سر منڈانا یا تقصیر کرنا۔(7) پھر مکے جا کر طواف کرنا۔

(8) طواف کے بعد طواف کی دو رکعت نماز پڑھنا۔(9) صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

(10) پھر طواف النساء کرنا۔(11) پھر طواف النسا کی دو رکعت نماز پڑھنا۔

(12) گیارہویں و بارہویں ذی الحج کی رات منٰی میں بسر کرنا۔(13) گیارہ و بارہ ذی الحج کے دنوں میں تینوں شیطانوں کے نشانات کو کنکریاں مارنا۔

ان اعمال کے بجالانے کے بعد حج مکمل ہو جاتا ہے ان تیرہ فرائض کی وضاحت ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(1) احرام باندھنا:۔

آٹھ ذی الحج کو ظہر کے بعد حج تمتع کا احرام مکے میں کسی مقام سے باندھا جا سکتا ہے اور نو ذی الحج کی صبح کو بھی باندھا جا سکتا ہے اور اس احرام میں بھی تین باتیں فرض ہیں۔ احرام کے دو بلا سلے کپڑے پہننا' حج تمتع کی نیت کرنا یعنی نیت کی جائے کہ میں حج تمتع کے لیے احرام باندھتا ہوں'' قربۃ الی اللہ'' اور تلبیہ کہنا یعنی احرام باندھنے کے بعد صحیح طور پر یہ کلمات کہیں جائیں۔لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک یہ کلمات کہنے کے بعد احرام مکمل ہو گیا اب وہ تمام باتیں حرام ہو گئیں جو عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حلال ہو گئی تھیں۔

(2) عرفات میں قیام:۔

حج تمتع کا احرام باندھنے کے بعد مکے سے تقریباً چودہ میل کے فاصلے پر وادی عرفات میں جانا جہاں نو ذی الحجہ کو ظہر سے غروب آفتاب تک ٹھہرنا فرض ہے۔ عرفات میں پہنچ کر زوال آفتاب کے وقت نیت کی جائے عرفات میں چاہے آٹھ ذی الحجہ کو پہنچ جائے یا نو ذی الحجہ کی صبح کو پہنچ جائے نیت وہاں پہنچ کر کرے کہ میں حج تمتع کے لئے ظہر سے غروب آفتاب تک عرفات میں قیام کرتا ہوں "قربۃً الی اللہ" عرفات میں قیام کرنا فرض ہے۔ جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا افضل ہے۔ وہاں خیمے میں رہیں گے اور ظہرین کی نماز قصر پڑھیں گے۔ مجبور شخص شب عید میں تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر یہ فریضہ ادا کر سکتا ہے۔

(3) مشعر الحرام (یعنی مزدلفہ میں قیام):۔

عرفات میں نو ذی الحجہ کو غروب آفتاب تک ٹھہرنے کے بعد وہاں سے مشعر الحرام جائیں کہ جہاں ساری رات طلوع آفتاب تک رہیں اور صبح صادق سے قبل نیت کی جائے کہ میں حج تمتع کے لیے مشعر الحرام میں صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ٹھہرتا ہوں "قربۃً الی اللہ" پھر سورج نکلنے تک وہیں رہیں۔ سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے نہیں جا سکتے۔ مشعر الحرام ہی سے کنکریاں جمع کرنا بہتر ہے۔ اگر عورت یا بیمار یا ضعیف وہاں نہ ٹھہر سکے تو سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے جا سکتا ہے۔ عرفات میں مجبوراً نہ پہنچ سکے وہ مزدلفہ میں شب عید پہنچ جائے تو بھی اس کا حج صحیح ہے۔

(4) منیٰ کی طرف جانا:۔

مشعر الحرام میں طلوع آفتاب تک ٹھہرنے کے بعد یعنی بروز عید سورج طلوع ہوتے ہی منیٰ کے میدان کی طرف جائیں اور وہاں اسی روز یعنی بروز عید تین باتیں فرض ہیں کنکریاں مارنا' قربانی کرنا سر منڈھانا۔

(الف) کنکریاں مارنا (رمی الجمرات):۔

منیٰ میں پہنچ کر سب سے پہلے بڑے شیطان جمرہ عقبہ اولیٰ کو سات کنکریاں ماری جائیں اور کنکریاں مارنے کے لیے نیت کی جائے کہ میں حج تمتع کے لیے جمرہ عقبہ اولیٰ کو سات کنکریاں مارتا ہوں '' قربۃ الی اللہ'' ہر کنکری نئی ہو نہ ہی کسی سے چھنی ہوئی ہو اور دس ذوالحجہ بروز عید طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کسی بھی وقت کنکریاں ماری جا سکتی ہیں اور ہر کنکری شیطان کے نشان تک پہنچ جائے اور جو کنکری نہ پہنچے وہ شمار نہیں کی جائے گی۔ سات کنکریاں پوری ہوں کم و زیادہ نہ ہوں کنکریاں ایک ایک ماری جائیں اور ہر کنکری بغیر کسی شے سے ٹکرائے جمرہ تک پہنچ جائے جو کسی مجبوری کی وجہ سے کنکریاں نہ پھینک سکے وہ کسی دوسرے کو اس عمل کے لیے نائب بنا سکتا ہے۔ دس ذوالحجہ کو صرف بڑے جمرہ کو کنکریاں ماری جائیں گی کنکریاں مارنے کے لیے وضو و طہارت کی شرط نہیں ہے اور جو دن کو نہ پھینک سکے وہ رات میں بھی کنکریاں مار سکتا ہے یہ عمل بھول جانے والا تیرہ تاریخ تک مار سکتا ہے۔

(ب) قربانی کرنا:۔

منیٰ میں بروز عید کنکریاں مارنے کے بعد دوسرا فریضہ قربانی کرنا ہے۔ قربانی کے جانور میں درج ذیل شرائط ضروری ہیں۔ قربانی کا جانور اونٹ گائے بھیڑ یا بکری ہو ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ اونٹ چھٹے سال میں داخل ہو چکا ہو اور گائے و بکری تیسرے سال میں داخل ہو چکے ہوں اور بھیڑ و بکری احتیاطاً ایک سال کی ہو چکی ہو۔ اور نہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔ قربانی کا جانور بہت بوڑھا نہ ہو۔ بیمار و خصی اور کانا و لنگڑا یا کوئی اور عیب نہ ہو ہر طرح سے صحیح و سالم ہو۔ بروز عید منیٰ میں صرف جمرہ اولیٰ کو کنکریاں مارنے کے بعد قربانی دی جائے اور قربانی کی نیت اس طرح ہے کہ میں حج تمتع کے لیے قربانی کرتا ہوں '' قربۃ الی اللہ'' ہر شخص کی طرف سے الگ الگ قربانی کرنا ضروری ہے۔ قربانی کے جانور کو

کوئی بھی ذبح کرسکتا ہے۔قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ اپنے استعمال کے لیے دوسرا مومنین واحباب کے لیے اور تیسرا حصہ غریب مومنین کو دیا جائے اگر منیٰ میں کوئی غریب مومن نہ ملے تو اس قربانی کے جانور کی تہائی قیمت اور جہاں کوئی غریب مومن ملے اسے دے دی جائے۔چاہے واپس لوٹ کر ہی دینا پڑے ایک آدمی کئی جانور قربان کر سکتا ہے۔

(ج) سر منڈانا یا تقصیر کرانا:۔

عید کے روز منیٰ میں قربانی کے بعد تیسرا فریضہ سر منڈانا یا تقصیر کرنا ہے۔یعنی سر یا داڑھی یا مونچھ کے کچھ بال یا ناخن کٹوانا۔عورتیں بال نہیں کٹوائیں گی بلکہ ناخن یا چند بال کٹوائیں اور اس کے لیے نیت کرنا ضروری ہے کہ میں حج تمتع کے احرام سے فارغ ہونے کے لیے تقصیر کرتا ہو یا پورا سر منڈاتا ہوں ''قربۃً الی اللہ''۔

جو پہلی بار حج کر رہا ہو وہ پورا سر منڈائے گا اگر سر پر بال نہ ہوں تو سر پر استرا پھروا لینا کافی ہوگا۔سر منڈانے کا عمل منیٰ ہی میں ہونا چاہیئے۔سر منڈانے یا تقصیر کرنے کے بعد احرام کی حالت میں حرام ہو جانے والی تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں لیکن شکار کھیلنا' بیوی' خوشبو بدستور حرام رہیں گی جب تک حج کا طواف اور پھر طواف النساء ادا نہیں کیا جاتا یہ چیزیں حلال نہیں ہونگی۔منیٰ میں تین فرض اعمال بجالانے کے بعد حاجی احرام سے فارغ ہو جاتا ہے لہٰذا واپس خیمے میں آ کر احرام کا لباس اتار دیا جائے۔بروز عید منیٰ کے تینوں واجبات ادا کرنے کے بعد اگر اتنا وقت ہو کہ مکہ جا کر طواف ونماز طواف وسعی وطواف النساء ادا کر کے غروب آفتاب سے قبل واپس منیٰ میں آ سکتا ہے تو مکے جا کر یہ اعمال بجالا کر واپس آ جائے اور اگر غروب آفتاب سے قبل واپس منیٰ میں نہیں آ سکتا تو گیارہ ذی الحجہ کی رات منیٰ میں بسر کرنے کے بعد دوسرے روز کسی وقت بھی جا کر مذکورہ اعمال بجالا کر غروب آفتاب

سے پہلے منیٰ میں واپس آ جائے کیونکہ گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک منیٰ میں قیام کرنا ضروری ہے اور اگر گیارہ ذی الحجہ کے دن میں بھی مکے نہ جا سکے تو بارہ ذی الحجہ کو منیٰ میں تینوں جمروں کو کنکریاں مارنے کے بعد مکے آ جائے اور مذکورہ اعمال یعنی طواف وسعی اور طواف النساء بجالائے۔ منیٰ میں قیام کے دوران گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کے دنوں میں تینوں جمروں کو کنکریاں مارنا فرض ہے۔ چھوٹے جمرے کو جمرہ اولیٰ اور درمیانی کو جمرہ وسطیٰ اور بڑے کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں۔ گیارہ و بارہ ذی الحجہ تینوں جمروں کو سات سات کنکریاں مارنا ضروری ہیں جس کی نیت یہ ہوگی کہ میں حج تمتع کے لیے جمرہ اولیٰ جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارتا ہوں ''قربۃ الی اللہ''۔ اگر کوئی مجبور دن میں کنکریاں نہیں مار سکتا تو رات میں مارے بارہ ذی الحجہ کو سورج غروب ہونے سے قبل اور ظہر کے بعد منیٰ سے مکے کی طرف چلے جائیں اگر غروب آفتاب تک نہ جا سکے تو تیرہ ذی الحجہ کی رات بھی منیٰ میں بسر کرنا ہوگی اور پھر تیرہ ذی الحجہ کے دن میں تینوں جمروں کو پتھر مار کر اسی وقت مکے کی طرف جائیں اور مکے پہنچ کر وہاں کے اعمال بجالائیں جو یہ ہیں۔ منیٰ کے اعمال سے فراغت کے بعد مکے پہنچ کر پہلے خانہ کعبہ کا طواف (زیارت) کیا جائے نیت یہ ہوگی کہ میں حج تمتع کا طواف زیارت کرتا ہوں ''قربۃ الی اللہ'' طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف پڑھیں نیت یہ ہوگی کہ میں حج تمتع کے طواف کی دو رکعت نماز پڑھتا ہوں ''قربۃ الی اللہ'' پھر سعی کی جائے یعنی طواف و نماز طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ حتی المقدور تیز چل کر سعی کی جائے اور پہلے نیت کی جائے کہ میں حج تمتع کے لیے سعی کرتا ہوں ''قربۃ الی اللہ'' صفا و مروہ سے ایک بار اور پھر مروہ سے صفا تک جانا دو بار شمار ہوگا اسی طرح سات بار۔ سعی کرنے کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرنا لازمی ہے جسے طواف النساء کہتے ہیں جس کی نیت یہ ہے کہ میں حج تمتع کے لیے طواف النساء کرتا ہوں ''قربۃ الی اللہ'' طواف کے بعد مقام ابراہیم پر یا اس کے قریب دو

رکعت نماز طواف النساء پڑھی جائے جس کی نیت یہ ہے کہ میں حج تمتع کے لیے طواف النساء کی دو رکعت نماز پڑھتا ہوں '' قربۃ الی اللہ '' طواف النساء اور اس کی نماز کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حلال ہو جاتے ہیں اور حج مکمل ہو جاتا ہے۔ **نابالغ بچوں نے اگر حج کیا اور طواف النساء نہیں کیا تو وہ بڑے ہو کر شادی نہیں کر سکتے**۔ منیٰ میں گیارہ و بارہ کی ذی الحجہ کی شب عمداً نہ ٹھہرنے والے پر ایک دنبہ کفارہ ہے ہاں اگر ان شبوں میں مکے میں جاگ کر عبادت و ذکر میں مصروف رہے تو کفارہ نہیں ہے۔

عمرہ مفردہ:۔

عمرہ کی دو قسمیں ہیں: عمرہ تمتع کہ جو ایام حج میں حج تمتع سے قبل حج تمتع کے لیے ادا کیا جائے جو حج تمتع کا ایک حصہ ہے اور عمرہ مفردہ جو ایام حج کے علاوہ سال میں کسی وقت بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ عمرہ مفردہ کے لیے میقات سے احرام باندھنے کی شرط نہیں ہے کسی بھی مقام پر عمرہ مفردہ کا احرام باندھا جا سکتا ہے بہتر یہ ہے کہ حدیبیہ یا تنعیم یا جعرانہ یا جہاں سے حرم کی حدود شروع ہوتی ہیں ان حدود سے قبل احرام باندھا جائے۔ عمرہ مفردہ میں میقات کی تخصیص چھوڑ کر باقی وہی اعمال ہیں جو عمرہ تمتع میں ہیں لیکن آخر میں طواف النساء اود نماز طواف النساء کا اضافہ ہے اور عمرہ مفردہ کا جہاں سے احرام باندھا جائے تو لباس احرام پہن کر نیت کی جائے کہ میں عمرہ مفردہ کے لیے احرام باندھتا ہوں '' قربۃ الی اللہ '' احرام باندھنے کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کیا جائے جس کی نیت یہ ہے کہ میں عمرہ مفردہ کے لیے طواف کرتا ہوں '' قربۃ الی اللہ ''۔ طواف کے بعد دو رکعت نماز اس نیت سے پڑھی جائے کہ میں عمرہ مفردہ کے طواف کی دو رکعت نماز پڑھتا ہوں '' قربۃ الی اللہ '' پھر صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی جائے جس کی نیت یہ ہے کہ میں عمرہ مفردہ کے لیے سعی کرتا ہوں

''قربۃ الی اللہ'' سعی کرنے کے بعد تقصیر یعنی سر یا داڑھی کے چند بال کٹوائے جائیں اور نیت کی جائے کہ میں عمرہ مفردہ کے لیے تقصیر کرتا ہوں'' قربۃ الی اللہ'' پھر تقصیر کے بعد خانہ کعبہ کا دوبارہ طواف کیا جائے کہ جسے طواف النساء کہتے ہیں جس کی نیت یہ ہے کہ میں عمرہ مفردہ کا طواف النساء کرتا ہوں'' قربۃ الی اللہ'' طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف النساء پڑھی جائے جس کی نیت یہ ہے میں عمرہ مفردہ کے طواف النساء کی دو رکعت نماز پڑھتا ہوں'' قربۃ الی اللہ'' اس طرح نماز پڑھنے کے بعد عمرہ مفردہ مکمل ہو جاتا ہے۔ طواف النساء عورت اور مرد دونوں کے لیے لازمی ہے۔

حرم کی حدود:۔

مشرق میں نجد کی طرف جعرانہ نامی مقام تک کہ جو خانہ کعبہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مغرب میں جدہ کی طرف علمین یا حدیبیہ کا مقام کہ جو خانہ کعبہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شمال میں مدینے کی طرف مسجد تنعیم یا مسجد عمرہ کے جو خانہ کعبہ سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جنوب میں عرفات کی طرف مسجد نمرہ کے نزدیک تک کہ جو خانہ کعبہ سے تقریباً تیرہ چودہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان حدود کے اندر شکار وغیرہ جائز نہیں اور جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے بھی ان ہی حدود سے پتھر حاصل کیے جاسکتے ہیں البتہ مزدلفہ سے حاصل کرنا بہتر اور مستحب ہے۔

خمس کی حقیقت واہمیت

واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ ...... الخ o

''اور تم جان لو کہ یقیناً تم کوئی شے بطور فائدہ حاصل کرو تو اس کا خمس ہے جو اللہ کے لیے اور رسول کے لیے ہے اور (رسولؐ کے) قرابت داروں کے لیے اور یتامیٰ و مساکین اور (ضرورت مند) مسافروں کے لیے ہے''

''غنیمۃ'' ہر جائز نفع۔ اس کی اصل ''غنم'' کہ جس کے معنی کامیابی و نفع کے ہیں۔

''شئی'' ۔ ہر شے اس میں تنوین تاکید کے لیے ہے کہ جو تمام اشیاء کو محیط ہے اور جو مال کفار سے بغیر جنگ و قتال کے حاصل ہو وہ مال فئی ہے اور جو جہاد کے ذریعہ حاصل ہو وہ غنیمۃ ہے۔

ذی القربیٰ صاحب قرابت۔ مفرد معنی و مفہوم مراد ہے۔ ''یتامیٰ'' واحد یتیم ہے ہر وہ بچہ جس کے سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے باپ فوت ہو جائے وہ یتیم کہلاتا ہے۔ مساکین'' واحد مسکین'' وہ غریب کہ جسے غربت و فاقہ نے گھیر رکھا ہو۔ کمزور کر دیا ہو۔

''ابن السبیل'' ''مسافر'' کہ جو سفر کی حالت میں محتاج و ضرورت مند ہو جائے۔

آیۂ خمس کا نزول:۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ آیۂ خمس کا نزول 19 رمضان میں ہوا اور عامۃ المسلمین سے بعض مفسرین نے اس کی تائید کی ہے اور بعض نے اختلاف کیا ہے چنانچہ واقدی نے لکھا ہے کہ غزوہ بدر سے ایک ماہ تین روز بعد اور ہجرت سے بیس ماہ بعد شوال میں غزوہ بنی قینقاع کے موقع پر خمس کی آیت نازل ہوئی جبکہ کلبی نے کہا ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر نازل ہوئی۔

غنیمت کا مفہوم:۔

غنیمت معنوی حیثیت سے ہر جائز منافع پر محیط ہے۔ مدنی زندگی میں مسلمانوں کے انتہائی غربت افلاس کے ایام میں جنگی معرکہ آرائی کے آغاز کے موقع پر خمس کی آیت کا نزول ہوا اس وقت میدان جنگ سے جو مال غنیمت حاصل ہوا اسی پر لفظ غنیمت کا خصوصیت سے اطلاق ہوا ۔لیکن حقیقتاً لفظ غنیمۃ سے مراد تمام جائز مالی منافع مراد ہیں جیسا کہ علامہ رازی نے تفسیر کبیر میں تحریر کیا ہے کہ" الغنم الفوز بالشئی " جو نفع و شے انسان کو حاصل ہو وہ غنیمۃ ہے۔اور علامہ قرطبی اپنی تفسیر قرطبی میں لکھتے ہیں کہ غنیمۃ ہر وہ نفع ہے کہ جو کوئی شخص یا جماعت کوشش و محنت سے حاصل کرے"۔اور تفسیر المنار میں بھی ہے کہ غنیمۃ ہر وہ نفع ہے جو کفار سے جنگ کی صورت میں یا دوسرے ذرائع سے حاصل ہو"۔اور تفسیر روح المعانی میں بھی ہے کہ غنیمۃ سے حقیقتاً ہر نفع مراد ہے ۔اسی طرح علامہ شیخ مفید نے تحریر کیا ہے کہ غنائم سے مراد ہر وہ مال ہے کہ جو جنگ سے حاصل ہو اور ہر وہ چیز کہ جو کانوں سے حاصل ہو اور غوطہ خوری سے حاصل ہو اور تجارت و کھیتی باڑی یا کاریگری سے حاصل ہو۔

اور اسی کی تائید ائمہ اہلبیت کے ارشادات سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ" بخدا روزمرہ کے کسب کا نام بھی غنیمۃ ہے"۔اور امام موسیٰ کاظمؑ سے غنیمۃ کے معنی دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ"لوگ جو کچھ کمائیں کم ہو یا زیادہ سب پر خمس ہے"۔ایک شخص نے امام علی نقیؑ کی طرف لکھا کیا خمس انسان کی تمام کمائی پر واجب ہے چاہے کم ہو یا زیادہ اور کیا جائداد پر بھی واجب ہے۔امامؑ نے جواب میں لکھا کہ مصارف کے بعد جو بچ جائے اس پر خمس واجب ہے۔

ایک دوسرے شخص نے امام علی نقی سے دریافت کیا کہ ایک شخص کو اپنی ذاتی ملکیت کی زمین سے سو (100) گر گندم حاصل ہوئی تو اس کا دسواں حصہ یعنی دس (10) گر زکوۃ نکال دی

گئی اور زمین کی آبادکاری و کاشت کاری کے لیے (30) کُر بھی نکال دیے گئے اور باقی ساٹھ (60) کُر بچ گئے تو اب اس پر کیا واجب ہے۔ امامؑ نے فرمایا اس کے ضروری اخراجات سے جو زائد ہو اس میں سے ہمارا خمس ہے۔ علی ابن مہزیار نے امام علی نقیؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ نے اپنے احکام کی ترویج اور وکالتاً اپنے حقوق وصول کرنے کا مجھے حکم دیا ہے تو جب میں نے آپ کے شیعہ کو آپ کا حق بتایا تو بعض نے دریافت کیا کہ امامؑ کا حق کیا ہے تو مجھے جواب نہیں معلوم تھا امام علیہ السلام نے فرمایا ''ان پر خمس واجب ہے اس نے عرض کیا کہ کس چیز پر خمس ہے۔ امامؑ نے فرمایا ان کے مصارف سے جو زائد ہو اس پر خمس واجب ہے۔''

آئمہ اہلبیت کے ان ارشادات سے واضح ہے کہ غنیمت سے مراد ہر جائز ذرائع سے حاصل ہونے والی منفعت ہے۔ اسی بناء پر اہلبیت رسالت کی فکر و تعلیم ہے کہ مومنین کے ہاں تجارت و زراعت اور صناعات و ملازمت وغیرہ کے جائز ذریعہ سے جو مال و منفعت حاصل ہو تو اپنی حیثیت کے مطابق سال بھر کے جائز مصارف سے جو مال جائز ہو اس پر خمس واجب ہے اور اسی طرح کفار و مشرکین سے جہاد کی صورت میں دارالحرب سے جو مال و سامان حاصل ہو وہ منقولہ یا غیر منقولہ ہو اس پر خمس واجب ہے۔ اور اسی طرح معدنیات سے جو جواہرات و اشیاء حاصل ہوں ان پر بھی خمس واجب ہے جیسا کہ محمد ابن مسلم نے امام محمد باقرؑ سے معدنیات یعنی سونا و چاندی اور پیتل و لوہا اور سکہ کہ جو معدنیات سے حاصل ہوں ان کے متعلق دریافت کیا تو امامؑ نے فرمایا کہ ''ان سب پر خمس واجب ہے۔'' اور محمد ابن مسلم نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ نمکین زمین میں جو پانی جمع ہو جائے اور نمک رہ جائے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ یہ معدنیات سے ہے اس پر بھی خمس واجب ہے پھر محمد ابن مسلم نے گندھک اور مٹی کے تیل کی کان کے متعلق دریافت کیا تو امامؑ نے فرمایا کہ ''اس طرح کی تمام اشیاء پر خمس واجب ہے۔'' ان ارشادات سے واضح ہے کہ تمام معدنیات پر مصارف کے بعد خمس واجب ہے جبکہ نصاب کے برابر

ہوں یعنی ان کی مالیت بیس دینار سرخ کی مالیت کے برابر ہو۔اسی طرح غوطہ خوری سے جو قیمتی جواہر حاصل ہوں تو مصارف کے بعد اگر ان کی قیمت ایک دینار سرخ کے برابر ہو تو اس پر بھی خمس واجب ہے۔اس طرح کافر ذمی یعنی اسلامی ریاست میں رہنے والا کافر اگر کوئی جائیداد و زمین کسی مسلمان سے خریدے تو اس جائیداد و زمین کے خریدنے کے بعد اس پر خمس واجب ہے۔اور اسی طرح کسی حلال مال میں کچھ ناجائز مال مل جائے کہ جس کی مقدار کا علم نہ ہو تو اس مال پر بھی خمس واجب ہے جس کے بعد اس مال کا استعمال جائز ہے۔اور اسی طرح حصول مال کے دیگر جائز ذرائع سے جو مال حاصل ہو سالانہ جائز مصارف کے بعد جو بچ جائے اس پر خمس واجب ہے۔

خمس کی ضرورت واہمیت:۔

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے وہ ایمان و عقیدے کی صداقت کی قوت سے بہترین اسلامی معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے اسی بناء پر اس کے تمام احکام اور اوامر و نواہی میں فکر و عمل کی اصلاح کے ذریعے بہترین معاشرہ کی تعمیر کا انتظام کیا گیا ہے۔اسلام انسانی معاشرہ میں سے غربت و افلاس کو ختم کرنے کو زیادہ اہمیت و فوقیت عطا کرتا ہے کیونکہ غربت و افلاس ایمان و عقیدے کو کمزور کر کے معاشرتی برائیوں کو جنم دیتا ہے۔پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ”قریب ہے کہ غربت و افلاس انسان کو کافر بنا دے“۔اور غربت و افلاس چہرے کی سیاہی ہے“۔اسی بناء پر اسلام ایک جانب انسانی روح کی غذائیت علم و معرفت اور عبادات کے ذریعے فراہم کرنے کا اہتمام کرتا ہے اور دوسری جانب جسمانی غذا و ضروریات کے اسباب فراہم کرتے ہوئے ان کے حصول کو عبادت قرار دیتا ہے اسی لیے اسلام نے جس طرح روحانی و مذہبی ضروریات کی فراہمی و ترویج کے لیے مالی انتظام کیا ہے اسی طرح جسمانی ضروریات یعنی غربت و افلاس کے خاتمے کے لیے مالی اہتمام کیا ہے جس طرح زکوٰۃ و صدقات کے ذریعے غرباء و مساکین کی مدد کر کے اسلامی معاشرے سے غربت و افلاس کا خاتمہ مقصود ہے اسی طرح خمس کے ذریعے اس کے ایک حصے سے

جہاں اولادرسول یعنی سادات کی غربت وافلاس کودور کرنا مقصود ہے وہاں اس کے دوسرے حصے سے تمام امت مسلمہ کے لیے روحانی احتیاج یعنی دینی ومذہبی ضروریات کا انتظام کرنا مقصود ہے۔

اور عامتہ المسلمین میں چونکہ غریب غیر سادات کی اکثریت ہے اس لیے غیر سادات سے وصول کی گئی زکوٰۃ وفطرہ اور صدقات وخیرات کے اموال کو اگر منظم طور پر جمع کر کے اس کی تقسیم کا صحیح انتظام کیا جائے تو اسلامی معاشرہ سے غربت وافلاس کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر تمام امت مسلمہ مسئلہ خمس کی پابند ہو جائیں تو سادات کی غربت وافلاس کو دور کرنے کے ساتھ پوری امت مسلمہ کی روحانی ومذہبی ضروریات یعنی دینی تعلیم وترویج کا مکمل انتظام کیا جا سکتا ہے اور امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ اولادرسول یعنی سادات کی غربت کی بناء پر غیر سادات کی زکوٰۃ و فطرہ اور صدقات سادات کے لیے جائز نہیں ہیں لہٰذا اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے اور پیغمبر اسلامؐ کی عزت وتوقیر کا لحاظ رکھتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ کی اولاد یعنی سادات کی غربت و افلاس کو دور کرنے کے لیے اسلام نے امت مسلمہ پر خمس کو لازم قرار دیا ہے تاکہ اس طرح پیغمبر اسلامؐ کے احسانات وخدمات کے اعتراف کے ساتھ اپنی انسانیت ومحسن شناسی کا بھی اظہار کیا جائے جس طرح اہلبیتؑ رسالت کی محبت ومودت کو اجر رسالت قرار دے کر تمام امت پر فرض قرار دیا گیا ہے اسی طرح اہلبیتؑ رسالت کے حق خمس کو بھی تمام امت پر فرض قرار دیا گیا ہے

خمس کی اہمیت :۔

امام علی رضاؑ کی طرف ایک ایرانی تاجر نے خمس کی معافی کے لیے لکھا تو امامؑ نے اس کے جواب میں تحریر کیا کہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** خدا کی ذات واسع وکریم ہے وہ ہر عمل کی جزاء وبدلا عطا کرتا ہے اور مخالفت پر سزا دیتا ہے اور مال اسی طریقے سے حلال ہوتا ہے کہ جس طرح خدا حلال کرے یقیناً خمس کا ادا کرنا دینی اور گھریلو تمام ضروریات کی خرید وفروخت کے لیے ہماری اعانت ہے لہٰذا اس سے رخ نہ پھیرو اور حدامکان تک اپنے نفوس کو ہماری دعاؤں سے محروم

نہ کرو کیونکہ خمس کا ادا کرنا تمہارے رزق کی چابی ہے اور گناہوں سے چھٹکارے کا ذریعہ ہے اور تمہارا وہ عمل صالح ہے کہ جو ضرورت کے روز تمہارے کام آئے گا اور مسلمان وہ ہے کہ جو اپنے عہد کی وفا کرے اور وہ مسلمان نہیں ہے کہ جو زبان سے ہاں کہے اور دل میں اس کے خلاف ہو والسلام''

خراسان کی ایک جماعت نے امام علی رضاؑ سے خمس کی معافی کے لیے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ کس قدر مکاری وحیلہ سازی ہے کہ زبان سے تم لوگ خالص محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور ہمارے حق سے کہ جو خاص ہمارے لیے ہے اور ہم اسکے لیے (متولی) ہیں تم اس سے رخ موڑتے ہو اور وہ خمس ہے کہ جو ہم معاف نہیں کریں گے۔

عبداللہ بن سنان سے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی فائدہ حاصل کرے یا کمائے تو حاصل شدہ چیز پر جناب فاطمہؑ اور ان کی ذریت کے آئمہ کا خمس واجب ہے تو بس خمس ان ہی کا حق ہوتا ہے۔ وہ جہاں چاہیں خرچ کریں جب کہ خدا نے ان پر صدقہ حرام قرار دے دیا ہے یہاں تک کے اگر درزی کپڑے کی سلائی سے پانچ واسق (مقدار) وصول کرے تو اس میں بھی ایک وسق ہمارا ہے مگر سوائے اس کے کہ جو ہم اپنے شیعہ کو معاف کردیں تا کہ ان کی نسلیں حلال سے ہوں کیونکہ بروز قیامت بدکاری کی باز پرس تمام گناہوں سے سخت ہوگی اور صاحب خمس کھڑا ہو کر دعوئی کرے گا کہ اے پروردگار ان لوگوں نے دریافت کر کہ انہوں نے کس مال سے نکاح کیا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جب خدا نے ہم پر صدقہ حرام قرار دیا تو اس نے خمس کا حکم نازل کیا تو صدقہ ہم پر حرام ہے اور خمس ہمارے لئے حلال ہے۔ ''ذی القربیٰ'' صاحب قرابت جو مفرد معنی ومفہوم کو واضع کرتا ہے جس سے مراد نائب رسول حجۃ خدا امام کائنات مراد ہے۔

اور ذوی القربیٰ سے مراد پیغمبر اکرم کے قرابتدار ہیں اور وہ بنو ہاشم و بنو المطلب ہیں جیسا کہ فتح خیبر کے وقت مال غنیمت سے پیغمبر اکرم نے خمس یعنی پانچواں حصہ علیحدہ کرا کے بنو ہاشم و بنو مطلب میں

جب تقسیم کیا تو جبیر ابن مطعم و حضرت عثمان جو بنو عبد الشمس سے تھے دونوں نے پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمیں بنی ہاشم کی فضیلت سے انکار نہیں ہے کیونکہ آپ ان میں سے ہیں لیکن آپ نے ہمارے بھائی اولاد مطلب کے قرابتداروں کو حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہم اور وہ آپ کے پاس برابر ہیں۔ تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا یقیناً بنو ہاشم و بنو مطلب دونوں ایک ہیں اور وہ زمانہ جاہلیت و اسلام میں ہم سے جدا نہیں ہوئے اور انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر دکھاتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ بنو ہاشم و بنو مطلب ایک ہیں۔ (تفسیر کبیر۔ صحیح مسلم)

اور عبداللہ ابن عباس نے کہا کے پیغمبر اکرمؐ کے قرابتدار ہم ہیں لیکن ہماری قوم نے اس سے انکار کر دیا اور کہا کہ تمام قریشی قرابتدار مراد ہے۔ (صحیح مسلم۔ ترمذی وغیرہ)

عبداللہ ابن عباس راوی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کے ہاتھوں کے دھوون سے تمہارے چہروں کو پھیر دیا ہے کیونکہ خمس میں سے پانچواں حصہ تم کو ملتا ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے "تفسیر مواہب الرحمٰن"

اور امام شافعی نے کہا کہ ذوی القربیٰ سے بنو ہاشم و بنو مطلب مراد ہیں (کبیر رازی)

اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ ذوی القربیٰ سے مراد آل علیؑ اور جعفر و عقیل اور آل عباس و اولاد حرث بن عبد المطلب مراد ہے (تفسیر کبیر)۔ اور امام ابو حنیفہ نے یہ بھی کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد پیغمبر کا حصہ اور آپ کے ذوی القربیٰ کا حصہ ساقط ہو کر باقی لوگوں کی طرف پھیر دیا گیا کیونکہ خلفائے راشدین نے اسی طرح تقسیم کیا ہے (تفسیر مواہب الرحمٰن)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ عباس بن عبد المطلب باوجود یہ کہ غنی تھے لیکن پیغمبر اکرمؐ ان کو اس قدر مال غنیمت سے دیتے کہ بعض دفعہ وہ مال اٹھاتے وقت دوسروں سے مدد طلب کرتے تھے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ پیغمبر اکرم کا حصہ تا حال باقی ہے جو عامۃ المسلمین کی ضروریات میں صرف کیا جائے گا...... اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ تمام صدقات یعنی فرائض و نوافل صدقات بنی ہاشم

کو دینا جائز ہے یہ حرمت صرف پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں تھی اس لئے کہ اس وقت ان کو خمس کا پانچواں حصہ ملتا تھا پیغمبر اکرمؐ کے بعد جب ان کے لئے خمس ساقط ہو گیا تو اب ان کے لئے ہر طرح کے صدقات حلال ہو گئے۔ (تفسیر روح البیان)۔

مامون رشید عباسی کے دربار میں امام علی رضاؑ نے عترت و آل اور امت کے درمیان فرق کی جو وضاحت کی اس میں آپ نے فرمایا کہ خدا کا قول ہے کہ " واعلموا انما غنمتم من شئی —الخ "

خدا نے پیغمبر اکرم کے ذی القربیٰ کے حصے کو اپنے اور اپنے رسول کے حصے کے ساتھ ملا دیا ہے کہ جو آل و امت کے درمیان فرق اور آل کی فضیلت ہے کیونکہ خدا نے ان کو علیحدہ گروہ قرار دیا ہے اور دوسرے لوگوں کو جدا گروہ قرار دیا ہے اور آل کے لئے اس بات کو پسند کیا ہے کہ جسے اپنے لئے پسند کیا ہے اور ان کو مصطفیٰ بنایا ہے پھر اپنی ذات سے ابتداء کی اور پھر اپنے رسول کی تعریف کی اور پھر پیغمبر اکرمؐ کے ذوی القربیٰ کے لئے مال فئی و غنیمت وغیرہ سے وہ پسند کیا کہ جو اس نے اپنے لئے پسند کیا اور فرمایا ہے کہ اس کا قول حق ہے "واعلموا انما غنمتم من شئی "الخ . اور یہ مؤکد تاکید ہے کہ جو کتاب ناطق میں قیامت تک کے لئے حکم واثر قائم ہے کہ جس کتاب ناطق میں کسی جانب سے باطل کی رسائی نہیں ہے کہ جو خدا حمید و حکیم کی طرف سے نازل ہوئی اور خدا کا قول '' والیتامی والمساکین " ہے عام یتیم جب یتیمی سے نکل جائے تو غنائم کے استحقاق سے بھی نکل جاتا ہے کہ پھر اس کے لیے حصہ نہیں رہتا اور اسی طرح مسکین جب غربت سے نکل جائے تو اس کے لیے بھی غربت کا حصہ نہیں ہے لیکن پیغمبر اکرمؐ کے ذوی القربیٰ غنی فخر کے لیے قیامت تک حصہ قائم ہے کیونکہ خدا سے اور اس کے رسول سے بڑھ کر کوئی غنی نہیں ہے تو خدا نے بھی اپنے لیے حصہ قرار دیا ہے اور اپنے رسول کے لیے بھی حصہ قرار دیا ہے تو خدا نے جس حصہ کو اپنے لیے اور اپنے رسول کے لیے پسند کیا ہے اسی حصہ کو ذوی القربیٰ کے لیے پسند کیا ہے اور

اسی طرح مال فئی ہے کہ اس میں جس قدر اپنے لیے اور اپنے رسول کے لیے پسند کیا اسی طرح رسول کے ذوی القربیٰ کے لیے پسند کیا ہے اور غنیمت میں ان کے لیے اسی طرح حکم جاری کیا ہے کہ ابتداء اپنی ذات سے کی ہے پھر اپنے رسول کے لیے اور پھر ذوی القربیٰ کے لیے حکم دیا ہے تو ذوی القربیٰ کے حصے کو اپنے و اپنے رسول کے حصے کے ساتھ ملا دیا ہے اور اسی ذوی القربیٰ کو اطاعت میں شریک کیا ہے اور فرمایا ہے

"یا ایھا الذین امنو ا اطیعو ا اللہ و ا طیعو ا الرسول و اولی الامر منکم ......الخ "

''اے ایماندارو ں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی وصاحب الامر کی اطاعت کرو......الخ''

خدا نے اپنی ذات سے اطاعت کی ابتداء کی پھر رسول کے لیے اور پھر رسول کے اہلبیت کے لیے اور اسی طرح آیت ولایت میں انما ولیکم اللہ و رسولہ ...... الخ ان کی اطاعت کو رسول کی اطاعت سے ملا دیا اور رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے ملا دیا جس طرح غنیمت اور فئی میں اپنے حصے کو رسول کے حصے کے ساتھ ملا دیا ہے اور خدا نے اس گھر والوں پر عظیم نعمات عطا کی ہیں اور جب صدقہ کی بات آئی تو خود کو اور اپنے رسول کو اور اس کے اہلبیت کو دور رکھا کہ " انما الصدقات للفقراء ...... الخ خدا نے اپنی ذات کو اور اپنے رسول اور رسول کے اہلبیت کو صدقہ سے پاک رکھا اور ان کو ہر نجاست و میل سے پاکیزہ اور مصطفیٰ کیا اور جو اپنے لیے پسند کیا وہی ان کے لیے پسند کیا اور جو اپنے لیے پسند نہیں کیا وہ ان کے لیے بھی پسند نہیں کیا۔ اور امیر المومنینؑ سے دریافت کیا گیا کہ خمس کی آیت میں یتامیٰ و مساکین سے کون لوگ مراد ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے یتامیٰ اور مساکین مراد ہیں اور امیر المومنینؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بخدا ذوی القربیٰ سے ہم مراد ہیں کہ جن کو خدا نے اپنی ذات سے اور اپنے رسول سے ملحق کیا ہے اور فرمایا ہے ''ما آفاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ و للرسول ولذی القربی ''...... الخ اور خدا نے ہمارے لیے صدقہ سے حصہ قرار نہیں دیا کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو عزت عطا کی ہے اور ہمیں بھی عزت عطا کی ہے کہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کھانے سے محفوظ رکھتے ہوئے ہمیں محفوظ کیا ہے۔

مسائل خمس

جس مال سے ایک دفعہ خمس نکال دیا گیا ہو۔ اگر وہی مال سال بھر پاس رہے تو دوبارہ اس مال پر خمس لازم نہیں۔ جو شخص پہلی دفعہ خمس نکالنا چاہے تو اسے اپنے تمام مال واسباب کے خمس نکالنا ضروری نہیں ہے بلکہ اپنی تمام ضروریات کا جائزہ لے کر اپنی کمائی سے کون سی جائز ضروریات کی اشیاء خریدی ہیں اور کون سی ضروریات سے زائد ہیں تو جو جائز ضروریات سے زائد اشیاء ہوں چاہے وہ مکان ہو یا دیگر سامان ہو اس پر خمس واجب ہے اگر کئی سال سے خمس ادا نہ کیا ہو اور مال کی صحیح مقدار معلوم نہ ہو تو اندازے سے خمس نکال دے بلکہ کچھ زیادہ نکالے تاکہ یقین حاصل ہو جائے۔ تعیشات کی اشیاء جیسے بعض اشیاء کو آج کل ضروری سمجھا جاتا ہے جیسے ریڈیو' ٹی وی' وی سی آر وغیرہ تو ان کو ضروری مصارف میں شامل نہیں کیا جا سکتا ان پر صرف کی گئی رقم پر خمس واجب ہے اور آمدنی بڑھانے کے لیے کسی جائز کام میں جو رقم لگائی جائے اس رقم پر بھی خمس واجب ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی آمدنی سے ضروری مصارف کے علاوہ کوئی ایسی چیز خریدے جو اس کی ضروریات سے زیادہ ہو اس پر خمس واجب ہے اگر حیثیت کے مطابق ضرورت پوری کرنے کے لیے مکان موجود ہو لیکن امیری وشان وشوکت کے اظہار کے لیے دوسرا مکان بنائے یا خریدے یا اسی مکان میں شان وشوکت کے لیے تعمیر کرے تو اس اضافی رقم پر خمس لازم ہے۔ معاشی و گھریلو حالات بدل جانے سے حیثیت بدل جائے اور اخراجات میں اضافہ ہو جائے تو اسی حیثیت کے مطابق جو مکان وسواری خریدی جائے اس پر خمس لازم نہیں ہے اگر کوئی شخص دیہات میں رہتا ہو اور کاروبار وغیرہ کے لیے اکثر شہر جانا پڑتا ہو اور وہاں ذاتی مکان کے بغیر دقت پیش آتی ہو تو آمدنی

کی رقم سے بچا کر اپنی حیثیت کے مطابق وہاں دوسرا مکان خرید لے تو وہ مکان خمس سے مستثنیٰ ہے۔
گھر میں ضروریات زندگی کے لیے جو سامان خریدا گیا اس پر خمس نہیں ہے لیکن جو سامان ضروریات سے زائد زینت و آرائش کے لیے خریدا گیا ہے اس پر خمس لازم ہے اور جو سامان بھی ضرورت سے زائد خرید کر رکھا گیا اس پر خمس لازم ہے۔ جو گھریلو ضرورت کا سامان شان و حیثیت سے زیادہ خریدا جائے اس پر بھی خمس لازم ہے اگر رہائشی مکان کے لیے تھوڑا تھوڑا ضرورت کا سامان چند سالوں میں خرید کر جمع کیا جائے جب کہ ایک ساتھ خریدنے کی قدرت نہ ہو اور مکان کی ضرورت ہو تو حیثیت کے مطابق ضرورت کے سامان پر خمس نہیں ہے۔ اپنے مصارف کے علاوہ جو مال و رقم کہیں امانت و حفاظت کے طور پر رکھی ہو اس پر خمس واجب ہے چاہے بینک میں ہو گھر میں لڑکیوں کے جہیز کے لیے رفتہ رفتہ جو جہیز تیار کیا جائے تو اس تمام پر خمس لازم ہے صرف وہ سامان مستثنیٰ ہے جو شادی کے موقع پر حسب حیثیت لڑکی کو دیا جائے۔ ضروریات زندگی حیثیت کے مطابق مصارف میں شامل ہیں مستحبات و مباحات کے کاموں کے لیے اگر مال بچایا جائے تو اس پر خمس لازم ہے۔
حج و زیارت کے لیے تھوڑی تھوڑی جو رقم کئی سالوں میں جمع کی جائے اس پر بھی خمس لازم ہے جو کپڑے عید و شادی کی تقاریب کے لیے بنوائے جاتے ہیں ان پر خمس نہیں ہے۔ عورت کو جو چیز جہیز میں دی جاتی ہے کپڑے و زیورات و دیگر اشیاء اگر وہ ضرورت سے زائد بھی ہوں تو ان پر خمس نہیں ہے اسی طرح شادی کے موقع پر دی جانے والی اشیاء پر خمس نہیں ہے۔ عورت کو جو جہیز مہر میں حاصل ہو یا والدین کی طرف سے بطور عطیہ حاصل ہو اس پر خمس لازم نہیں لیکن اس کی منفعت پر خمس واجب ہوگا۔ عورت کے مصارف چونکہ مرد پر لازم ہیں اس لیے عورت کی تمام منفعت پر خمس لازم ہے عورت کو جائیداد و غیرہ جو وراثت میں حاصل ہو گھریلو مصارف کے لیے کافی ہو تو اس جائیداد و غیرہ کی آمدنی پر خمس لازم ہے اور اگر کافی نہ ہو اور زوجہ کی اور اس کے شوہر کی آمدنی اور اس کی جائیداد و غیرہ کی آمدنی سے مصارف پورے ہوں تو مصارف سے اضافی رقم پر خمس ہوگا۔

اگر عورت خود کفیل ہو تب بھی مصارف سے زائد آمدنی پر خمس ہوگا عورت اگر کسی گھریلو صنعت وکام سے گھر کے مصارف میں مرد کی شریک ہو تو اس کی آمدنی پر خمس نہیں ہے لیکن مصارف سے جو زائد ہوگا اس پر خمس ہے۔

(1) دارالحرب سے حاصل ہونے والے غنائم پر خمس واجب ہے اس پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

(2) زمین سے حاصل ہونے والی معدنیات جو قیمتی ہوں ان پر خمس واجب ہے جیسے سونا وچاندی پیتل وتانبہ جواہرات وتیل وپٹرول وغیرہ۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

(3) معدنیات سے حاصل ہونے والی اشیاء کی قیمت جب سونے کے حساب یعنی بیس دینار سرخ کے برابر ہو یا چاندی کے نصاب یعنی دوسو درہم چاندی کے برابر ہو تو اس پر خمس لازم ہے۔

(امامیہ) اور حنفیہ نے کہا ہے کہ معدنیات میں نصاب شرط نہیں ہے قلیل وکثیر جس قدر ہو اس پر خمس لازم ہے۔ اور مالکیہ وشافعیہ اور حنبلیہ نے کہا ہے کہ معدنیات جب نصاب سے کم ہوں تو ان پر خمس نہیں ہے۔

(4) زمین کا دفینہ جو حاصل ہو کہ جس کا کوئی مالک نہ ہو اگر نصاب کے برابر ہے تو اس پر خمس ہے۔

(امامیہ) جو دفینہ حاصل ہو کہ جس کا کوئی مالک نہ ہو اس پر خمس واجب ہے۔ (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ)

(5) غوطہ خوری سے جو جواہرات حاصل ہوں غوطہ خوری کے مصارف کے بعد ان کی قیمت ایک دینار سرخ کے برابر ہو تو اس پر خمس واجب ہے۔

(6) وہ مال کے جو جائز ذریعہ سے حاصل ہو جیسے تجارت وزراعت اور جائیداد وعطیہ یا محنت ومزدوری سے حاصل ہو تو سالانہ ضروری مصارف کے بعد جو بچ جائے اس پر خمس واجب ہے۔

(7) حلال مال میں اگر کچھ ناجائز مال مل جائے کہ جس کی مقدار معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس کے مالک کا علم ہو تو اس پورے مال کا خمس نکالنا واجب ہے اگر ملاوٹ کے مال کی مقدار معلوم ہے تو اس کا

جدا کر دینا لازم ہے۔

(8) اسلامی ریاست میں رہنے والا کافر جب کسی مسلمان سے کوئی زمین خریدے تو اس ذمی پر اس زمین پر خمس نکالنا لازم ہے۔

(9) شافعیہ و حنابلہ نے کہا کہ غنیمت کے مال کے پانچ حصے کیے جائیں گے ایک رسول کا حصہ کہ جو مسلمانوں کے امور و مصالح پر صرف کیا جائے گا اور ایک حصہ ذوی القربیٰ یعنی بنی ہاشم کے اغنیاء و غرباء کو دیا جائے گا اور باقی تین حصے بنی ھاشم اور غیر بنی ھاشم کے یتیموں اور مسکینوں اور ضرورت مند مسافروں کو دیے جائیں گے۔

اور حنفیہ نے کہا کہ رسول کا حصہ آپ کی وفات کے بعد ساقط ہو گیا ہے اور ذوی القربیٰ کے حصے میں بنی ھاشم کے غرباء دوسرے غرباء کی مانند ہیں لہذا بنی ھاشم کو رسول سے قرابت داری کی بناء پر نہیں بلکہ غربت کی بنیاد پر دیا جائے گا۔ اور مالکیہ نے کہا ہے کہ خمس کا معاملہ امام کے سپرد ہے وہ جہاں مصلحت سمجھے صرف کرے۔

امامیہ نے کہا ہے کہ اللہ کا حصہ، رسول کا حصہ، ذوی القربیٰ کا حصہ یہ مصالح مسلمین کے لیے امام کے اختیار میں ہیں اور باقی تین حصے ھاشمی یتامیٰ و مساکین اور ھاشمی ضرورت مند مسافروں کے لیے ہیں اس میں ان کا غیر شریک نہیں۔

خمس کا مصرف:۔

خمس کی آیت میں مال خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں خدا اور رسول کے خاص ترین قرابت دار کا حصہ ہے۔ یہ تین حصے پیغمبر اکرمؐ کی ذات کے لیے مخصوص اور آپ کے تصرف میں تھے۔ آپؐ اس میں کچھ اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر صرف کرتے اور باقی سب امور امت کے لیے صرف کرتے تھے اور دوسرے تین حصے آپؐ کے خاندان کے یتامیٰ مساکین اور ضرورت مند مسافرین کے لیے تھے اور پیغمبر اکرمؐ کے بعد پیغمبر کی ذات سے مخصوص تین حصے

دوست داران اہلبیت تیار کریں اور خمس کے دو حصوں میں سے جو حق سادات ہے وہ خود غریب
ضرورت مند سادات تک پہنچائیں اگر کوئی کوتاہی کی گئی تو اس کی ذمہ داری باقی رہے گی اور اس
طرح دوسرا حصہ یعنی حق امام صرف ایسے مقام پر صرف کیا جائے کہ جس میں امام کی خوشنودی ک
یقین ہو۔ حق امام دین الٰہی کی ترویج کے لیے ہے اگر مال امام جمع کرنے والے اعلم کے اجاز
کے سہارے خمس وصول کر کے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کے لیے لاکھوں روپے صرف ک
رہے ہوں لاکھوں روپے کے عالی شان مکانات و قیمتی سواریاں خرید رہے ہوں جائیدادیں ب
رہے ہوں اور کئی کئی شادیاں کر کے مال امام اپنی نفس پرستی پر صرف کر رہے ہوں تو ایسے افراد کو مال
امام دینے والے مال امام کی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہوں گے۔ لہٰذا خمس نکالنے کی ذمہ داری
کے ساتھ بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ خمس کا مال کہاں صرف ہو رہا ہے حقوق و اموال میں اپنی پسند و
ناپسند کا دخل نہیں ہے خدا اور رسول اور امام کی رضا کے یقین کا ہونا ضروری ہے۔

خمس نکالنے والا اگر سادات سے ہے تو خمس کا نصف حصہ یعنی سہم سادات پہلے اپنے
ضرورت مند و محتاج رشتہ داروں کی خدمت میں پیش کرے اگر اپنے خاندان و قبیلے میں غریب و
محتاج نہ ہوں تو اپنی بستی و شہر کے سید غرباء و محتاجوں کی خدمت میں پیش کرے۔ مال سادات
غریب و محتاج سادات کو دینے کے لیے واضح حکم قرآنی کے ہوتے ہوئے کسی سے اجازت لینے کی
ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ضرورت مند کو دیتے وقت خمس بتا کر دینے کی ضرورت ہے۔ اور خمس کا
دوسرا نصف حصہ یعنی سہم امام بھی صحیح مقام تک پہنچانے کی سخت ذمہ داری ہے۔ سہم امام جن افراد
کے سپرد کیا جائے ان کی امانت داری اور دیانت داری کا یقین ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ مال امام
کے امین ہیں۔ اعلم کا اجازے کے سہارے اگر کوئی مال امام وصول کر کے اپنی تعیشات میں صرف
کر کے خیانت کر رہا ہو تو جانتے ہوئے ایسے افراد کو اگر مال امام دیا گیا تو مال امام کی ذمہ داری باقی
رہے گی۔ اسی طرح ایسے ثقافتی و اشاعتی اداروں اور افراد کو مال امام دیا گیا کہ جو ایسی پر فریب

کتابیں شائع کر رہے ہوں کہ جن میں تحقیق کے بہانے خاموشی سے آئمہ اہلبیتؑ کی تنقیص کی جا رہی ہو تو ایسے اداروں و افراد کو مال امام دینا آئمہ اہلبیتؑ کی توہین میں مدد کرنے کے مترادف ہونے کے ساتھ مال امام کی ذمہ داری بھی باقی رہے گی۔ جس طرح اہلبیتؑ کا حق ادا نہ کرنا سنگین جرم ہے اسی طرح اہلبیتؑ کے حق پر ڈاکہ ڈالنا یعنی اسے وصول کر کے اپنی تعیشات میں صرف کرنا اس سے بڑا جرم ہے۔ لہٰذا اگر لباس علم وتقویٰ میں ایسے افراد نظر آئیں کہ جو ایک جانب زہد و تقویٰ اور قناعت و دیانتداری اور اہلبیتؑ کی سیرت کا وعظ و درس دیتے نظر آئیں اور دوسری جانب اپنے نقلی زہد وتقویٰ کے ساتھ عذاب آخروی سے خوف دلا کر سادہ لوح مومنین سے مال امامؑ وصول کر کے تعیشات پر صرف کرتے نظر آئیں تو ایسے خائن ولٹیرے افراد کو مال امام ہرگز نہ دیا جائے۔ یہ خیال رہے کہ پردہ غیبت میں حجت خدا ہم سب کی ہر ہر حرکت وعمل اور نیت و ارادے کو دیکھ رہا ہے لہٰذا جس درس گاہ و ادارے سے تدریس وتحریر کے ذریعے محمدؐ وآل محمدؑ کی حقیقت نورانیہ اور مافوق البشر صفات اور فضائل ومناقب میں شک وشبہات پیدا کرنے کی مکروہ سازش کی جارہی ہو تو موالیان اہلبیت ان سے ہوشیار رہتے ہوئے اپنی نسلوں کو ان کے ناصبیانہ زہریلے اثرات سے محفوظ رکھیں۔ امام زین العابدینؑ کا ارشاد ہے کہ ”جو عام قتل ہوتے ہیں ان کا بھی قصاص ہے مگر ایک وہ قتل ہے کہ جو ان سب سے بڑا قتل ہے کہ جو بھی اس طرح قتل ہوا اس کی کوئی تلافی نہیں ہے اور نہ ہی وہ کبھی زندگی پائے گا۔“ لوگوں نے عرض کیا فرزند رسول وہ کون سا قتل ہے۔ امامؑ نے فرمایا ”وہ قتل یہ ہے کہ کسی کو محمدؐ کی شان نبوت میں گمراہ کر دیا جائے اور علیؑ کی شان ولایت میں گمراہ کر دیا جائے تو یہ وہ قتل ہے کہ مقتول بھی ہمیشہ کے لیے واصل جہنم ہوگا اور قاتل بھی ہمیشہ کے لیے واصل جہنم ہوگا۔“ (احتجاج طبرسی)

جنرل گرافکس اینڈ پرنٹرز نے قریشی آرٹ پریس
میں چھپوا کر ناظم آباد سے شائع کیا۔
6606104

200.00